دیوان عام

عرف

کڑوے بادام

[illegible] دیوان [illegible] منشی منعم ہو گیا

صاحبِ دیوان کی جن جائے تب چھپا جائے

منشی منعم

دیوانِ عام

عُرف

کڑوے بادام

صاحبِ دیوان تو منشی منقّیؔ ہو گیا
صاحبِ دیوانگی بنجائے تب کچھ بات ہے

15A/5 حاجی سلطان بلڈنگ کیڈل روڈ ماہم بمبئی نمبر 16
منشی منقّیؔ

انتساب

دماغی خشکی کے مریضوں کے نام

جملہ حقوق بحقِ مُصنّف ۴۳ تجوریوں میں محفوظ کیونکہ ایک دفعہ میری ہر حق کتاب کے حقوق حاصل کرنے کی شیطان نے ناحق کوشش کی۔ میں نے کہا تیری یہ جرأت؟ ابھی میں زندہ ہوں اس نے کہا منشی جی جس ماحول میں تم جی رہے ہو اس کے **جملہ حقوق** میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں نے کہا بھٹکے راہی یہ مت بھول کہ تو صرف مخلوق ہے میں اشرف المخلوق ہوں اَبے خلیفہ ہوں۔ یہ سُنتے ہی اپنے حقوق بھی میرے نام چھوڑ کر بھاگ گیا۔

منشی منتّی

یہ کتاب خریدنے کا جُرمانہ **آٹھ آنے** کم آٹھ روپیئے

یہ کتاب پڑھنے کی سزا = عشاء کے بعد سے صبح اذان تک جاگنا۔ اسے سمجھنے کا نتیجہ = دین دنیا سے مطمئن

ناشر پیرزادہ شرف عثمانی نے رپورٹر آفسیٹ پریس، ۹، مور لینڈ روڈ بمبئی ۸ میں چھپوا کر احمد منزل کسرانہ شریف ضلع مظفر نگر یوپی سے شایع کیا۔

مقدمہ

خدا کے کرم سے میرے خاندان میں کوئی مقدمہ باز نہیں



اگر کسی صاحب یا صاحبہ نے اس کتاب کا ایک بھی شعر یا شعر کا مضمون مصنف کی اجازت بغیر فلم ناٹک یا اسٹیج پر استعمال کیا یا کسی زبان میں چھپوایا تو اس جانور کو قانوناً سزا بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کیوں کہ انسان سے تو یہ امید نہیں کہ ایسی حرکت کرے۔ ویسے آپ کو امید ہے۔؟

مُصنّف

فرمان مصنّف بے سند وام فرمانکم

میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ مجھ ناچیز کا کلام آپ جیسے ہاں چیز کے ہاتھوں میں اس تنہائی اور اندھیرے میں بلا تکلف کھیل رہا ہے۔ خدا جانے یہ مردانہ ہیں کہ زنانہ ہاتھ ہیں۔ یا ان دونوں کے درمیانہ ہاتھ ہیں۔ بزرگانہ ہیں کہ بچکانہ ہیں۔ تعمیرانہ ہیں کہ تخریبانہ ہیں۔ سلامیانہ ہیں کہ تقصیریانہ ہاتھ ہیں۔ بہر حال یہ آپ کے ہاتھ ہیں۔ نیز کچھ خوش کسوتی آپ کی بھی ہے کہ کہاں اتنے بڑے شاعر اعظم ترین لیٹ کا کلام بے لگام اور کجا آپ کے یہ میلے کچیلے ہاتھ۔ دیکھئے دیکھئے اپنے ہاتھ ہونہہ۔ خیر۔۔۔۔ اگر آپ نے یہ کڑوے بادام خریدے ہیں تو اوّل درجے کے فضول خرچ ہیں۔ اگر کسی سے مانگے ہیں تو آپ کسی ملّا کی اولاد ہیں۔ اور اگر آپ نے فن لطیف یعنی چوری جیسے شریف پیشے پر عمل کیا تو اپنی شاعری کا بھی ایک ایک حرف خدا کے فضل سے چوری ہی کا ہے اس لئے آپ کو اپنے دل کی نچلی سے نچلی اور اس سے بھی نچلی تہہ سے معاف کرتا ہوں باہوش وحواس عشرہ۔ اور اس وقت تک معاف ہی کئے رکھوں گا جب تک کہ آپ کی گردن ہاتھ میں نہ آجائے۔ کیوں کہ اپنا یہی قول رہا ہے کہ دشمن کو جگر سے پھانسی دیکر دل سے معاف کر دو۔

آپ فرمائیں گے کہ آپ شاگرد کس کے ہیں تو اطلاعاً اُردو میں عرض ہے۔ اُستادی شاگردی ناچنے گانے والوں میں ہوتی ہے یا پتنگ والوں میں یا مُرغی والوں میں۔ شاعری تو فطری چیز خدا کی دین اور بندے کی لین ہے۔ البتہ اس میں اصلاح لی جاتی ہے اور اس طرف توجہ میں نے اس لئے نہیں دی کہ مجھے اوروں ہی کی اصلاح سے فرصت نہیں ملی۔ کیونکہ مجھے ہمیشہ اوروں کا خیال رہا ہے۔ گستاخا معاف۔ بہت سے لوگوں کو سستی شہرت کی ہوس ٹی بی کی حد تک ہوتی ہے۔ ایک بات واضح کرنا ضروری ہے کہ میری نثر یا شعر میں جہاں بھی لفظ شیخ۔ پیر۔ زاہد۔ واعظ۔ پنڈت وغیرہ آیا ہے وہ عطائی خطائی۔ خودرو۔ ایکٹشن دوکانداروں کے لئے ہے۔ ورنہ ان الفاظ کا اطلاق مکمل و پاکیزہ انسانوں کا حق اور صفت ہے۔ جن کے سامنے حقیر کی تو کیا اوقات ہے اچھے اچھے احتراماً جھکتے ہیں۔ چنانچہ بہت

ے پیر کچھ مشہور لوگوں کو اپنے خرچ پر مرید کر کے اپنی پیری کی کھیتی میں ان سے کھاد کا کام لیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے شاعر دس بارہ لنگاڑوں کو اپنے خرچ سے مشاعروں میں لے جاتے ہیں تاکہ بیدادی کے عالم میں داد لیں۔ بہت سے حضرات کسی مشاعرے کی صدارت کر کے ہار پھول پہن کر تھوڑی دیر کے لئے پھول جاتے ہیں۔ اور پھر اس مشاعرے کا خرچہ مع سود ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی اعزاز حاصل کرنے کی غرض سے سارے شاعر میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس فکر میں تھے کہ اس کی کتاب کی اصلاح کا فخر ہمیں ملے۔

وہ تو یہ کہیئے کہ بندے نے اپنے کسی حصے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیا۔ بلکہ انگلی کا موتہ بھی نہیں دیا۔ مگر افسوس قبلہ پرتو لکھنوی صاحب کے جھانسے میں آگیا۔ جتنی حفاظت ابتک کہ ہوئی تھی بیکار گئی وہ بھی بحالت بیداری۔ مگر افسوس قبلہ مذکور نے میری کتاب کی اصلاح اس توجہ اور خلوص سے نہیں کی جس خلوص اور توجہ سے میں نے ان کے کلام کی اصلاح کی تھی۔ آپ ان کے کلام میں ایک غلطی بھی نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ میرا اصلاح کردہ ہے۔ اگر غلط ہو تو میں اپنا اصلاح خانہ آج ہی بند کردوں۔ باقی تمت بالخیر

منشی منقی

تبصرہ

آپ فرمائیں گے کہ تبصرہ تو میری جوڑ کا شاعر ہے کون۔ ہر شاعر مجھ سے بڑا ہے۔ میں اسی تلاش میں چاند پر گیا۔ ارے آپ ہنس رہے ہیں۔ میاں امریکہ کی طرح میں چھوڑا نہیں تھا جو دنیا میں ڈھول پیٹ کر جاتا۔ بس جانا تھا گیا اور چلا آیا۔ پھر اسی تلاش میں مریخ پر گیا زہرہ مشتری پر گیا یہاں تک کہ سورج پر گیا۔ ارے پھر ہنسے آپ۔ کسی کو اتنا حقیر بھی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جو یوں مذاق اڑائیں آپ۔ ارے بھائی آپ یہی کہیں گے نا کہ سورج میں دھوپ اور اتنی گرمی میں کیسے گیا تو کیا میں علی باغ سے یا شکارپور سے آیا تھا جو دن میں جاتا۔ ارے میاں میں رات کی ٹھنڈ میں گیا اب تو یقین آیا۔ غرض جب کہیں بھی میری جوڑ کا شاعر نہ ملا واپس آگیا۔ آج صبح تہجد کی نماز سے پہلے ۱۲ بجے فون آیا کہ ہلو ...... میں نے کہا جی پورا ہل رہا ہوں۔ اوپر سے نیچے تک .... فرمائیے ..... آواز آئی بیٹا منشی منقی ..... میں نے کہا جی ہاں... کھڑا ہے.. خود جواب آیا بیٹا میں اکبرالہ آبادی کی روح ہوں تیرے کلام سے خوش ہوں میری طرف سے

یہ تبصرہ دنیا تک پہونچا دے ۔ اتنا سننے ہی میں منشی سے انگور بن گیا ۔ کہ سبحان اللہ ۔ حضرت اکبر تبصرہ فرمائیں گے ۔ رات کو آدھا سو رہا تھا آدھا جاگ رہا تھا کہ بوم میرٹھی نے خواب میں فرمایا کہ کوئی تو نمک حرام ہوتا ہے تم تو وطن حرام ہو ۔ پیدا ہوئے کمشنری میرٹھ میں ۔ تبصرہ لکھواتے الہ آبادیوں سے ۔ پاگل جو تبصرہ میں وطن لکھیں گے دوسرے کیسے لکھیں گے ۔ یہ تبصرہ اپنے دیوان میں شامل کرلے ورنہ میں پٹھان ہوں ۔ جنت میں ہی نمٹ لوں گا ۔ اس کے بعد جو میں پھولا تو خربوزہ بن گیا ۔ اگلے دن مدینہ منورہ سے ایک دوست خواب میں آئے کہ چوں کہ پاکستان اور ہندوستان کا آمد و رفت کا سلسلہ تو آج کل بند ہے ویزا بھی نہیں وہ براہ راست آپ کے خواب میں آنے سے مجبور ہیں ۔ مگر میرے خواب میں آکر عاشق لاہوری نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ افسوس منشی عالم تو لاہور میں پاس کیا وہ بھی رشوت دیکے تبصرے لکھوا رہے ہو یوپی والوں سے چونکہ تمہارا کلام ہی ایسا اونچا ہے کہ از خود تبصرہ بھیج رہا ہوں ۔ دیوان میں شامل کرلو ۔ اس خبر کے پاتے ہی تو میں منشی تربوز بن چکا تھا اور خدا کا شکر کر رہا تھا ۔ کچھ کچھ غرور بھی پھوٹ نکلا تھا ۔

تبصرے ملاحظہ ہوں :-

میں زبر دست خوش ہوں بلکہ زیر دست پیش دست غرض دست بدست خوش ہوں کہ میرے نام لیواؤں میں ایسے مادر زاد شاعر بھی ہیں ۔ کڑوے بادام پر تبصرہ آم امرود کی سرزمین پر پیدا ہونے والا کیا کر سکتا ہے ۔ بہرحال اس کلام کی مثال یہی سمجھ لیجئے کسی صاحب نے موچی سے جاکر کہا کہ یہ میرا جوتا ٹھیک ہو سکتا ہے ؟ اس نے اوپر نیچے گھما کر جواب دیا جوتا بالکل ٹھیک ہے ۔ صرف اوپر کا حصہ بدلوالیں گے تو مضبوط ہو جائے گا ۔ اگر نیچے کا حصہ بھی بدلوالیں تو پہننے کے کام بھی آسکتا ہے ۔ والسلام ۔ از اکبر الہ آبادی مقام علیین

وما توفیقی الا باللہ

بہرحال مجھے بے جا فخر ہے کہ کمشنری میرٹھ میں تو اب تک ایسا کلام لا نظام نہیں چھپا ۔ اور میرے معتقدین میں سے کسی نے چمگادڑ کی آنکھ کی طرح میرا نام روشن کیا ۔ منشی منقی اگر چاہیں تو اپنا تخلص اُردو میں انعام دے سکتا ہوں ۔ ان کے کلام میں صرف عالمانہ شان نہیں باقی

بالکل ٹھیک ہے۔ ذرا پرواز تخیّل میں کمی ہے باقی بالکل ٹھیک ہے۔ اگر پاکیزگی اور تصوّف ہوتا اور بھی مزہ آجاتا باقی بالکل ٹھیک ہے۔ جہاں یہ چھچھورے اور بے تکے اشخاص کے کام کا ہے اگر پڑھے لکھوں اور مدبّرین کے کام کا بھی ہوتا تو اور بھی اچھا ہوتا۔ باقی بالکل ٹھیک ہے اگر علم عروض کے نام سے بھی واقف ہو کر ردیف قافیہ وزن کا خیال ہوتا تو یہ شاعری بھی کہلاتی باقی بالکل ٹھیک ہے۔ اگر ضم کے پہلو اور سرقے سے پہلو تہی ہوتا تو مزہ آجاتا باقی بالکل ٹھیک ہے

تبصرہ سماپت ہوا ۔ ، از۔ لوم میرٹھی علیّین

منشی منکّایا اور دے کڑے بدام دی تریف میرے جیا مولی شاعر کی کر سکدا۔ جیڑے ویلے اسنوں ویکھدا ہوں میں اپنا ایک شعر زبان اُتّے آجاندا اے۔ بادشاہو مُن خود سمجھ لیویں تریف

تعریف اس خدا کی جس نے گدھا بنایا ٭ کیا خوشنما بنایا کیا خوش نوا بنایا

الجاہل اشارہ کافیست از لاہوری عاشق۔ مقام علیّین

یہ تبصرے سُن کر ناچیز منشی تربوز سے منشی پھکّا بن گیا اور اتنا پھولا اتنا پھولا کہ اوپر اُڑ کر فضا میں غائب ہوگیا۔ خدا جانے بچ گیا یا پھٹ گیا

تبصرہ زہر مار ہوا خدا ہضم کرے ، منشی منقّیؒ

آگاہی

اگر آپ نے غلطی سے میری سچی غلطی نکالنے کی غلطی بھی کی تو اطلاعاً عرض ہے کہ میں بمبئی کا مشہور و معروف و معذور دادا ہوں۔ پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال ہنستے ہنستے ہی رُلا دیتا ہوں۔ اور بھنڈی بازار کا ہر جوتے والا میری ٹوپی کی حفاظت کے لئے جوتا کیا پیر ہی اُٹھا لیتا ہے۔ چاہے اس کا پیر بھاری ہی کیوں نہ ہو۔ نیز آپ میرے لکھنے کی غلطی ثابت نہ کرنے پائیں گے جو میں آپ کے پڑھنے کا تصور ثابت کر چکا ہوں گا۔ کہ آپ خود اُردو نہیں جانتے اوروں کو کیا جنوائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ من ترا چاچا بگویم تو مرا چاچی بگو۔ یعنی میں بھی غصّہ تھوک دوں آپ بھی غصّہ چاٹ جائیے۔ ورنہ آپ کی ہی بے عزتی خراب ہوگی۔ کیونکہ عزت تو کبھی خراب

ہوتی نہیں ۔

آپ کا زہر خواہ مُصَنِّف

اس کتاب میں جو حروف بھی استعمال ہوئے ہیں وہ اور ان کا ہر لنڈا بچہ رجسٹرڈ ہے۔ اور اس رجسٹرڈ کو بھی غائب کر کے غیر آباد مقام کو رجسٹری کرا دیا ہے ۔ چنانچہ اگر کسی بغیر پڑھے لکھے نے ان حروف کا استعمال تو در کنار اپنی زبان پر بھی لانے کی کوشش کی زبان کو لگام دے کر کاٹ دیا جائے گا۔ اور بے زبانی کا درجہ علیٰحدہ بخشا جائے گا ۔ یہی نہیں اس کے علاوہ اس کی زبان پر ۲۴ گھنٹے کا کرفیو لگا دیا جائے گا ۔ یہی نہیں اس کے ساتھ بدزبانی سے بھی پیش آیا جائے گا ۔ وہ بھی تا قیامت کبریٰ ۔ اور اگر کسی اندھے نے آنکھوں سے دیکھ کر بھی ان حرفوں کو پڑھنے کی کوشش کی تو اس دیدہ دلیری پر دیدہ و دانستہ اس کے دیدوں میں دھول جھونک کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دو گھنٹے روز گھورا جائے گا ۔ ویسے گھنٹہ تو ایک ہی بھاری پڑتا ہے ۔ اس لئے بہتر ہے کہ صرف حسب ذیل حروف چھوڑ کر باقی سب حروف آپ استعمال کر سکتے ہیں ۔

اب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل گ م ن و ہ لا ء ی ے ھ جزم سکون تشدید اعراب زبر زیر پیش ۔

آپ کا مخلص دُعائے مغفرت گو

مُصَنِّف

۷۸۶

پیش لفظ نہیں زیر لفظ

منکہ ذرۂ ناچیز۔ حقیر۔ فقیر۔ خوش ضمیر۔ نیک خمیر۔ بے قلمدان وزیر نے جب اپنے دیوانِ عام میں پاؤڈر اور گڑھ کی چائے ڈال ڈال کر کڑوے بادام اُگائے تو انہیں کھا کر اور انہیں کی اپنی رگ رگ پر مالش کر کے شعروں کی شکل میں جنا تو بعض دفعہ دائیوں۔ نرسوں۔ لیڈی ڈاکٹروں کی مخصوص امداد حاصل کرنا پڑی۔ بہت سے شعر تو چھاتی پیٹ پیٹ کر اُگلے۔ یعنی بعض شعر تو نہاتے دھوتے غسل خانے ہی میں پھسل پڑا۔ اور بعض کھانا ٹھونستے ہوئے باورچی خانے میں نکل پڑا۔ ہائے ہائے ...۔ اور نہ جانے کس کس خانے میں یہ حادثہ پیش آتا رہا۔ اکثر ایک خانے میں تو کبھی بیڑی پیتے ہوئے کبھی سگریٹ وہ بھی چار منار کا۔ پاسنگ شو کا ...قینچی کا۔ پانچسو پچپن کا۔ کبھی ہاتھی کا پیتے ہوئے دھوئیں کے ساتھ ہی برآمد ہوتا رہا۔ البتہ خدا کے پورکرم یعنی خالص مہربانی سے کچھ شعر شریف خاندان بھی امپورٹ ہوئے۔ اور وہ مسجدوں، درگاہوں، امام باڑوں، مندروں، چرچوں میں حسب نیت حاضری کے موقعوں پر اور ان اشعار پاکیزہ کی خوشبو اس انداز سے پھیلی ہے کہ متقی کے انسان یا مائل بانسانیت ہونے کا حق الیقین شبہ ہونے لگتا ہے۔ بہرحال اس منتشر و آوارہ اولاد کو جو بہت مشکل سے پکڑ میں آئی کتاب کے احاطے میں قید کر کے محفوظ کیا۔ اگرچہ بہت سے بچے تو اب تک قابو ہی میں نہیں آئے۔ لہٰذا اس کا مطلب اُردو میں یہ ہے کہ میرے اشعار کی قاب میں ہر قسم کے انڈے ہیں مچھر سے لے کر عنقا تک اپنے اپنے منہ کے ماپ کا اٹھالیں یہ خیال رہے جتنے انڈے تھے حاضر کر دیئے۔ آئندہ ایک بھی انڈا دینے کی مجھ سے امید نہ کریں ویسے خدا کی قدرت سے منکر نہیں۔ آئندہ آپ کو امید ہو سکتی ہے۔

لہٰذا یہ اشعار صرف مسجد کا وعظ یا میلاد نہیں جو مومنوں ہی کے لئے ہو۔ یا محض درگاہ کی قوالی نہیں جو اربابِ دل ہی کے لئے ہو یا امام باڑے کی مجلس نہیں جو غمخوارانِ شہداء ہی کے لئے ہو۔ یا طوائف کے کوٹھے کا مجرا نہیں جو کم بخت بد قسمتوں ہی کے لئے ہو۔ کیونکہ یہ خادم نہ عالم نہ عامل نہ درویش نہ کامل نہ ہی کچھ زیادہ اوباش اور آوارہ ایک معمولی واجبی سا پڑھا لکھا شاعر ہے مختلف مقامات میں مختلف اوقات

میں مختلف قسم کے اشعار دماغ میں نازل ہو کر زبان سے خارج ہوئے جوں کے توں حاضر ہیں۔ یہ ہم نے بُرا مال چھپالیا۔ اچھا ظاہر کر دیا۔ جو لوگ سبق حاصل کرنے کے لائق ہیں کتے کے بھونکنے ہی سے خاموشی سیکھ جاتے ہیں اور جنہیں یہ استعداد نہیں وہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی گلستاں بوستاں سے محروم کیا مرحوم لوٹتے ہیں۔ بارش کا کام پیدا وار بڑھانا ہے۔ مگر اچھی زمین میں پھل پھول اُگتے ہیں بنجر زمین سے کانٹے آتے ہیں، وہی دریائے نیل موسیٰ علیہ السلام کو راستہ دیتا ہے، وہی فرعون کو تباہی بخشتا ہے۔ چنانچہ ناچیز کے جس جس جگہ جس جس میکر کا درد ہوا آپ سے ہمدرد سمجھ کر بیان کر دیا۔ کیوں کہ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر مراد آبادی میں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دیوان عام میں جہاں علماء و مشائخ داخل ہونے کی خواہش فرمائیں گے وہیں دانشطے باز یعنی آوارہ انسان بھی جمع ہونے کی کوشش کریں گے۔ جر کین کے چیلوں کو بھی ایک آدھ سیٹ مل جائے گی۔ اور آج کل کے قوال تو بالجبر مع ڈھولک باجے کے گھس ہی جائیں گے۔ یہ تجربہ مجھے اپنے یورپ ممالک کے دورے اور افریقہ کے سفر میں ہوا کہ شہنشاہ قوالان اصلی خاں یوسف آزاد اور بلبل پنجاب کامنی دیوی کو میرے کلام پر کتنی حرارت اور خراب ادادے ہیں۔

اسٹیج کی رانی شکیلہ بانو بھوپالی کی خواہش کا تو یہ عالم تھا کہ شعر میری پیٹھ سے پیٹ میں پیٹ سے سینے میں سینے سے حلق میں آنے بھی نہ پاتا کہ وہ وہیں سے ہاتھ ڈال کر کھینچ لینا چاہتی تھیں ویسے ہاتھ ڈالنے کا چانس میں بھی آسانی سے نہیں دیتا۔

باقی و بااللہ التوفیق — مُنشی مُنقی

عارضۂ تصنیف

میں کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا شاعر تو ہوں نہیں کہ جس کی تصنیف کا ایک ہی عارضہ ہو۔ ہزاروں شاہی مرض ہیں۔ لاکھوں خفیہ بیماریاں ہیں۔ جن کے باعث تصنیف کا دورہ پڑا۔ چند جائز عوارض عرض ہیں۔

اچھا کھانا خاص کر دسہری آم اور دودھ۔ اچھا پہننا۔ بچوں اور خاندان کی پرورش ٹھاٹ سے کرنا۔ چار مینار کے بجائے پانچسو پچپن اور لکھنؤ کا خمیرہ نقرئی حقے میں پینا جس میں طلائی مُنھال لگی ہو۔ بس کی لائن سے بچکر موٹروں میں پھرنا۔ بنگلوں میں رہنا۔ غرض دولت شہرت۔ عزت۔

مشیخت ۔ بُرائی کہ بہچو ما ڈنگرے نیست ۔ جدھر سے گذروں لوگ میری طرف انگلی کر کے بلکہ ہاتھ پورا کر کے کہیں یہی وہ ہستی ہے جس نے اپنے دیوانِ عام میں کڑوے بادام بانٹے ہیں ۔ یہی وہ بہادر ہے کہ جس کی شان میں فلاں ہیروئن گاتی گاتی گر گئی ۔ کہ ذرا سامنے تو آچھلیئے ۔۔۔۔ یہی وہ خوبصورت سجیلا کنوارا پیدائشی شاعر ہے جس کے قدموں پر گر کے سیکڑوں پریاں گاتی ہیں کہ سیّاں تورے کارن میں جوگن بن جاؤں گی ۔

یہی وہ مومن ہے جس کے گھر پر پابندی سے خواجہؒ کی چھٹی شریف غوثؒ کی گیارہویں شریف صابرؒ کی تیرہویں محبوبؒ کی سترہویں قلندرؒ کی وہی یخنی بارہ وفات پر میلاد شریف کے بعد بارہ مہینے مرغ ملائی کا لنگرِ عام ۔ محرّم شریف پر تنیز کا کھچڑا ئے خاص ہوتا ہے ۔ اور بلا ناغہ ہر عرس پر ہوائی جہاز سے حاضری دیکر قوالی میں وجد کرتا ہے اور دل کھول کر قوالوں کو نذر پیش کرتا اور ہر سجادہ کو شیروانی کے بٹن کھول کر نذرانے دیتا ہے ۔ یہی وہ سپوت ہے جو ہر سال والدہ کے قدموں کے سائے میں حج کرتا ہے ۔ اور موقعہ ملنے پر حج کے زمانے ہی میں ماں کے قدموں پر دم توڑنا چاہتا ہے ۔ غرض اسی قسم کی اور بے تعداد چیزیں ہیں ورنہ آپ فرمائیں تو میں یوں عرض کردوں کہ جگر ۔ جوش ۔ فیض ۔ عدم ۔ احسان ۔ مجروح ۔ خمار ۔ ساحر ۔ احسن رضوی دانا پوری ۔ پرتو لکھنوی ۔ محمود سرورش ۔ مشیر جھنجھانوی ۔ ہلال سہاوری ۔ عبدالرؤف غم ۔ سرتاج ال انا ڈنزان ظفر احسن ۔ شاہد بجنوری ۔ رفیع اجمیر شریفی ۔ شاداب ۔ نشتر سنتیؔ ۔ شمیم جے پوری نے سفارشوں کے ڈھیر لگا رکھے ۔ خدا رسول کے واسطے دے رہے ہیں کہ اگر آپ نے یہ پیارا دنیا سے نیارا کلام اچھوتا کلام بالغ کلام نہ چھپوایا تو دنیا پر ظلم ہوگا ۔ شاعروں پر ستم ہوگا ۔ شاعری خودکشی کر کے زہر پی لے گی اور بیوہ ہو جائے گی ۔ تمام حکیم ڈاکٹروں نے عریضے بھیجے کہ اے قبض کشا اب اگر آپ نے دیر کی تو ہمارے پیشے پنشن لے لیں گے ، حکمت بانجھ ہو جائے گی ۔

پاکستان ۔ ہندوستان ۔ بنگلہ دیش نے مشترکہ اپیل کی ہے کہ اگر آپ نے یہ مصلحِ اور یک جہتی کے کلام کا پٹارہ نہ کھولا تو برِّصغیر میں امن ہی ناممکن بن جائے گا ۔ امریکہ اور روس نے تو خواب میں بھی آ آکر کہنا شروع کر دیا کہ منشی جی جوہری کلام جلدی سامنے لاؤ ورنہ ایٹمی جنگ کا خطرہ دنیا کے سر پر منڈلا رہا ہے ۔ فرمایئے فرمایئے یہ وجوہات بیان کردوں ؟ ۔۔۔۔۔۔ ورنہ اصل وجوہات کتاب چھاپنے کی وہی ہیں جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دولت ۔۔۔ شہرت ۔۔۔ عزّت

شیخی ..... ہمچو ماڈنگرے نیست ۔

وما علینا الا البلاغ   منشی منقیؔ

دیباچہ

لکھنے سے پہلے میرے کاتب صاحب کتابت سے توبہ کر کے فقیری لے کر بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جا کر اللہ اللہ کرنے لگے ۔ ناچیز سے ذرا سی بات پر ناراض ہو کر اول تو دنیا میں مجھ سے کوئی بھی ہاں راض نہیں سب ہی ناراض ہیں ۔

ہوا یہ کہ میرے چھوٹے لڑکے شرف ابراہیم سلمہٗ نے ان کی قلم دوات چرالی بس بگڑ گئے حالاں کہ میرے دونوں بڑے لڑکوں نے یعنی حافظ اشرف علی واحمد علی نے انہیں خوب دھمکایا ۔ نیز میں نے مجبوراً کتابت کے پیسے آج تک نہیں دیئے ۔ کون سے مرے جا رہے تھے ۔ مرتے بھی تو میں پیسے تھوڑا ہی مارتا؏ مجبوریاں سب کے ساتھ ہوتی ہیں ۔

ہوا یہ کہ ایک مرتبہ انہوں نے پیسے مانگے تو مجھے موٹر لینی تھی ۔ دوسری دفعہ اس وقت مانگے جب مجھے ٹیلی ویژن لینا تھا ۔ تیسری بار اس وقت مانگے جب مجھے دیس جانا تھا ۔ چوتھی مرتبہ پیسے مانگے تو میرا بینک بیلنس صرف دو لاکھ رہ گیا تھا ان کو بھی اس میں سے پچاس روپے دیدیتا تو باقی ہی کیا رہتا ۔ وقت کی تو ان کو خود تمیز نہیں ۔ اب اگر میں بتا دوں کہ پرسوں انہوں نے کیسے بے موقعہ پیسے مانگے تو آپ کا ہارٹ فیل ہو جائے گا ۔ سُن لیجئے میں نے جانے کس کس طرح جمع کر کے ۳۰ لاکھ کا سینما تیار کرایا تھا ۔ میرے احباب میں سب ہی متقی پرہیز گار لوگ ہیں ۔ ادھر تو ان سب کا تقاضا کہ بھئی آج تو اس مبارک افتتاح کے موقعہ پر شراب اور طوائف کے مُجرے کی پارٹی لے کر ہی چھوڑیں گے اُدھر یہاں میں جکی دا ہے کی طرح کاتب صاحب آگئے کہ آج تو پندرہ روپے ہر حالت میں چاہئیں ۔ جیب میں میری کُل تین ہزار روپے ۔ آپ ہی فرمایئے میری پوزیشن کتنی نازک تھی ۔ کل بھاگے آئے کہ ایک مصیبت تازہ آگئی ۔ میرے بچہ پیدا ہو گیا ۔ میں نے گھبرا کے کہا آپ کے ؟   بولے نہیں ایکے تو وہ اپنی ماں کے ہوا ۔ بتایئے

؏ ان کی قبر پر گلاب جامنیں لے جا کے انہیں کی فاتحہ دیکر کھا جاتا ۔

میں دوستوں کے ساتھ شبرات کی رات میں ری کھیلوں یا ان سے نمٹوں۔

اوّل تو بچّہ کون سا میرے مشورے سے پیدا ہوا۔ ورنہ میں کتنا یہ حادثہ بعد میں رکھنا۔ سہولت سے مگر نہیں ..... وہ تو ہر تقریب ایسے ہی موقع پر رکھیں گے جب میں کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ اماں میری کتابت شروع کرتے ہی بیمار بھی ہونے لگے، راشن بھی خریدنے لگے، بچّہ بھی پیدا کرنے لگے یہ سب میری ضد میں ہی تو ..... آج صبح ہی صبح ڈلکی چال سے آئے کہ بلیک سے دوا لینی ہے۔ اُدھر مجھے سو بوتلیں جانی واکر شراب کی بغیر بلیک مل رہی تھیں۔ ویسے دو سو بوتلیں گھر میں بلیک سے خریدی ہوئی تھیں۔ مگر یہ بغیر بلیک ملتی تھیں۔ آپ ہی بتائیں کسی مسلمان بھائی کا چار پیسے کا فائدہ ہو تو خوش ہونا چاہیے؟ مگر آج یہ ہمدردی اور ایمان ہے کہاں؟ خاص کر میرے کاتب صاحب میں۔ پھر کمال یہ کہ کاتب صاحب ننگے بھوکے نہیں۔ چھ روپے روز کے آرٹسٹ ہیں۔ ماشاءاللہ پرانی سہی سائیکل بھی ہے۔ ایک چھ بائی چھ فٹ کا کمرہ کرائے پر بھی ہے۔ جس میں ان کے سات بچّے اور وہ بیوی سمیت ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ ہاتھ میں دو دو انگوٹھیاں چاندی کی بھی ہیں۔ کئی قلم دواتیں ان کی ذاتی ملکیت ہیں بغیر کسی کی شرکت کے۔ بوڑھے بھی نہیں ۸۰ برس کے اندر ہی ہوں گے کس چیز کی کمی ہے۔ اور سُنئے محلّے میں اگر کسی کی ختنہ ہوتی ہیں وہ آمدنی الگ تھی۔ محلّے کی آبادی پانچسو آدمیوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سے دو سو کی تو روز ختنہ ہوتی ہوں گی؟ میں نے چھ مہینے سے پیسے نہیں دیئے تو کیا مسلمانی کا معاملہ تو آپ جانتے ہی ہیں روکڑا رہتا ہے۔ کیونکہ پورے محلّے میں مسلمانی کی تقریب کے رقعے بھی تو لکھتے ہیں۔ دوسرا کاتب ہی نہیں۔ مگر وہ تھے ہی بے صبرے یہ کہہ کر چلدیئے کہ دیکھوں بغیر دیباچے کے کتاب کیسے چھاپ لوگے۔ دیکھا یہ ہے ہماری قوم کے کاتبوں کا حال کہ پڑھنے والوں کو بھی حال آگیا ہوگا۔

میں نے بھی کہدیا کہ کاتب دیوان ہی تو ہیں آپ۔ میں صرف کاتبِ تقدیر سے ڈرتا ہوں۔ لہٰذا اس کتاب کے خریدنے کا جرمانہ میں پونے آٹھ روپے رکھ رہا تھا۔ دیباچہ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اپنی پاولی کم کرکے ساڑھے سات رکھنا پڑا۔

بول کاتب بھائی کی جے —

منشی منقّی

سنگین معذرت

یوں تو انسان بامداد شیطان حسب توفیق جھوٹ بولتے ہی رہتے ہیں۔ مگر آپ کے خادم نے کبھی زندگی میں جھوٹ نہیں بولا۔ اور انشاء اللہ مرنے کے بعد بھی نہیں بولے گا۔ حالانکہ آپ کو یقین نہیں ہو رہا ہے۔ آپ ہی کہئے جب جاگتے ہوئے نہ بولا سوتے ہوئے کیا بولے گا۔ اور کبھی دن میں ہزار دو ہزار بار بولا بھی ہو گا تو جھوٹ سمجھ کر نہیں۔ کمال سمجھ کر۔ گناہ جان کر نہیں ثواب سمجھ کر۔ کیوں کہ مجھے جھوٹ سے اتنی چڑھ ہے کہ میں اپنے سوا جھوٹ بولنے والوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ لہٰذا اگر میری اس کتاب میں علمی یا فنی یا اخلاقی غلطی نظر آئے تو وہ کتابت کا قصور ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ اس کے کاتب مشہور شاعر شمیم فیض آبادی جو آج کل کئی جگہ کہانی اور مکالمے بھی لکھ رہے ہیں، ان کے بڑے بھائی نسیم فیض آبادی ہیں یہ انہی کا فیض ہو سکتا ہے۔ دوسرے میری کتاب کا قصور تو ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کی کم علمی کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

کہاوت تو یہ ہے کہ میاں جنگل کے جانور طرح طرح کی بولیاں بولتے ہیں۔ حالانکہ آبادی کے انسان بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں۔ لیعنی ہر معاملے میں خدا نے انسان کو اشرف بنایا۔ مگر زبان کے معاملے میں ناچیز نے جانوروں کو زیادہ متحد و متفق و مطمئن پایا۔ احقر کم سے کم تین چوتھائی دنیا میں گھوم کر آیا ہے مگر بخدا جس طرح یو پی کا شیر گرجتا ہے اسی طرح لندن کا۔ جیسے کشمیر کی چڑیا چوں چوں کرتی ہے۔ ویسے ہی پیرس کی۔ جیسے سندھ کا گدھا بولتا ہے اسی طرح بنگال کا۔ جس انداز سے پنجاب کا کوا مہمانوں کی خبر دیتا ہے ویسے ہی افریقہ کا۔ جس سُر سے بمبئی کے کھٹمل، مچھر، چوہے جھینگے کیکڑے گاتے ہیں اسی سُر سے جرمن کے اور طرہ یہ کہ جانوروں کی شکل اور جسامت بھی ۹۵ فیصدی یکساں ہے۔ مگر افسوس انسان ہر پندرہ میل کے بعد اپنی زبان بدل دیتا ہے۔ اب فرمائیے میں کس کس کو اپنی زبان سمجھاؤں۔

بمبئی میں لندن جا کر انگریزی نہیں سمجھا تھا تو غلطی انگریزوں کی تھی جنہوں نے ہمیشہ مجھ سے

غلط انگریزی بولی۔ بھلا صحیح بولتے تو میری سمجھ میں کیوں نہ آتی۔ لیکن آپ ہندوستانی ہو کر ہندوستان کے کڑوے بادام کے ذائقے سے ناواقف رہیں تو قصور آپ کا۔ ایسے صاحبان کو اب تو معاف کرتا ہوں۔ بعد میں پھر آؤں گا۔ پھر نہ کہنا کہ معاف کر دیا با جمعرات کو آنا۔

حق گو مُصنّف

تعارف

ایک بہت اچھے گھر میں یہ بہت برا لڑکا ۳۰ نومبر ۱۹۱۵ء فرصت میں چھٹی کے دن اتوار کو سورج نکلنے سے ۳۰ منٹ قبل محلّہ سدریاں قصبہ کیرانہ شریف ضلع مظفر نگر کمشنری میرٹھ صوبہ یوپی (جو اتر پردیش بن کر بھی یوپی ہی رہا) ملک ہندوستان سیّارہ زمین پر جب ناپید ہونے کے لئے پیدا ہوا تو محلّے میں ڈھول تاشے بج رہے تھے اور شعبان علی خصوصاً سیاہ لباس پہنے ماتم کر رہے تھے۔ میرے آنے کی وجہ سے نہیں بلکہ غم شہداء کے اظہار کے لئے کیونکہ محرّم شریف کی ۶ تاریخ تھی۔ جبرے محلّے سے مہندی آ رہی تھی۔ میری تینوں پھوپھیوں نے بلائیں لے کر بیک زبان کہا اللہ رکھے میرے بچّے کے غمخوار شہدا ہونے کی نشانی ہے۔ بچہ رات کو حضرت بابا فرید رح کی میٹھی کھچڑی پر نذر بھی تو ہے۔ خیر سے بچّے کے صوفی منش ہونے کی نشانی ہے۔ بھینس کے کئی بار بولنے پر تینوں نے کہا کیا ہے اُکھڑی تو بھی خوش ہو رہی ہے۔ ہو بچّے کے زمیندار ہونے کی نشانی ہے۔ اتنے میں مُرغ صاحب کھڈلے میں خوب گدکا پٹا کھیلنے لگے۔ اور گیت نما آوازیں نکالنے لگے۔ بڑی پھوپھی نے کہا اے اِکرا ما اری صاحب جان یہ مُرغ نگوڑا تو میرے لال پر قربان ہی ہوا جا رہا ہے۔ پھر تینوں ایک ساتھ بولیں میرے بچّے کے مُرغ خور ہونے کی نشانی ہے۔

تھوڑی دیر بعد تمام مسجدوں سے اذان کی ایمان افروز آوازوں نے فضا کو منوّر و معطّر کر دیا خاص کر جامع مسجد سے مُلّا اسحٰق کی سامعہ نواز آواز نے مجھے آگاہ کیا میری ہی اذان پر مکتب کی حاضری اور چھٹی ہوا کرے گی۔ حافظ رحمت اللہ صاحب سے پٹتے ہوئے میں ہی چھڑایا

کر دوں گا۔ پھوپھیوں نے بیک زبان کہا حق نام جلّ شان سچّا تو سچّا تیرا حبیب سچّا۔ کیوں نہ ہو میرے پیارے کے مومن نمازی ہونے کی نشانی ہے۔ یہ سب کام ساڑھے سات منٹ میں ہو چکے تھے۔ پونے آٹھواں منٹ شروع ہوتے ہی اللہ کی دل کش اور چلبلی کچھ مخلوق گلے میں ڈھولک ڈالے تالیاں بجاتی۔ اُچکتی۔ پُھدکتی۔ دروازے پر آ ڈٹی۔ محلے میں جو بچے اس وقت تک پیدا ہو چکے تھے یا پیدا ہونے والے تھے وہ بھی ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ اور وہ لوگ اپنے فری اسٹائل گانے میں غرق۔ اتنا میں نے بھی سُنا۔ جیو جیو رے للاّ۔ جیو جیو رے للاّ ۔۔۔۔ آئے اللہ کی پناہ۔ پیروں کی مدد۔ ولیوں کا سایہ۔ زچّہ بچّہ کا صدقہ ۔۔۔ آئے جُھمکا گراری بارے لی کے بازار میں جُھمکا ۔۔۔ آئے ساس مورے بس میں نا نند مورے بس میں ۔۔۔ اللہ جانے ری چھوٹا کا ئیست کس کے بس میں۔ اے دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو میاں کا خیر ۔۔۔ آئے سارو تا کہاں بھول آئے پیارے نند ویا۔ برفی موری نند کھائے پیڑہ نند ویا ۔۔۔ میں بچاری ربڑی کھاؤں رونا چاٹے سیاں۔ سارو تہ کہاں بھول آئے ۔۔۔۔۔ غرض ایک ایک منٹ میں سات گانے اور سولہ سُر بدلتے رہے۔ دادی اماں نے فرمایا ابھی تو بچّہ ہونے کی خبر میونسپلٹی والوں کو ہوئی نہ پولس والوں کو۔ ان مری لیسوں کو کہاں سے اتنی جلدی خبر ہو گئی۔ اے لٹاماً ٹلاان غیبیوں کو کچھ دے کر۔

تینوں پھوپھیوں نے چار چار آنے کمربند میں سے، کسی نے ڈوپٹے کے پلّے میں سے، کسی نے روئی کی بنڈی میں سے نکالے بھجوا دیئے۔ ان لوگوں نے ۱۲ لیکر کہا ہائے ہائے ابھی تو ہماری پاؤلی کم ہے۔ میاں کا خیر اللہ سلامت رکھے۔ اے پیارے نند ویا۔ ابھی ان کی پاؤلی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک بندر ان کی قدم بوسی کے لئے جو آیا تو وہ ہائے اوئی اللہ۔ ارے غیبی تیری قبر میں کیڑے پڑیں۔ ارے تیری جوانی غارت ہو کہاں گھسنا چاہ رہا ہے۔ کیا ارادہ ہے بدنظرے کہتے کہتے بھاگے۔ بندر بہاشے۔ انہیں بھگا کے ہمارے باورچی خانے سے آدھا دودھ پیا آدھا گرایا۔ لالٹین کی چمنی توڑ کر اندھیرا کیا۔ اوپر ابا کے کمرے میں جا کر خواجہ صاحب کی درگاہ کا نقشہ لگا ہوا تھا اس کا فریم توڑا۔ نیچے اگالدان پر کودا اگالدان فرش پر اوندھا ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے میرے والد صاحب کے کمرے کی پاکیزہ صاف چادر

گندہ اور داغدار ہو گئی۔ جلتے ہوئے حقّے کی چلم قالین پر گرا کے نئے کو پرانے سے بدتر کر گیا۔ آپا زبیدہ نے جلدی جلدی آگ ہٹائی۔ ان کا ہاتھ جھلس گیا۔ ۳ منٹ میں یہ ڈرامہ ختم کر کے بندر جا چکا تھا۔ مگر ابّا ٹھنڈی سانس بھر کر تینوں بہنوں کو جواب طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ اب تو کچھ بولو۔ بچے کے یہ کیا ہونے کی نشانی ہے؟

پھوپھیاں اپنے نماز کے انتظام میں اٹھ گئیں۔ مگر والد کی نظریں اسی جواب کی منتظر تھیں۔

جلبنہ بحیثیت فلم اداکار

پیشانی دلیپ کمار جیسی۔ چال موتی لال جیسی۔ ایکٹنگ کنھیا لال جیسی۔ دانت ہیرا لال جیسے۔ کان پران جیسے۔ ناک رحمان جیسی۔ آنکھ بھگوان جیسی۔ رنگ خیسہ (یعنی خس جیسا) کمال کمال امروہوی جیسا۔ ارادے کے آصف جیسے۔ قسمت رفیع اجمیر شریفی و منشی منقّی جیسی۔

جلبنہ بحیثیت شاعر

آنکھ درویشوں جیسی۔ پیشانی عالموں جیسی۔ ناک خودداروں جیسی۔ کان ہمدردوں جیسے۔ سینہ غمخواروں جیسا۔ چال معقولوں جیسی۔ راستہ نامعقولوں جیسا۔ ارادے ظریف لکھنوی۔ اور ظریف دہلوی جیسے۔ ان کو پیش کرنے کے لئے قابلیت منشی منقّی جیسی۔

صحت

انسان کے تندرست موٹا ہونے کے دو ہی اسباب ہیں یا تو خدائے رحمان اپنے کرم سے بےفکری دے یا شیطان اپنی مہربانی سے بےغیرتی بخشے۔ تیسری وجہ قیامت سے بارہ برس بعد تک بھی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اپنے اعمال کی وجہ سے بےفکری تو مل نہ سکی۔ ویسے

شیطان کو بھی گھاس کم ہی ڈالا ۔ لہٰذا عمر کو دیکھتے ہوئے تندرستی خاصی ہی سی ہے ورنہ اس عمر میں گھوڑا پہونچ جاتا ہے تو میونسپلٹی والے گولی مار دیتے ہیں ۔ میں تو پھر بھی پھر رہا ہوں ڈُلکی نہیں قدم ہی سہی (ڈُلکی اور قدم گھوڑے کی مشہور چالیں)

خاندان

ڈاکٹر اے شمس جو میرے شریف دوست ہیں کہنے لگے منشی جی آپ کا خون ٹیسٹ کر کے دوا تحریر کر دوں گا ۔ میں یہ سُنتے ہی آپے سے باہر ہو گیا اور کہا مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی ۔ آخر کیا سمجھ کر آپ کو میرے خون پر شک ہوا ۔ میرا خون تو خون پسینہ بھی نہیں ٹیسٹ کراؤں گا خدا کے کرم سے وہ بھی نجیب الطرفین صحیح ہے ۔ خدا کی شان حضرت عثمان غنی رضؓ ذوالنورین کی اولاد میں حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیا ان کی اولاد سے حضرت نواب مقرب الخاقان یعنی وزیر جہانگیر اور ان کی اولاد سے میں ہوں ۔ یعنی مخدوم زادہ ۔ نواب زادہ پیر زادہ ۔ میرے پیچھے سے ایک حقارت آمیز ہنسی کے ساتھ آواز آئی کہ بس ؟ میں نے مڑ کر جو دیکھا مریضوں میں ایک حجّام بیٹھا تھا ۔ میں نے کہا مطلب ؟ اس نے کہا مطلب یہ ہے کہ جن بزرگ کی اولاد سے میں ہوں وہ سب سے پہلے انسان اور (رسولؐ پاک کو مستثنیٰ کر کے) سب سے پہلے پیغمبر ۔ یعنی آدم علیہ السلام ۔ لہٰذا آپ صرف پیر زادے ہیں ۔ میں پیغمبر زادہ ہوں ۔ یہ سُن کر سب دنگ رہ گئے ۔ جب سے میں اپنا خاندان بتاتے ہوئے شرمانے لگا ۔

والسّلام باقی سب خیریت ہے ۔ داد خواہ مصنّف

میرے نٹلُوئیے دوست

(کیوں کہ لنگوٹیے دوستوں کو تو وطن میں خدا رسولؐ کی حفاظت میں رکھ آیا ہوں)

یعنی یہ وہ سبز قدم بھاگوان ہستیاں ہیں جن کی موجودگی میں میری آبرو خطرے ہی میں رہتی ۔ ان لوگوں نے جہاں چاہا اور جو چاہا میری جائز شان میں ناجائز الفاظ چپکا دیئے ۔ چپکنے کے

کیا حالت ہوتی ہے آپ کو خود تجربہ ہے ۔ خیال فرمائیں کہ جب ان کشتگان صاحبگان نے
ے محفل میں نہیں بخشا تو تنہائی میں کیا کثر چھوڑی ہوگی ۔ یہی وہ غازی نما شہید ہیں جنہوں نے
اجائز اور برُے کام میں میرا ساتھ دیا ۔ کیوں کہ اچھے اور جائز کام میں تو سوائے خدا رسولؐ کے ساتھ
ہی ساتھ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ۔ مثلاً آپ جوئے میں پکڑے گئے ۔ شراب پی کر کسی کی ناک
لی یا بغیر ٹکٹ بس کنڈکٹر کے جوتے مار دیئے ۔ انکم ٹیکس مانگنے پر انکم ٹیکس آفیسر کے دہپ
ندیا ۔ پولس والوں کو ہفتہ مانگنے پر ہفتہ کس دیا یا مشاعرہ کرا کے شاعروں کا نذرانہ مار لیا ۔
ئی منشّی کی شیروانی مار لی وغیرہ کاموں میں ہی ساتھ لینا پڑتا ہے ۔ الغرض حسب ذیل حضرات
، صحبت کا مجھے فخر بالجبر ہے ۔ مگر آپ کو خدا ہر موقع پر بالجبر سے محفوظ رکھے آمین ۔

آپ کا بیرخواہ مُصنّف

ہم اپنے بیٹوں پوتوں سے سُنتے آئے ہیں کہ پٹھان پندرہ پشتوں کے بعد بھی بدلہ لے کر چھوڑتا ہے ۔
س کر قائم گنج کا پٹھان تو اس بات پر اب تک قائم ہے ۔ رہا عرب کا پٹھان تو اس کا تو
ٹ بھی لے لیتا ہے بدلہ ۔ اماں ہوا یہ کہ عبدالرؤف صاحب غمؔ (سابق سب انسپکٹر پولس) بے غمی
ے چچا زاد نہیں سگے پڑوسی ہیں موضع بمبئی میں ۔ میرے غریب خانے اور ان کے امیر خانے کے درمیان
ے دیوار ایسی تشریف فرما ہے جیسے دو آنکھوں کے درمیان ایک ناک ۔ ان کا چھوٹا لڑکا محبوب خاں
نچ بالوشاہی لے کر آیا کہ چچا مجھے شاعری میں شاگرد کر لیجئے ۔ میں نے کہا مٹھائی رکھ جاؤ شاگرد پھر کبھی کر
ں گے ۔ بولے شاگرد ابھی کر لیجئے مٹھائی کہئے تو واپس لے جاؤں پھر لا دوں گا ۔ خیر ۔ شاگرد کر کے ایک بالو
ہی انہیں دیا چار تقسیم کر دیئے ۔ وہ گھر جا کر بولے ممّی چچا کا شاگرد ہو گیا ہوں شاعری میں ۔ انہوں نے کہا
اری عمر باپ نے سر کھپایا اب بیٹا کثر پوری کرے گا ۔ محبوب نے کہا باپ کا بدلہ ہی لینے کے لئے تو شاگرد
ہوں ۔ انہوں نے حیرت سے پوچھا بدلہ ؟ بولے ممّی نئے دن ابا کو پریشان نہیں کرتے تھے چچا کر رؤف بھائی دیکھئے
زن تو نہیں بڑھ گیا ردیف تو نہیں گری ۔ دیکھئے اس کا قافیہ تو تنگ نہیں ہو گیا ۔ اب یہی چیزیں ان سے
پوچھوں گا ۔ وہ بھی کبھی ان کو شوٹنگ پر جاتے ہوئے ، کبھی سوتوں کو جگا کے سارا گھر خوب ہنسا ۔
ابی نے کہا بھلے آدمی مٹھائی بھی دی چچا کو یا سو کھا ہی ٹرخایا ۔ بولے سو کھا کیوں اپنے گھر آج غریب نواز
ھٹی شریف تھی نا ۔ آپ نے چار بالوشاہی چچا کیلئے چار شیخ عمر دراز کیلئے بھیجے تھے نا میں نے تین راستے میں چکھ لئے
نچ پہ شاگرد ہو گیا ۔

(غرض ان کی غزل بے بدل صفحہ ۳۲ پر ہے)

پاؤ درجن حج کردہ **سیّد سکندر شاہ میاں** پاپولر کارپوریشن A.D.M.
اینڈ سیلز ۲۷۳ - ویسٹ باپٹی روڈ - بمبئے ۸ - فون :- ۳۷۹۳۶۶
(منّو بھائی سیلز دی پرینسٹی ٹیو)

(میرے سوا) سب کے **عاشق بھائی ڈکار و** جن کی طیارہ شکن
ورائٹ مارڈ کار سے امریکہ اور روس لرزہ براندام ہیں - حالانکہ خانصاحب
انجمن رامپوریان کے سکریٹری ہیں - شاعر ہیں - رونق محفل ہیں - حقیقتاً ملنسار
ہمدرد - کھدّر کے قدردان مگر ڈکار کے ڈر سے دنیا پریشان -

(تسلیم شدہ چچا) **خواجہ فضل حق** صاحب مالک دین ٹریڈرا ۱۵
ڈھبو اسٹریٹ - بمبئے ۳

اسحٰق سیٹھ چونا والا مالک ث اسمٰعیل **شیخ عمر چونا والا**
ماہم ریتی بندر - بمبئے ۱۶

عبد الرحمٰن صاحب مالک تہذیب ٹیلر کارنج والا بلڈنگ
مورلینڈ روڈ - بمبئے ۸

حاجی الانا عمر ۔ لکی مینشن

پہلی منزل ۔ کمرہ نمبر ۶ ۔ محمد علی روڈ ۔ بمبئی ۳

ہونے والے حاجی رؤف بھائی تاج میٹل ہاؤس ۱۴۲/۱۴۰

سن لائٹ ہاؤس ۔ گراؤنڈ فلور ۳ ۔ گوگھاری اسٹریٹ ۔ بمبئی ۳

حاجی اخلاق صاحب ہینڈی کرافٹس ۔ سوم پیلس ۔ گراؤنڈ

فلور ۔ نزد السو پٹرول پمپ ۔ کلیر روڈ ۔ بائی کلہ ۔ بمبئی نمبر ۸

حاجی حافظ جمیل الرحمن و حاجی حبیب الرحمن و حاجی عزیز الرحمن

صاحبان مالکان مراد آبا میٹل ہاؤس ۳۸۴ بھنڈی بازار بمبئی ۳ ۔ فون: ۳۳۳۱۷۰

ڈبل تبل حاجی محمد یوسف بنارسی ساڑھی والے

جمال بلڈنگ ۔ دوسرا منزلہ ۔ محمد علی روڈ ۔ بمبئی ۳

صوفی عبدالقادر سیٹھ صاحب جوہری ۳۸۴ دوسرا منزلہ

بھنڈی بازار ۔ بمبئی ۳

چور پہ مور

احسن علیگ صاحب (سب انسپکٹر پولس کا گھرانہ علی گڈھ میں ہمیشہ وقعت سے دیکھا گیا۔ ان کی شاعری کو ملک میں رہبری کا درجہ دیا گیا۔ میرے دشمنؔ ان کے صاحبزادے ظفر احسن نے کہا۔ منشی جی مبارک ہو آپ کے کڑوے بادام کی مٹھاس کافی پھیل رہی ہے۔ مگر اتنی مہنگائی میں کتاب چھاپنے کی کیا سوجھی آپ کو۔ میں نے کہا مہنگی شاعری مہنگے ہی زمانے میں چھپتی ہے۔ وہ ہنس دیئے اور بولے کہ میں چوں کہ کئی جگہ کہانیاں لکھ رہا ہوں وقت کم ہے آپ میک۔ڈہ مووی ٹونس میں چلے جائیے ڈریس کا ماپ دینے اچھا رول ہے آپ کا۔ پکچر کا نام ہے " چور پہ مور "

اپنے مجید خاں بھائی پروڈیوسر ڈائریکٹر ہیں۔ اور ایسوسی ایٹ پروڈیوسر جیلانی صاحب آپ کے دوست۔ میوزک کلیان جی آنندجی۔ ایڈیٹر پی ایس ولگلے صاحب۔ کیمرہ مین۔ واسونائر۔ آرٹ ڈائریکٹر۔ اے اے مجید۔ رائٹر بے نیازمند۔ آرٹسٹ بھی رادھا سلوجا امبریش کا پڑیا۔ حنا کوثر۔ رضا مراد۔ انوپ ما۔ درپن۔ چاند عثمانی۔ مہر ڈیسائی۔ سیما کپور۔ اور نادرہ ہیں۔ اور منشی منقیؔ بھی۔ ان کی ایک فلم ریلیز ہونے کو تیار ہے۔ " زمانے سے پوچھو "

اس میں بھی امبریش کا پڑیا۔ کابیری چودھری۔ سریندر۔ انوپ ما۔ درپن ستیہ دیپ۔ بے لُبُر۔ راج کشور۔ فریال ہیں۔ ڈائریکٹر ابرار۔ پروڈیوسر مجید خاں ہی ہیں۔ کیمرہ۔ واسونائر ہی کا ہے۔ میوزک شاردا کا۔

ظفر صاحب نے یہ سب باتیں ایک سانس میں فرماکر کہا جلدی جائیے۔ منشی جی بعد میں تفصیل سے ملیں گے۔ آفس پر قابعن بھی آپ کے دشمن ۲ ڈائریکٹر سید عشرت حسین ہیں۔ خداحافظ۔

خوش فہمی

ایک دفعہ ملاڈ سے کریم سیٹھ (مالک پشپا پکچرز ناز بلڈنگ بمبئی) کے ساتھ خدا بخشے عامل رشید۔ ساحر لدھیانوی یہ ناچیز بمبئی آرہے تھے۔ فلم انڈسٹری میں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ یعنی میں نیم نیا تھا۔ کریم سیٹھ اور ان کے صاحبزادگان کی تعریف کافی سنی تھی کہ اس لائن پر چلتے ہوئے بھی بہت سی برائیوں سے پاک ہیں۔ سگریٹ تک نہیں پیتے۔ غفار بھائی تو سگریٹ پینے والے کو آفس ہی میں نہیں بلاتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کلب پر ۷۸۶ بھی سب سے پہلے ان کی ہی کمپنی میں لکھا گیا محمد حسین ڈائریکٹر کے تو آفس پر ہی لکھا ہوا ہے۔ اکثر جمعہ کی نماز میں کریم سیٹھ معہ غفار بھائی و ابراہیم بھائی ملے تو دیکھنے میں ایسے گڑ بڑ مسکین جیسے بولنا ہی نہیں آتا۔ میں اپنی جگہ ناز کر رہا تھا کہ یو۔پی کا ہوں۔ شاعر ہوں۔ حاضر جواب ہوں۔ ان گجراتیوں میں کہاں پھنس گیا۔ اتنے میں کریم سیٹھ نے کہا کہ "ساحر صاحب گانے کا کیا ہوا؟" انھوں نے جواب دیا گانا بن رہا ہے"۔ کریم سیٹھ فوراً بولے گانا بن رہا ہے کہ ہم بن رہے ہیں یہ سنتے ہی ساحر صاحب ہنس پڑے اور میں حیرت کے دریا میں گر پڑا کہ سبحان اللہ یہ شستہ و برجستہ مذاق۔ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ یعنی غفار بھائی کو فوٹو دکھلاتے ہوئے مرحوم کامل نے کہا کہ غفار بھائی اپنی ہندی فلم میں جو وہ خواجہ سری کا اہم رول ہے انھیں دید یجئے ان سے اچھا کوئی نہیں کرے گا۔ جھٹ بولے مگر یہ ایکٹنگ کیسے کرے گا۔ یہ تو آپ اصلی ہجڑے کے فوٹو دکھا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا یہ ایکٹر کے ہی فوٹو ہیں آپ کے برابر بیٹھے تو ہیں۔ منشی منقیٰ۔ وہ بولے ارے .... معاف کرنا منشی جی اور میں اُس بات سے آج تک شرما رہا ہوں۔

ایسے ہی بی آر چوپڑہ صاحب یش چوپڑہ صاحب۔ پروڈیوسر ڈائریکٹر محمد حسین صاحب اے شمشیر صاحب اور نانو بھائی وکیل نے شراب اور جوا تو در کنار سگریٹ بھی نہیں پیا اور کم گو بہترین کام کے ماسٹر ہیں۔ بی این اورا صاحب کی طرح رتن کمار بے چارہ سنگل پروڈیوسر ہونے پر بھی ان ہی جیسا ہے۔ ان کے چھیلا بابو۔ نور محل وغیرہ میں میں نے کام کر کے تجربہ کر لیا۔ ناچیز

فلم سنیے دور میں منشی کا رول کر رہا تھا کہ چوپڑہ صاحب نے کہا منشی جی آپ کا کام اچھا ہو گیا ہے خاص کر بار بار اجیت نے کہا منشی جی اپنا چشمہ تو صاف کر لو۔ آپ نے جواب دیا کہ پہلے اپنی آنکھیاں تو صاف کر لے۔ میں نے سادگی سے عرض کیا یہ تو آپ کی نوازش ہے ڈائرکٹر اگر چاہے گدھے سے بھی کام لے لے فوراً چوپڑہ صاحب نے میری طرف ہاتھ کر کے کہا اور لے ہی رہے ہیں۔ اسکے بعد میرا کیا حال ہوا ہوگا۔ سمجھ لیجئے۔ کیدار شرما صاحب نے تو کیسے کیسے مرحلوں میں میرے ساتھ ای میکر کے نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی اتنا نشہ ہو جاتا ہے کہ اصل بات بیان بھی نہیں کر پاتا۔ ویسے راجندر شرما جی نے بھی کبھی نہیں بخشا۔ مگر میں اسوقت ان کو بخشتا ہوں۔ اپنا پروڈیوسر ڈائرکٹر اور اپنا پنڈت ہونے کی وجہ سے خدا آپ کو بھی بخشے۔ آمین

اسی طرح فلم قیدی کی شوٹنگ کے دوران محمد حسین بھائی نے کہا منشی جی آپ کا شارٹ لینے والا ہوں۔ آپنے ڈریس نہیں پہنا۔ اپنے ہی کپڑے پہنے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا جناب یہ کمپنی ہی کا ڈریس ہے انھوں نے کہا اتنا میلا۔ ڈریس مین کو بلا کر پوچھو کہ منشی جی کا ڈریس کے مہینے سے نہیں دھلوایا۔ اسی طرح پروڈیوسر ڈایرکٹر لے شمشیر جن کو قابل ڈائرکٹر ہونے کے علاوہ فصیح و بلیغ، سلیس اردو داں و ذاکر حسین و رائٹر و حاضر جواب ہونے کی بنا پر میں ۷۰ سال تک کم از کم یو پی کا سمجھتا رہا۔

آجکی ہنگامی کی طرح میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب یہ سنا کہ موصوف گجرات کے بوری ہیں باہوش و حواس عشرہ۔ خیر میں ان کی اور پروڈیوسر محمود علی کی پکچر دیار مدینہ کی شوٹنگ پر ۲ ماہ سے حیدرآباد میں تھا۔ میں نے کہا شمشیر بھائی تجربہ یہ کہہ رہا ہے کہ حیدرآباد کا ہر تیسرا آدمی یا تو نواب زادہ ہے یا نواب یا پھر ایکٹر۔ ویسے دو مہینے میں پونا نواب تو میں بھی بن گیا ہوں۔ لہذا یہ محترمہ جو سامنے شوٹنگ دینے بیٹھی ہیں۔ یہ بھی کوئی نواب زادی یا ملکہ ہیں۔ فوراً جواب دیا کہ ان باتوں کا ملکہ تو آپ سے زیادہ مجھے ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے کہا شمشیر بھائی آپ کو خدا نیکی دے ایک بات کہو لد بات کاٹ کر بولے اب خدا نے مجھے کیا بدی دے رکھی ہے۔

اسی طرح برمان صاحب جنکے آل راؤنڈ آرٹسٹ ہونے میں ہاف راؤنڈ ہے کی بھی گنجائش نہیں

ایک آرٹسٹ نے کہا پران صاحب میری بیوی گیابھن ہے۔ اب بیاہنے ہی والی ہے۔ پران صاحب نے کہا بیاہ ہونے والی کیا ان کا بیاہ نہیں ہوا۔ اس نے کہا مطلب یہ ہے کہ اس کے بچہ ہونے والا ہے پران صاحب نے صوفے سے قالین پر کودتے ہوئے سوکھا سا منہ بنا کر پوچھا اسکے بچہ ہونے والا تو ظالم تجھے خبر کیسے ہوئی۔ سچ بتا کہیں تیرا اس سے کچھ تعلق واتق تو نہیں جھٹ بولا پران صاحب بالکل نہیں۔ اس سے تو کیا اس کی ماں بہن بھائی باپ سے قطع تعلق کئے ہوئے آٹھ سال گذر گئے وہ بولے پھر تجھے کیسے خبر ہوئی کہ بچہ ہونے والا ہے۔ وہ بولا جی بچوں کے معاملے کام آتا رہتا ہوں۔ صرف تاکہ مردم شماری بڑھانے کا ثواب ہی ملے۔ پلیز پانچسو روپیے دیدیجئے۔ وہ ہسپتال میں مارجیج پڑی ہے۔ کیونکہ پہلے تو ڈاکٹر ہی ٹیسٹ کرتا ہے نا پران صاحب مسکرا دیئے اور ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا جائیے پی کر جانا۔ وہ بولے جی میری آواز خراب ہو جائے گی۔ انھوں نے کہا جائیے اور آواز خراب؟ اس نے کہا آپنے سہگل مرحوم کا قول نہیں سنا جو اتنے بڑے گویئے ہیں۔ پران صاحب نے کہا ہیں یا تھے۔ وہ بولا جب ان کا نام ان کے گانے دنیا کے کونے کونے میں ہیں تو وہ بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کا ریکارڈ نہیں سنا کہ جائے برباد کرے گی ہمیں معلوم نہ تھا۔ روتے روتے ہی کٹے گی ہمیں معلوم نہ تھا۔" پران صاحب ہنستے ہنستے لوٹن شیر بر بن گئے۔ اور کہا اچھا بھئی خدا تمھاری ہنستے ہنستے ہی کٹوائے۔ آمین۔

اسی طرح ہیڈ کامیڈین جانی واکر سے ایک شاعر نے آکر کہا کہ جانی صاحب آپ کو افسوس ہوگا کہ میری بیوی کے ناجائز تعلقات ہو گئے ہیں۔ وہ بولے کس سے؟ جھٹ بولا کہ میرے سے انھوں نے کہا میاں قاضی کو بلا کر جائز تعلقات کر لو۔ اس نے کہا آپ قاضی بدرالدین ہیں نا انھوں نے کہا بھلے آدمی شاہی زمانے میں میرے بزرگ قاضی تھے۔ میں تو آرٹسٹ ہوں اور جوہری ہوں باندرہ ٹاکیز کے پیچھے شوروم ہے وہ بولا دراصل میری بیوی اتنی چڑچڑی ہے کہ اسکے غصے کی گرمی کے آگے دوزخ ٹھنڈی پڑ گئی جانی صاحب نے کہا میاں اس کے آگے تم تو ٹھنڈے نہیں پڑ گئے اسنے کہا اسی لئے تو آپ کو لینے آیا ہوں جانی صاحب بڑے گھبرائے کہ میاں جب تم شوہر ہو کے ٹھنڈے پڑ گئے۔ وہ بات کاٹ کے بولا آپ کو چلنا ہی پڑے گا۔ کل سے مجھے وہ ایک سانس میں بڑی بڑی میوزیکل اسپیشل گالیاں ایک سانس میں چالیس لاکھ دے رہی ہے آپ

پانسو دیکر اس کا منھ بند کر دیں گے۔ ورنہ وہ اسوقت تک مجھے دیتی رہے گی۔ جبتک میں ختم نہ ہو جاؤں۔ حاجی صاحب نے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا تو تم ہی اس کا منھ بند کرو اسکے منھ کا سائز بھی تمہیں ہی معلوم ہو۔ میں نے کسی غیر عورت کا منھ نہیں دیکھا۔

اسی طرح۔ ویسے تو جتنے غوثیہ ہوسٹل۔ غوثیہ ریسٹورنٹ۔ غوثیہ سرائے وغیرہ بنگلور میں ہیں۔ وہ تقریباً سب ہی ہمارے دوست حاجی جی شریف صاحب کے ہیں۔ حاجی صاحب نیک نمازی نفتی ہونے کے علاوہ ماچس کی فیکٹری اور شاعر بھی ہیں۔ ان کے کنگ ہوٹل میں شیخ مختار صاحب کا پورا یونٹ ٹھہرا ہوا تھا۔ فلم گر رہے لیے کی شوٹنگ کے سلسلے میں شیخ صاحب کے سامنے ایک نابالغ سا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ جسمیں خدا جھوٹ نہ بلائے چار کلو گوشت بھا ہوا تھا انہوں نے آدھے کلو گوشت کا لقمہ لیتے ہوئے ناچیز سے کہا حضرت آپ کا یہ سین بھی جو پکچر میں رہ گیا ہے۔ بہت ہی اچھا ہو گیا۔ خاصکر ہیروئین کو بچا کر جب آپ گھاٹی بنکر ناچتے ہیں۔ البتہ ایک سین ٹرین والا کٹ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ سین کے کٹنے کا غم تو مجھے یوں نہیں کہ کٹنے ہی سے عادت ہے۔ اس قسم کے حادثات کی مگر ایک بات فرمائیے۔ کہ آپ کا نام بھی مختار احمد میرا بھی آپ شیخ ہیں بھی آپ بھی حافظ میں بھی آپ بھی آرٹسٹ ہیں بھی آپ بھی غیر ممالک گھومے ہوئے ہیں بھی۔ آپ بھی دہلی کے ہیں بھی اسی اطراف کا آپ بھی حاجی علی میں جمعہ پڑھتے ہیں۔ میں مخدوم صاحب میں آپ بھی شراب حرام سمجھتے ہیں۔ میں بھی اسکو نطفہ حرام سمجھتا ہوں پھر یہ کیا بات ہے کہ نجوم کے حساب سے بھی مجھے اور آپ کو یکساں ہونا چاہیے تھا۔ مگر آپ کو خدا نے کہاں بٹھایا مجھے کہاں کھڑا کیا۔ ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے شیخ صاحب بولے۔ یہاں بھی آپنے میرے سائز اور اپنے وجود پر بھی غور کیا میں نے کہا وہ تو ظاہر ہے کہاں میں جے بی مورس کہاں آپ ڈبل ڈیکر بس۔ بولے کہ بس یہیں مار کھا گئے آپ۔ میری تقدیر کا قلم بھی اتنا ہی لمبا چوڑا ہے۔ آپ کی تقدیر کا قلم بھی اتنا ہی لمبا چوڑا ہے۔ آپ کی تقدیر کا آپ کے سائز کا دوسرے یہ کہ حضرت میں عید کے دن پیدا ہوا۔ اور آپ محرم کی پیدائش۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میں شیخ مختار ہی وطن سے آیا تھا۔ شیخ مختار ہی آج تک ہوں اور رہوں گا انشاء اللہ۔ آپ شیخ مختار تھے بمبئی آتے ہی اینڈ کلب بنگے یعنی اپنے مقام سے ہٹ کر منشی منقی بن گئے لہذا اب یہ سب شکوہ بیدا ہو نگیا۔

اسی طرح ہم لوگ نیروبی سے دارالسلام جا رہے تھے۔ ایک تو افریقہ کے جنگل پھر اندھیری رات پیچھے سے شکیلہ کی نقرے بازی سے میں بور کیا بوری ہو گیا تھا۔ بلکہ بوری بندر بن گیا تھا۔ میں نے جھنجلا کے کہا کہ شکیلہ میرے پیچھے کیوں پڑی ہو۔ بولیں آپ کے پیچھے پڑے میرا کتا۔ میرا گورکھا۔ میری چپل لات۔ میرا نزلہ زکام بخار۔ میرے بھوپال کے پورے پٹھان بلکہ ڈاکٹر حبیب محمد خان۔

میں نے ایر کنڈیشن سانس بھر کر کہا کہ تو بہ بھگوان کہیں تیری حد بھی ہے؟ نیک بخت میں اتنا بڑا شاعر جبھی تیری بہن زرینہ بانو میری شاگرد کو میڈی میں تیرا بھائی ادریس میاں شاگرد پھر عمر میں بھی تیری نانی کی جوڑ میرا کچھ تو ادب کر۔ بولیں جبھی تو میں چپ ہوں۔ جواب تک نہیں دیتی۔ میں نے کہا یہ جو پنچالہ پلان کھول رکھا تھا۔ یا پنچسوا تیرے کی تان چھیڑ رکھی تھی۔ منہ سے ٹامی گن کی طرح گولیاں برس رہی تھیں یہ سب خاموشی ہی تھی۔ ان باتوں سے میرے دل پہ داغ پڑ جائے گا۔ جھٹ بولیں منشی جی آپ کا دل اچھا ہے مجھے معلوم ہے۔ میں اچھی ہوں یہ آپکو معلوم ہے تو داغ بھی اچھا ہی پڑے گا ویسے ہر چیز صاف بھی ٹھیک نہیں۔ مثلاً کاشتکاروں کو بارش کی ضرورت ہو۔ اور مطلع صاف ہو کیسے اچھا لگے گا۔ آپ میلہ میں گھوم رہے ہوں۔ جیب صاف ہو کیسے اچھا لگے گا۔ میرے خوبصورت بالوں کے بجائے کسی کا آپ کی طرح ٹنڈا صاف ہو کیسے اچھا لگے گا۔ آپ شاعرے میں پڑھنے کھڑے ہوں۔ مجمع صاف ہو کیسے اچھا لگے گا آپنے اپنی بیوی کی پتیلی کا ڈھکن اٹھایا کہ کھیر کھائیں وہاں کوئی دوسرا چاٹ گیا ہو۔ پتیلی صاف ہو کیسے اچھی لگے گی۔ میں نے کہا یہ سب تو ٹھیک ہے مگر اچھا داغ کیسے ہو سکتا۔ بولیں جیسے داغ دہلوی۔ کہو منشی جی آپ کو کیسا داغ دیا۔ میں نے کہا اس داغ کو ہر حلال کا اچھا کہیگا میں اپنی جگہ پریشان تھا۔ (ہمیشہ پریشان ہی رہتا ہوں اور دو سے شان کبھی بھی نہیں رہا) کہ کل کی بات ہے جب میں نئے دور کی شوٹنگ پر بھوپال گیا تھا۔ تو اس کا سائز دو فٹ اور وزن پونے دو کلو بھی نہیں تھا۔ اس کی اماں بھی زیادہ بڑی نہیں تھیں۔ پہلا پروگرام ہم لوگوں کے سامنے ہی ہوا بھوپڑہ صاحب۔ اجیت صاحب، جانی واکر (ہیڈ کامیڈین) صاحب، جیون صاحب نے ہزاروں روپے دئے۔ ایک روپیہ مینے بھی دیا۔ اور بمبئی آنے کی دعوت دی۔

جہاں آتے ہی ایس ایم ساگر (پیرزادا) نے زبردست تعاون فی سبیل اللہ کیا بیٹی کہکر نوازا رفیع اجمیر شریفی، شکیل نعمانی۔ رفیق عربی شیخ عمر دراز نے بے حد سراہا اور سپوٹ کیا اس نے رفیع اجمیری کی طرح بے پناہ مقام حاصل کر لیا (حاضر جوابی اور فقرے بازی میں) غرض بمبئی پھر ہندستان اور اب یہاں پورے افریقہ پر چھا گئی۔ بھلا سیٹھ تو تمام زیورات اور نقدی لیکر قدموں میں آگیا جسے اسنے خود ہی خدا کا خوف کھا کر اسے سمجھا کر بھائی بنالیا۔ سب دولت واپس کی قوالی کی ملکہ اسٹیج تو پہلے تسلیم کی گئی۔ شاعری شاعروں کو تک پسند ہے۔ تھوڑا بھی بے بدل اب اگر میں منشی منقی بنکر اس سے الجھوں بھی تو یہاں کے آدمی تو در کنار جانور بھی اس کا ساتھ دیں گے ایک آدھ ریچھ یا بن مانس میرا بھی قدر دان نکل آیا۔ تو خاص فائدہ نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ ہتھیار ڈال کے خاموش ہو جاؤ۔

~~~

نگاہِ یار

نگاہِ یار ہی کا تو اشارہ ہے بڑھو آگے
جو تم کو دار نے اب خود پکارا ہے بڑھو آگے

بڑھو آگے ملا کر دل سے دل بازو سے بازو بس
تمہاری راہ میں روشن ستارہ ہے بڑھو آگے

جلا ڈالو کتابِ زندگی کے خستہ ورقوں کو
جنوں کی راکھ میں پنہاں شرارا ہے بڑھو آگے

سیہ کاریں سیہ کاروں کے بنگلے اور سیہ پیسہ
تمہارا تھا یہ سب کچھ پھر تمہارا ہے بڑھو آگے

تھکن سے چور ہیں بازو مگر تلوار مت روکو
وہ دیکھو سامنے ہی تو کنارہ ہے بڑھو آگے

نئے سورج نے پھاڑا ہے اندھیری شب کی چادر کو
کہ مشرق کا نظارہ کتنا پیارا ہے بڑھو آگے

شکم خالی پھٹے کپڑے ہیں تو محبوب کیا غم ہے
رہِ محبوب میں سب کچھ گوارا ہے بڑھو آگے

*
~~~

د

ڈاکٹر ڈکن والا صاحب (سید احمد) کو میں نے ڈاکٹری پاس کروادی تھی رشوت دیکر اور ایک سرجن نے انہیں جے جے ہسپتال میں لگا دیا تھا رشوت لے کر۔ ان کے سبز قدم وہاں پہونچتے ہی پہلا گل یہ کھلا کہ پیر زرا شاہ صاحب اشرفی الجیلانی سمنانی مدظلہ کے بہنوئی اختر عرق النساء میں مبتلا ہو کر ہسپتال داخل ہو گئے۔ کمزوری زیادہ ہونے کی وجہ سے خون زیادہ درکار تھا چنانچہ ان کے مُرید لتنے میں کہ اگر ایک ایک قطرہ بھی دیں تو خون کا دریا بن کر سیلاب آجائے۔ لہٰذا بہت سوں نے دیا۔ خون دینے کے بعد جو صبح نرس نے آکر اختر کا حال پوچھا کہ مسٹر اب کیسا ہے ٹیمپریچر تمہارا۔ اختر فوراً اچک کر شرما کر اٹھلا کر چالیس بل کھا کر بولے اے ہٹو بھی بہن ہوتی کیسی اچھی ہوں ذرا سر ہلکا ہے پیر بھاری ہیں۔ نرس نے کہا کیا..... وہ بھاگی اور ڈاکٹر ڈکن والا کو لائی جن کو دیکھتے ہی اختر بولے جوانی کی قسم مجھے تو اسی ڈاکٹر کا موافق ہے علاج میں تو اسی سے کراؤں گی۔ کیوں پیارے ڈاکٹر اور لگے کولہا مٹکانے۔ تمام مریضوں اور اسٹاف کا ہنستے ہنستے فیچوہ ہنسوہ بن گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ڈاکٹر ڈکن والا نے وہ خون تو اپنے چڑھا لیا تھا اور کچھ ایسے لوگوں کا خون جمع کر رکھا تھا کہ جو نہ اِدھر میں نہ اُدھر۔ اس خون نے پہونچتے ہی اختر کو ایکدم اپنے اثر میں لے لیا۔ پیر صاحب نے بہت دنوں تعویذ وغیرہ پلا کر اختر کے نئے بھوت کو قابو میں کیا۔

دوسرا گل یہ کھلا کہ پیر صاحب کے ایک معتقد قاضی صاحب فرروٹ والوں نے آکر کہا کہ میں کل جے جے اسپتال داخل ہو رہا ہوں سوا پندرہ دن کے واسطے۔ پیر صاحب نے کہا کہ بھئی خدا نہ کرے ہٹے کٹے ہو کیا تکلیف ہو گئی بولے مجھے میری بیوی ہو گئی۔ اس سے بچکر کچھ دن تو آرام کر لونگا۔

خلیل خاں صاحب، بچو سیٹھ چشمے والے صاحب، میاں احمد مرچنٹ کے بھائی صاحب نے کافی سمجھایا مگر قاضی راضی نہ ہوئے۔ پیر صاحب نے کہا جانے دو میاں آپ، آجائیں گے ایک دو دن میں۔

خیر اگلے دن پیر صاحب کچھ مُریدوں کے ہمراہ فرروٹ والے قاضی صاحب کے لئے فروٹ لے کر ہسپتال پہونچے تو قاضی جی بُری طرح چلا رہے تھے ارے بچاؤ۔ خدا کے لئے آؤ۔ ہائے میں مرا۔ یہ دیکھکر پیر صاحب نے نریمان سے کہا دیکھو قاضی جی ایکٹنگ بھی مریضوں ہی جیسی

کر رہے وہ بھی زچہ کی طرح ۔

قاضی جی بولے ارے حضور ایکٹنگ۔ نہیں یہ دیکھو پیر صاحب کی حیرت کی میری عقل کی طرح انتہا نہ رہی جب دیکھا بہت بڑا ینما لگایا ہوا ہے ۔ اور پیشاب کی جگہ بہت لمبی موٹی سلاخ چڑھائی ہوئی ہے ۔ بہت گھبرائے کہ یہ تولیڈروں کی ہمدردی کی طرح بناوٹی مریض تھے یہ کیا ہوگیا ۔ ارے بھائی نرمان ڈاکٹر سے پوچھو کہ یہ کیا بدتمیزی ہے ۔

خیر سرجن نے ڈاکٹر دکن والا سے بلا کر پوچھا کہ مسٹر آپ نے کیا یہ کام اس ضعیف کے ساتھ ؟ بولے کہ ہاں ۔ یہ کاغذ دیکھئے مریض نمبر ۶ کھٹیا ۔ سرجن نے کہا اگر وہ مریض تو کل مرچکا جس کا یہ کاغذ ہے ۔آپ ان پر ہی شروع ہو گئے ۔ دکن والا بولے ۔ ہم کیا کرے گا ہم کو تو اس کی جگہ کھٹیا پر اگر آپ بھی ملتے تو ہم اپنا کام کرتے ۔ مگر قاضی کھٹیا پر اتنی جلدی کیسے آگیا ۔

نرس بولی ہم دیکھا وہ ایکدم چڑھ گیا کھٹیا پر ۔ غرض ہسپتال والوں نے معافی مانگی اور لوگ اتنے ہنسے اتنے ہنسے کہ آدھے مریض تو اسی وقت اچھے ہو کر گھر چلے گئے ۔ اور جو مریضوں کی مزاج پرسی کے لئے آئے ہوئے تھے وہ بے تحاشہ ہنسی کی وجہ سے ہسپتال داخل ہو گئے ۔

قاضی جی پھر بیوی ہی کے زیرِ علاج ہو گئے اور آج تک بہت بڑا اینما خلیل بھائی سے بنوا کر اور ایک موٹی سلائی جیب میں ڈالے ڈاکٹر دکن والا کو تلاش کر رہے ہیں ۔

ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال چھوڑ کر ان سے بہت دور پر یل سورتے سینما کے پاس اقبال منزل میں پریل میڈیکل ہال کے نام سے دواخانہ کھول لیا ہے ۔ یہ میری شرافت ہے جو میں نے قاضی جی کو پتہ نہیں بتایا ۔

ج

الف سے اجیتؔ
جیسے
د سے دلیپؔ

اپنی اداکاری اور شرافت کی بناء پر ۳۱ سال سے کروڑوں دل جیت رہے ہیں اجیت اور نوشاد صاحب کے میوزک کی طرح جتنا پرانے ہو رہے ہیں اتنا ہی چھا رہے ہیں۔ پرنتو۔ کنتو۔ کیول۔ بٹ۔ لیکن۔ مگر کوئی اپنی اوقات سے ہٹ کر اگر ان سے ملنے کی کوشش کرے تو اس کی دل شکنی بھی صدقۂ جاریہ سمجھ کر کرتے ہیں۔ اب کی عید پر ایک صاحب جو چھتری کی سائز کے تھے۔ اپنی بیوی کے ساتھ نازل ہوئے جو کسی پٹھان کی بہت بڑی لاٹھی کے سائز کی تھیں۔ اجیت نے رسماً پوچھا کب آئے آپ۔ جھٹ بولے صبح ۹ بجے کے ہوائی جہاز سے۔ اجیت بولے کیا آپ کے گھر سے کسی حادثے کی خبر گئی تھی جو آپ جیسوں کو بھی جہاز سے آنا پڑا۔ حاضرین ایسے مُسکرا دیئے جیسے ہنسی کی ٹرین بریک کھلنے کے بعد حرکت کرتی ہے۔

چھتری پتی پھر بولے اجیت صاحب رات آپ کی گاڑی کے پیچھے ہی میری گاڑی تھی میں نے سلام کیا آپ نے سُنا نہیں۔ فوراً بولے میں خود سُنّی ہو گیا ہوں آپ کی کیا سُنوں۔ مگر آپ لوس کی گاڑی ہی میں ہوں گے۔ حاضرین کی ہنسی ٹرین نے کافی اسپیڈ پکڑ لی تھی۔ چھتری پتی کو پھر دورہ پڑا۔ فرمایا میرے آفس پر کل ایک میٹنگ تھی۔ اجیت ایکدم بھولے بنکر بولے کس آفس میں آفس لوائے ہیں آپ۔ پانچ فٹے نے بات ٹالنے کیلئے کہا کہ اجیت صاحب آپ ایسے تو ملئے آپ میری بیوی ہیں۔ اجیت شیر خورمے کا پیالہ گراتے ہوئے بولے آپ اس قابل نہیں رہے کیا جو میں ملوں؟ ...... خیر آپ کی خاطر سے یہ بھی سہی ...... مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ آپ کی ہی بیوی ہیں ...... شکل تو ان کی آپ سے ملتی نہیں۔ خیر ...... آپکی خاطر یہ بھی مان لیتے ہیں۔ مگر آپ کے بچے کتنے ہیں؟ اس نے کہا نو۔ اجیت بولے سنا ہے ان بچوں کی شکلیں بھی آپس میں نہیں ملتیں۔ خیر چھوڑیئے وہ تو آپ کی بھی اپنے بھائیوں سے نہیں ملتی۔ اچھا یہ تو ہوئے آپکے بچے آپکی بیوی کے کتنے ہیں؟ وہ کیوں چھپا رہے ہیں۔ خیر چھوڑیئے یہ تو ہوئے وہائٹ میں۔ بلیک میں کتنے یعنی یہ گورے ہیں کالے کتنے ہیں؟ خیر ...... سہ ہم کو معلوم ہے جنتا کی حقیقت غالب ؎ بچے تو جنتی ہے یہ بھی تو کمال اچھا ہے۔ ادھر حاضرین کی ہنسی ٹرین ایکسپریس کی رفتار سے فراٹے بھر رہی تھی جس کا کوئی جنکشن ایک ہفتے تک تو آنیکی امید نہیں تھی۔ چھتری پتی جانیکے لئے گلے ملنے لگے۔ اجیت پیچھے ہٹ کر بولے کہاں منہ مار رہے ہو یار۔ میرا گلا کہاں آپکی گلی کہاں تو بغیر عید ملے ہی بیدی حاضر ہے۔ وہ کان میں بولا ایسے تو آپکو میری بیوی کو بھی دینی پڑیگی۔ قرضدار ہو گیا ہوں اجیت صاحب بولے بقرا عید پر پھر آجانا میاں۔ ایک بکرا کم خرید لوں گا۔ وہ چلا گیا مگر لوگوں کی ہنسی کی چیخ پکار سے سارا محلہ آگیا۔

راز فنا بقا

مجھے دال بھات دے اے خدا تیری شان جلّ جلالہٗ
تیرے شیر مال پہ میں فدا - تیری شان جلّ جلالہٗ

جسے چاہے حلوا کھلائے تو جسے چاہے جوتے کھلائے تو
میں یہ سمجھا راز فنا بقا تیری شان جلّ جلالہٗ

کہیں مُرغی مچھلی فرائی ہے کہیں مکہ اور ملائی ہے
مجھے آلو وہ بھی سڑا گلا تیری شان جلّ جلالہٗ

اُنہیں غیر ملکوں میں کوٹھیاں ہیں مکاں میں بھی ہوں لا مکاں
تیرے اس کرم پہ بھی میں فدا تیری شان جلّ جلالہٗ

یوں گھلا ہُوں قوم کی فکر میں میری توند تک ہے نکل پڑی
مجھے پھر بھی کہتے ہیں بے حیا تیری شان جلّ جلالہٗ

میں نہیں بناوٹی مولوی تیرے فضل سے میں چمار ہوں
کہ گدھا تو ہوں میں نہیں گدا تیری شان جلّ جلالہٗ

مرا رُخ ہے جانب میکدہ میرا سر بسنگ صنم کدہ
مجھے دی ہے طاعت بے ریا تیری شان جلّ جلالہٗ

مرے دِل پہ اتنے پڑے ہیں بم کہ بموں کو بھی ہوا جس کا غم
یہ ہے ویت نام کہ کوریا تیری شان جلّ جلالہٗ

ہوں شریک جلسہ مے کشی میرے[1] گھر پہ ہوتی ہے میکشی
ہُوں یزید اور غمِ کربلا تیری شان جلّ جلالہٗ

جو کبھی منقہ کو کہتے تھے ذرا دو منٹ کو تو آئیے
وہی آج کہتے ہیں جا بے جا تیری شان جلّ جلالہٗ

---

[1] تقریباً بیس سال قبل ولبھ بھائی پٹیل کے لڑکے صدارت میں بمبئی میں شراب بندی کے سلسلے میں مشاعرہ تھا اور جتنے منتظم تھے سب کے گھروں پر شراب کی بھٹی لگی ہوئی تھی۔

ردیفِ معظم

دونوں جہاں کے فاتحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ؛ وہی مؤخر وہی مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
چین کے راکٹ روس کے بم اللہ کی مجھ پر کبھی ہیں کم ؛ پڑھ کے مٹا نمرودوں کے دم خم صلی اللہ علیہ وسلم
صدر ہوئے جو پڑھ کے سیاست ہوتے کہیں شاہِ ولایت ؛ پڑھتے جو رہتی قائدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
چکر میں نہ ہم کو ڈلواتا لاحول کے تھپڑ سے بچ جاتا ؛ ایک دفعہ کہہ دیتا وہ چکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اُس نے جو اتنی مات نہ کھائی سب کی سمجھ میں بات یہ آئی ؛ کشتی سے پہلے پڑھتا تھا اکرم[1] صلی اللہ علیہ وسلم
تقریر میں مولانا جو تھکیں خود چلائیں سب منہ کو تکیں ؛ اور قوم سے پڑھواتے ہیں اُس دم صلی اللہ علیہ وسلم
شیخ نے دیکھی دال جہاں پر آگئی بس لاحول زباں پر ؛ اور کہیں کھا کر مرغِ مسلّم صلی اللہ علیہ وسلم
اس رنگ میں نعت جو کہتا ہے بدبختی کو دعوت دیتا ہے ؛ گرچہ ہیں وہ خود رحمِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
کہیں وزن منقہ گر جائے تو قافیہ تنگ ہو جائے ؛ یہ منہ اور یہ ردیفِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

آنکھیں

کبھی پھولوں کا ہار ہیں آنکھیں ؛ کبھی خنجر کی دھار ہیں آنکھیں
ایک ہے چائے دوسری شربت ؛ یعنی سردی بخار ہیں آنکھیں
گرم دِل پر لگاتی ہیں چوٹیں ؛ اُن کی بیشک لوہار ہیں آنکھیں
دِل کا سُرمہ بنا کے رکھا ہے ؛ پھر بھی بے اعتبار ہیں آنکھیں
ہر طرح کا فروٹ بکتا ہے ؛ کیا کوئی نل بازار ہیں آنکھیں
چور بازار ہی میں رہتی ہیں ؛ کیوں کہ سرمایہ دار ہیں آنکھیں
تکتی رہتی ہیں بھاؤ کا دھکا[2] ؛ واہ کیا جان دار ہیں آنکھیں
اتنا برسیں کہ بہہ گیا دِل بھی ؛ آج ابرِ بہار ہیں آنکھیں
حُسن منڈی میں جا کے یہ سمجھا ؛ ایک دِل اور ہزار ہیں آنکھیں
جب گرا ہے تو اُن سے ٹکرا کر ؛ بے شک اندھے کی چار ہیں آنکھیں
نقد دل اِک نظر پہ نذر کیا ؛ پھر نہ کہنا ادھار ہیں آنکھیں
میرے دل کا قرار چھینا ہے ؛ تیری یوں بے قرار ہیں آنکھیں

---

[1] امام بخش پہلوان کا بیٹا گاما رستم زماں کا بھتیجا اور موجودہ رستم زماں بھولو کا بھائی۔
[2] بھاؤ کا دھکا بمبئی کی ایک بندرگاہ کا نام ہے۔

ناچ پڑتے ہیں یاں سپیرے بھی ؛. ناگ بین اور ستار ہیں آنکھیں
ایشیا کو سمجھ لیا ٹٹو ؛. جس کی دیکھو سوار ہیں آنکھیں
مارتی ہیں نہ یہ جلاتی ہیں ؛. کیوں کہوں پختہ کار ہیں آنکھیں
پردہ میں رہ کے وار کرتی ہیں ؛. اس لئے خام کار ہیں آنکھیں
گل جہاں دیکھتا ہے اس گل کو ؛. بس مری خاردار ہیں آنکھیں
تک رہی ہیں رقیب گرگٹ کو ؛. اُن کی کیوں خرسوار ہیں آنکھیں
اُن کو دیکھیں تو شیخ سیّد ہیں ؛. ورنہ بھنگی چمار ہیں آنکھیں
کبھی ہیں نیم پر کبھی گل پر ؛. شُتر بے مہار ہیں آنکھیں
ہر مرض مجھ سے دور رہتا ہے ؛. میری بیمار یار ہیں آنکھیں
آپ کی دید کا شعور نہیں ! ؛. میری بالکل گنوار ہیں آنکھیں
ہیں گلابی کٹوریاں یہ کبھی ! ؛. کبھی تیر اور کٹار ہیں آنکھیں
ہے بیک وقت پیار اور نفرت ؛. کھٹا میٹھا اچار ہیں آنکھیں
پوری بستی ہی دھونس کھاتی ہے ؛. تیری کیا تھانہ دار ہیں آنکھیں
بارہ بجکے ہیں ہیں خمار بھی چت ؛. کس قدر پر خمار ہیں آنکھیں

قبض قبضے میں رہ نہیں سکتا !
اب منقہ سے چار ہیں آنکھیں

در شادی حاجی اقبال احمد شمی مرادآبادی

اسپشل جہالت

راجھولا سا یہ مکھڑا شرافت اس کو کہتے ہیں
عدو کا تھوبڑا دیکھا رذالت اس کو کہتے ہیں
مرادآباد تک میں بمبئی سے بے ٹکٹ آیا
شرافت اس کو کہتے ہیں کرامت اسکو کہتے ہیں
پلاؤ سیر بھر کا اور زردہ ڈیڑھ پاؤ کا
مگر کھایا ہزاروں ہی نے برکت اسکو کہتے ہیں

بھتیجے بھانجے سالوں کو سارے عہدے دیدینا
ہمارے دیش میں بے شک وزارت اس کو کہتے
تو آئے اقبال عیسیٰ بھائی کی صورت ڈبل ہو جا
اسی میں خیر ہے بھیا سعادت اس کو کہتے
بزرگوں نے یہاں تک ہاتھ پھیرا سر پہ دولہا کے
کہ یہ کہنا پڑا مجھ کو حجامت اس کو کہتے ہیں
بٹے ہیں سات من لڈو یہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے
ملا مجھ کو نہ آدھا بھی قیامت اس کو کہتے ہیں
مجھے دیتیں ہیں بیوی گالیاں میں ہنس کے لیتا ہوں
شجاعت اس کو کہتے ہیں حرارت اس کو کہتے ہیں
جگر کے شہر میں تو شاعری کرنے کو آیا ہے
منقہ سچ ہے اسپیشل جہالت اس کو کہتے ہیں
دولہن کے باپ روئے جس گھڑی بیٹی کی رخصت پر
منقہ گھل گیا اشکوں میں شربت اسکو کہتے ہیں

معزز گدھا

دنیا میں جب نہ کوئی معزز گدھا ملا ؛ کشمش[لہ] کا باپ منشی منقہ سے آملا
اک پارسن یہ بولی کھرڑے پارسی پہ کل ؛ قسمت سے ایک تو ہی مجھے پارسا ملا
یہ بمبئی کی بزم ادب ہے کہ بار ہا ؛ تک والے تکتے رہ گئے جب بے تکا ملا
میں نے بجائے طبلے ترے راگ پر سدا ؛ سُر میری دُھن پہ بھی تو کبھی نہ ملا ملا
اس ٹھاٹ سے ہے میرا کھرڑا پارسی پہ گھر ؛ جیسے سرا ہمالہ کا اختر سے جا ملا
ملتے ہیں دل رُبا انہیں دل جن کے پاس ہے ؛ ہم کو تو دل رُبا نہیں پاکٹ رُبا ملا
وہ بلبلا رقیب بلا اُن سے اسطرح ؛ جیسے ہمارے بوم یار رُخ سے گدھا ملا
لنگڑا ابخاری ٹی بی دمہ کھجلی پیلیاہ ؛ سرکار قلم سے کہو کس کو نہ کیا ملا

لہ کشمش یعنی منقی کی بیوی ۔ کھرڑا پارسی بمبئی کا محلہ

تر یہ بھیس پھسی سہی واعظ کی مے کشو ؛ بک بک بکا بکا ہیں تو سب کا یہ حچا ملا
ن کو حلال قتل مجھے آہ بھی حرام ؛ کل منصفی سے حسن کی یہ فیصلہ ملا
یہ پرچے امتحان کے ہیں یا پیام کے ؛ بس شکر کر کہ باپ تجھے بے پڑھا ملا
پھر سالے سات سالیاں اک ساس اک سسر ؛ صدقے میں ایک بیوی کے ہم کو نہ کیا ملا
بر نی الگ الگ تھی دوا ساز کی مگر ؛ کشمش کا دانہ کیسے منقی سے جا ملا

آٹھ انگل

تری کل کل نے بے کل کر دیا ہے ؛ مجھے مخمل سے کمبل کر دیا ہے
عدو کو تو نے جھٹ سے دی اشرفی ؛ مجھے پیسہ بھی مل مل کر دیا ہے
یہ دعوے سے کہا شام اودھ نے ؛ مزاج حسن نے ڈھل کر دیا ہے
جوانی چائے اور راس ڈالڈے نے ؛ مجھے ہر موقعہ پر ڈل کر دیا ہے
دل پر سوز کو سٹھکر اکے بولے ؛ اسے ہم کیا کریں جل کر دیا ہے
حرم اور دیر کا جھگڑا تو کب سے ؛ رخ پر نور نے حل کر دیا ہے
حسیں جو آگیا وہ دھنس گیا بس ؛ خدا نے دل کو دل دل کر دیا ہے
قدم جس شہر میں پہونچا ہمارا ؛ اسے دو دن میں جنگل کر دیا ہے
ذرا سے زخم دل کو تیرے غم نے ؛ بڑھا کر آٹھ انگل کر دیا ہے
ہے موجودہ سیاست کی نوازش ؛ کہ ہر مومن کو چرچل کر دیا ہے
تھی کم گو اور مہذب پہلے بیوی ؛ مگر فلموں نے چنچل کر دیا ہے
میں گھسی بی بی کے مقتل میں گیا ہوں ؛ کہ میں نے خون پل پل کر دیا ہے
منقہ اور کشمش نے تو گھر کو ؛ پہلوانوں کا دنگل کر دیا ہے

منقہ کو کیا اگر شیر حق نے
عدو کو بھی تو کٹھمل کر دیا ہے

سہرا حاجی نور احمد صاحب شمسی مراد آبادی

جو کوئی حسن کا مارا پولیس کپتان ہو جائے
حسینوں کا محکمہ عشق کا چالان ہو جائے

بھتیجے بھانجے سالوں کو سارے عہدے دیدینا
ہمارے دیش میں بے شک وزارت اس کو کہتے ہیں

تو اے اقبال عیسٰی بھائی کی صورت ڈبل ہو جا
اسی میں خیر ہے بھیا سعادت اس کو کہتے ہیں

بزرگوں نے یہاں تک ہاتھ پھیرا سر پہ دولہا کے
کہ یہ کہنا پڑا مجھ کو حجامت اس کو کہتے ہیں

بٹے ہیں سات من لڈو یہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے
ملا مجھ کو نہ آدھا بھی قیامت اس کو کہتے ہیں

مجھے دیتیں ہیں بیوی گالیاں میں ہنس کے لیتا ہوں
شجاعت اس کو کہتے ہیں حرارت اس کو کہتے ہیں

جگر کے شہر میں تو شاعری کرنے کو آیا ہے
منقّہ سچ ہے اسپیشل جہالت اس کو کہتے ہیں

دولہن کے باپ روئے جس گھڑی بیٹی کی رخصت پر
منقہ گھل گیا اشکوں میں شربت اسکو کہتے ہیں

معزز گدھا

دنیا میں جب نہ کوئی معزز گدھا ملا ؛؛ کشمش[1] کا باپ منشی منقّہ سے آملا
اک پارسن یہ بولی کھرڑے پارسی[2] پہ کل ؛؛ قسمت سے ایک تو ہی مجھے پارسا ملا
یہ بمبئی کی بزم ادب ہے کہ بار ہا ؛؛ تک والے تکتے رہ گئے، جب بے تکا ملا
میں نے بجائے طبلے ترے راگ پر سدا ؛؛ سُر میری دُھن پہ بھی تو کبھی نہ ملا ملا
اس ٹھاٹ سے ہے میرا کھرڑا پارسی پہ گھر ؛؛ جیسے سِرا ہمالہ کا اختر سے جا ملا
ملتے ہیں دل رُبا اُنہیں دل جن کے پاس ہے ؛؛ ہم کو تو دل رُبا نہیں پاکٹ رُبا ملا
وہ پلپلا رقیب ملا اُن سے اسطرح ؛؛ جیسے ہُمائے بوم یا رُخ سے گدھا ملا
لنگڑا اپھار ٹی بی دمہ کھجلی پیلیاہ ؛؛ سرکار قلم سے کہو کس کو نہ کیا ملا

---

[1] کشمش یعنی منقّی کی بیوی [2] کھرڑا پارسی بمبئی کا محلّہ

تمریہ بھُس پھُسی سہی واعظ کی مے کشو :: بک بک بکا بکا ہیں تو سب کا چچا ملا
ن کو حلال قتل مجھے آہ بھی حرام :: کل منصفی سے حسُن کی یہ فیصلہ ملا
پرچے امتحان کے ہیں یا پیام کے :: بس شکر کر کہ باپ تجھے بے پڑھا ملا
بعد سالے سات سالیاں اک ساس اک سُسر :: صدقے میں ایک بیوی کے ہم کو نہ کیا ملا
برنی الگ الگ تھی دوا ساز کی مگر :: کشمش کا دانہ کیسے منقیٰ سے جا ملا

آٹھ اُنگل

نزی کل نے بے کل کر دیا ہے :: مجھے مخمل سے کمبل کر دیا ہے
عدو کو تو نے جھٹ سے دی اشرفی :: مجھے پیسہ بھی مل مل کر دیا ہے
یہ دعوے سے کہا شام اودھ نے :: مزاج حسُن نے ڈھل کر دیا ہے
جوانی چائے اور راس ڈالڈے نے :: مجھے ہر موقعہ پر ڈل کر دیا ہے
دلِ پُرسوز کو بھٹکا کے بولے :: اسے ہم کیا کریں جل کر دیا ہے
حرم اور دیر کا جھگڑا تو کب سے :: رُخِ پُرنور نے حل کر دیا ہے
حسیں جو آگیا وہ دھنس گیا بس :: خدا نے دِل کو دَل دَل کر دیا ہے
قدم جس شہر میں پہونچا ہمارا :: اُسے دو دن میں جنگل کر دیا ہے
ذرا سے زخمِ دل کو تیرے غم نے :: بڑھا کر آٹھ انگل کر دیا ہے
ہے موجودہ سیاست کی نوازش :: کہ ہر مومن کو جرجل کر دیا ہے
بھی کم گو اور مہذب پہلے بیوی :: مگر فلموں نے چنچل کر دیا ہے
میں کبھی پی پی کے مقتل میں گیا ہوں :: کہ میں نے خون پل پل کر دیا ہے
منقہ اور کشمش نے تو گھر کو :: پہلوانوں کا دنگل کر دیا ہے

منقّہ کو کیا اگر شیر حق نے
عدو کو بھی تو کٹھمل کر دیا ہے

سہرا حاجی نور احمد صاحب شمسی مراد آبادی

جو کوئی حسن کا مارا پولیس کپتان ہو جائے
حسینوں کا محلکہ عشق کا چالان ہو جائے

جو اپنی اِستری کا تابعِ فرمان ہو جائے
اسی جیون میں اُس بلوان کا کلیان ہو جائے
بنے وہ گلشنِ کشمیر جس جنگل میں ہو نجوں میں
وہ جس گلشن میں آئیں قتل کا میدان ہو جائے
تیری اماں بریلی کی تو ابا آگرے کا ہے :
نہ پھر کیوں تیری صورت دیکھ کر خفقان ہو جائے
نہ تم پیلا دوپٹہ اوڑھ کر نکلا کرو باہر
کہیں ساری ہی بیلی بھیت کو یرقان ہو جائے
رہیں گے دو جہاں میں سُرخ رو نوشاہ اور نوشی
عطاء ُ جہان کو اس آن گر اک پان ہو جائے
تو اپنے سہرے کے صدقے میں نور احمد دعا کر دے
کہ مشکل ہر کنوارے کی یونہی آسان ہو جائے

جل پری

ہمیں زندگی دی مگر غم بھری دی ؛ رقیبوں کو دی موت بھی چٹ پٹی دی
سُریلی ہزل سن کر دے ڈالی اُس نے ؛ بہت داد ہم کو مگر بے سُری دی
ہمیں زخمی کرتی ہے ہر ایک رُخ پر ؛ یہ بیوی نہیں دی ہے چھتن چھری دی
نئی جورو کر لی مگر کیا خبر تھی ؛ کہ پیری میں کرنا پڑے گی مُریدی
شبِ غم پہ بھی ٹیکس قائم کیا ہے ؛ محرّم یہ بھی شمر لیتا ہے عیدی
مرا دل ملاتے ہو دشمن کے دل سے ؛ یہ قصرِ حسینی رض وہ تختِ یزیدی
رہی غرق اشکوں کے دریا میں ہر دم ؛ مجھے آنکھ دی یا کوئی جل پری دی
نہیں غیر کو غم کسی بھاؤ پر بھی ؛ ہمیں بے کلی اور بالکل فری دی
مری ساس نے لڑکیاں دیں ہمیشہ ؛ مرا نمبر آیا تو اک چھپکلی دی
ادا کیسے مطلب ہو اُن کی ادا کا ؛ جو بگڑیں تو بند رجو سنوریں تو شیدیؔ[1]
جو ہے کار آمد وہ پھرتا ہے پیدل ؛ جو بے کار ہے کار اُس نے خریدی

---

[1] حبشی۔ سیاہ۔

نا کر مجھے رو دیا میرا قاتل ؛ مری کھوٹی شئے لیکے قیمت کھری دی
رلنے دیا جس کو جو تھا مناسب ؛ انہیں بھوت بخشا ہے ہم کو پری دی
ھی ہند میں بھی نہ تھی قدر ہندی ؛ وہ دینے پہ آئے تو کمبل سری دی
نادی رقیبوں کو سب کھیر اپنی ؛ ہمیں چاٹنے کے لئے چاشنی دی
حاصل ہوئے جس کے ارض و فلک بھی ؛ وہ شئے مجھکو دی اور سو فیصدی دی
رایک راجہ مندر سنبھالے ہے جب سے ؛ برہمن کو بھارت کی شاہنشہی دی

تعجب ہے مولا کہ شاعر بنا کر
منقہ کو آواز کیوں پھُس پھُسی دی

میدانِ محبت

ں اُسنے عبادت بھی ایسی جس میں کہ کسی کو کلام نہیں
پھر ایک ہی لغزش سے جس کا کونین میں کوئی مقام نہیں

رسیر بھی یہ کہتا ہے ظالم میں بد تو ہوں بد انجام نہیں
اللہ اگر توفیق نہ دے شیطان کے بس کا کام نہیں
خفقانِ محبت عام تو ہے پکوانِ محبت عام نہیں

پنجاب نہیں مدراس نہیں بنگال نہیں آسام نہیں
گھر گھر میں ہوئے لیلیٰ مجنوں اب نجد تیری کچھ دام نہیں

ناریک میاں کی راہ اِدھر بیوی بھی اُدھر خوش گام نہیں
لعنت ہی بہت کچھ فلم کی بھی جنتا ہی پہ سب الزام نہیں
پیمانِ محبت عام تو ہے بھگتان محبت عام نہیں

محنت بھی کری سیدھا بھی چلا پر اب تک میں ٹاٹا نہ ہوا
روٹی جو ملی تو دال نہیں گر دال ہوئی آٹا نہ ہوا !

سب مسکے مسکے چاٹ گئے ہر فن سے انہیں گھاٹا نہ ہوا
شیطان سے سودا کر لیں گے بھگوان کے بس کا کام نہیں
چالانِ محبت عام تو ہے امکان محبت عام نہیں

یوں شادِ ظرافت لکھنے کو لکھ دیتے ہیں جا بے جیسے اکثر
اس فن کا تو رستم جار لی ہے ہر عیب میں بھی ہیں جسکے ہنر
وہ فلمی گلی کے دادا ؤں کو گھماتا ہے ڈٹ کر
جو منشی منقہ آغا یا بھگوان کے بس کا کام نہیں
جسکانِ محبت عام تو ہے میدان محبت عام نہیں

اُلو کا پٹھا

کریلا آلو بیگن اور نہ کیلا بن کے آیا ہوں :: میں کشمکش کی محبت میں منقہ بن کے آیا ہوں
نہ لڑکی بن کے آئی ہوں نہ لڑکا بن کے آیا ہوں :: بس آگے پوچھئے گا مت کہ کھرکیا بن کے آیا ہوں
میری بیوی میری خبط الحواسی پر نہ گڑ بڑ کر :: کہ میں لہنگے کے دھوکے میں غرارہ بن کے آیا ہوں
سرنگی ہو کہ طبلہ ہو لفنیری ہو کہ شہنائی :: میں سب کا ساتھ دو نگا ایک تارا بن کے آیا ہوں
خدا را میری صورت پر ذرا لاحول توڑ ھ دو :: میں لو بچوں کا ابا ہوں کنوارا بن کے آیا ہوں
کنہیا لال یا مرزا مشرف بن کے آیا ہوں :: نہ ڈکشٹ جانی واکر اور نہ آغا بن کے آیا ہوں
بھانِ فلم میں منشی منقہ بن کے آ ٹپکا :: میں انساں تھا مگر اُلو کا پٹھا بن کے آیا ہوں

شکوہ معاذ اللہ

ترا نام ہے پاک پروردگار :: میں ناچیز ہلکٹ[1] ذلیل اور خوار
اِک ادنیٰ سی قدرت کہ مجنّن کمار :: لگیں فلم کے لینے اسّی ہزار
منو کیا سُنوں اُن پہ رحمت کری
میری بار کیوں دیر اتنی کری

تیرا نام ستار غفار ہے :: یہ پاپی کمینہ ہے مکار ہے
جو پل بھر بھی مولا تو قہار ہے :: تو دنیا ہی ساری تڑی پار ہے
بہر حال تیری بھلی یا بری
میری بار کیوں دیر اتنی کری

---

[1] ہلکٹ آوارہ اوباش۔

تری ذات مولا غفور الرّحیم :. سڑک چھاپ بن بیٹھیں جیّد حکیم
شکر دیکھنے میں برتنے میں نیم :. منقّہ کے بدلے کھلا دے افیم
ضرورت ہو مصری کی دیں پھٹکری
میری بار کیوں دیر اتنی کری

ترے شیخ و پنڈت میں بنتی نہیں :. کب ان سوتنوں میں ہی ٹھن تی نہیں
پرائی کمائی پہ تن تی رہیں ! :. نئے فتنے جنتا میں جنتی رہیں
کبھی اُن کی بدلی نہیں جنتری
میری بار کیوں دیر اتنی کری

ترے حکم سے کیسا یہ بم بنا :. شجاعت کا شق القمر ہو گیا
یہ تلوار برچھی کٹا رہی تو کیا :. قرق گن مشینوں کو بھی کر گیا
پڑی بانجھ ہے آج گدکا پری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

ترے حکم سے کرفیو ہو گیا :. گیا پان کھانے تو پکڑا گیا
روپے آٹھ تھے پاس میرے خدا :. پولس نے جو کرنا تھا بس کر دیا
مری جھڑتی[1] لی پاؤلی کم کری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

نہ بے پونجی جب کوئی دھندا ملا :. رنگے کپڑے اور پیر جی بن گیا
مگر اک مرید اونچے درجے کا تھا :. میں سب کو مجھے وہ پڑھاتا رہا
لگاتا ہوں اب نعرۂ حیدری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

میں دنیا کے ہنسنے کا سامان ہوں :. تری اس ادا پر بھی قربان ہوں
پر اس غم سے بے حد پریشان ہوں :. کہ جس مِل کے در پر میں دربان ہوں
مری استری ہے وہاں مستری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

جو قبلہ تھا اب وہ شرمیان ہے :. جو شہ زور تھا آج بلوان ہے

---
[1] جھڑتی۔ تلاشی۔

یہ اردو زباں کا بلیدان ہے ؎ اگر دان تھا جو گڑ دان ہے
چڑیلوں کو جبر آئیں بولوں پری
مری بارکیوں دیر اتنی کری

کوئی کام ایسا نہ ویسا ملا ! ؛ ملا بھی تو اُس کا نہ پیسہ ملا
نہ مرغی ملی اور نہ بھینسا ملا ؛ جو بھینسا ملا بھی تو ایسا ملا
کہ جس نے مری دال پتلی کری
مری بارکیوں دیر اتنی کری

موالی[1] کو تو چاہیے حاجی کرے ؛ جو حاجی کو چاہیے تو باجی کرے
جو ملّا[2] کو چاہیے تو بکری کرے ؛ جو لونڈے[3] کو چاہیے تو قاضی کرے
کرے قیدیوں کو مہامنتری
مری بارکیوں دیر اتنی کری

وہ ماضی بھی کیا میرے رحمٰن تھا ؛ منقّہ نہ تھا جب میں انسان تھا
ترے حکم پر میرا ایمان تھا ؛ چلن پر بزرگوں کے قربان تھا
ڈسمبر کو پھر کر میرے جنوری
مری بارکیوں دیر اتنی کری

جوابِ شکوہ الحمد للہ

اچانک یونہی اک ندا آ گئی ! ؛ مرے دل کی دنیا ہی تھرا گئی
کہ او بے ادب کیا قضا آ گئی ؛ سراپا دعا کو دعا آ گئی
نظر اپنی حالت پہ تو نے کری
تری بارکیوں دیر اتنی کری

جو میرا ہے اُس کی الگ شان ہے ؛ اشارہ پہ وہ میرے قربان ہے
تجھے گر کہیں ہم کہ شیطان ہے ؛ تو شیطان کا اس میں ایمان ہے

---

[1] موالی - غنڈہ غیر ذمے دار [2] مُلّا بکری - بمبئی کا مشہور سرمایہ دار جراح سن بورڈ پر باقاعدہ مُلّا بکری لکھا ہے [3] شہر بمبئی میں قاضی لونڈا قاضی مرفاہت مشہور ہیں معزز بھی ہیں۔

ترے آگے ہیچ اُس کی کاریگری
تری باریوں دیر اتنی کری

اسیرِ ہوس پھر بھی آزاد ہے ؛ ؛. ہے محلوں میں اور نام فرہاد ہے
تو خود صید ہے خود ہی صیاد ہے ؛. تو بے معنی پھر کیوں یہ فریاد ہے
تو بیگن کو سمجھا ہے کیوں رس بھری
تری باریوں دیر اتنی کری

تو فرعون جیسوں کا استاد ہے ؛. ترا ہر عمل ننگِ شداد ہے
یوں ہی پل[1] ترے دم سے آباد ہے ؛. ہُوا کیا جو گھر تیرا برباد ہے
چڑیلوں کو خود تو نے سمجھا پری
تری باریوں دیر اتنی کری

میں یتری سُرخی سے ہیں سُرخ رو ؛. اُدھر بیوی فاقوں سے ہے زرد رو
چراغ اُس کا جلتا ہے اُس کا لہو ؛. یہ لبریز مینا وہ خالی سُبو
سنہرے کڑے یاں وہاں ہتھکڑی
تری باریوں دیر اتنی کری

کوئی لمحہ طاعت میں بیتا نہیں ؛. تجھے پاسِ قرآن و گیتا نہیں
گرٹی کی تو کُتّا بھی بیتا نہیں ؛. مگر بن پیے تُو تو جیتا نہیں
پھر اس پر بنی اک پُھل جھڑی
تری باریوں دیر اتنی کری

ترے مشغلے جور بازار ہیں ؛. زمانے کے غنڈے ترے یار ہیں
تری گفتگو کے وہ اطوار ہیں ؛. کہ ماں باپ تک تجھ سے بیزار ہیں
بجی جب تری بانسری بے سُری
تری باریوں دیر اتنی گری

تو بچوں کو مسجد میں لایا کبھی ! ؛. ترے ہوش کو جوش آیا کبھی !

---

[1] یوں پل بمبئی میں طوائفوں کا اڈہ

حیا کا سبق بھی پڑھایا کبھی ؛؛ کہ پردہ کا نکتہ بتایا کبھی
دکھاتا ہے فلمیں تو کمپل سری[۱]
تری باریوں دیر اتنی کری

نہ بھولے سے ربّ یاد آیا جسے ؛؛ بتا رب نے کس دم بھلایا اُسے
امیرِ خلائق بنایا کِسے ؛؛ فرشتوں سے سجدہ کرایا کسے
تو خود سر نہیں بلکہ ہے خود سری
تری باریوں دیر اتنی کری

تو انساں سے خود ہی منقّہ بنا ؛؛ حکیموں کی برنی میں رہنے لگا
جوشاندہ میں اُبلا کھرل میں پسا ؛؛ کبھی قبض والوں کے ہتھے چڑھا
تو خود ہو رہا ہے اڑن طشتری[۲]
تری باریوں دیر اتنی کری

قسم

[۳] بیوی تو کھاتیں ہیں نانی کی قسم ؛؛ نانی کھاتی ہیں جوانی کی قسم
رات ماموں کو نہ جب روٹی ملی ؛؛ سو رہے کھا کر ممانی کی قسم
کتھا چونا ختم مرجھایا ہے پان ؛؛ خاص اُن کی خاصدانی کی قسم
کچھ نہ کچھ ہے دال میں کالا میاں ؛؛ تم نے کیوں کھائی جٹھانی کی قسم
سر کے بل کشمکش نگر جاؤں گا میں ؛؛ اُن کا دانہ اپنے پانی کی قسم
آپ کے نخرے کا سُر ملتا نہیں ؛؛ سارے گا ما پا دھانی کی قسم
گر قسم بُڈّھو کی لینی ہو کبھی ؛؛ لے لو بُڈّھوا ے ڈوانی کی قسم
اِتنی ٹھنڈی میں نہانے کا سبب ؟ سچ کہو تم کو نہانی کی قسم

۱؎ کمپل سری لازمی ۲؎ خدا کو بکیوڑی پسند ہے ۳؎ بعض جوانی کی قسم کھانے قابل ہیں وہ نہیں کھاتیں۔

صاف دِل ہونے کا ہے میرے ثبوت ⁂ کھا رہا ہوں مہترانی کی قسم
کیسے کہدوں پیسے میں برکت نہیں ⁂ بھینس جیسی پہلوانی کی قسم
ڈم وٹن پر کر فڈا مرڈ خنڈا ⁂ تُجھکو ٹیڑی نا ٹوانی کی قسم
عشق کو میرے مسلمانی سمجھ ⁂ حُسن تیری آنا کانی کی قسم
حیدرآباد ن ہوں کر میرا نجیس[1] ⁂ پہلے بھی میں کھا چکی جانی خصم[2]
ہم کو بھی تھوڑا سا سُرمہ چاہیئے ⁂ تم کو اپنی سرمے دانی کی قسم
یاد ہے وہ دست شفقت یاد ہے ⁂ اُن کی مرحومہ ممانی کی قسم
گو منتّہ کی نئی بیوی بھی ہیں ! ⁂ پھر بھی لیتے ہیں پرانی کی قسم

آنکھوں کا بہیّہ

کوئی ارمان کیچڑ میں پھسل جاتا تو کیا ہوتا
تری آنکھوں کا پہیّہ[3] دل پہ چل جاتا تو کیا ہوتا
تری نانی کو گھر میں دیکھ کر یوں لوٹ بھاگا میں
کہ اُس کے حسُن کی گرمی سے جل جاتا تو کیا ہوتا
مرے آنسو کی گرمی نے اُبالی چائے کی پتّی
ترے دل کا کریلہ بھی اُبل جاتا تو کیا ہوتا
تمہاری تیر اندازی کا بھانڈا پھوٹ ہی جاتا
میں تھوڑی دیر کو نظروں سے ٹل جاتا تو کیا ہوتا
اسی ڈر سے خوشامد دن میں اُن کی نہیں میں نے
بھلا گر دھوپ میں مسکہ پگھل جاتا تو کیا ہوتا
مرا دل لینے والے لے لیا اچھا کیا تو نے
اگر یہ رکھتے رکھتے یونہی ڈھل جاتا تو کیا ہوتا

---

[1] نجیس - یقیں [2] خصم - قسم [3] کلکتے کے مشہور طنز گو کا مصرعہ اپنایا۔

اسی ڈر سے تو میں بھی آج ننگے پاؤں آیا تھا
اگر جوتا تری محفل میں چل جاتا تو کیا ہوتا

جوانی میں بڑھاپا آ گیا تو مجھ پہ ہنستے ہو ... !
شباب اُن کا اگر بچپن میں ڈھل جاتا تو کیا ہوتا

سُنا ہے مرغوں کے تو پالنے کا شوق ہے اُن کو
میں مُرغا بن کے اُن کے گھر میں پل جاتا تو کیا ہوتا

ترا بٹوہ ہی ڈاکو لے گیا اُس کی شرافت تھی
اگر وہ تجھ کو ہی لے کر ڈبل جاتا تو کیا ہوتا !

بلا ہے قوم کے ٹکڑوں پہ واعظ اِس پہ یہ تیور
حکیم اور وید کے کشتوں پہ پل جاتا تو کیا ہوتا

پرایا گھر سہی لیکن منقہ پیٹ بھرا تھا
اگر پتلون کا بخیہ نکل جاتا تو کیا ہوتا

گیا تھا اِک منقہ پیٹ میں وہ بھی اُگل بیٹھے
میرے یارو اگر اِک دو رطل[1] جاتا تو کیا ہوتا

دھیلا

کس چیز کی کمی ہے بابا عرب[2] گلی میں ؛ حلوا عرب گلی میں فاقہ عرب گلی میں
ہر فن کا آدمی ہے ہر دم کا جالو رہے ؛ اُٹھتا نہیں کسی کا دھیلا عرب گلی میں
دو لوٹں کے چار دانہ تم ڈال کر تو دیکھو ؛ لڑتا ہے کیسا کیسا مُرغا عرب گلی میں
کس منہ سے بولوں چنڈو افیون اور گانجے ؛ دارو کا بہ رہا ہے دریا عرب گلی میں
اے اتحادِ مسلم اللہ تیرا والی ؛ آنے لگا یہودی کانا عرب گلی میں

---

[1] رطل۔ آدھ سیر کے برابر [2] عرب گلی بمبئی کا محلہ [3] موضع دیان کے آنے سے ۵ برس پہلے یہ شعر عرض کیا گیا۔

اک لکھ پتی تھا ہوٹل ہر لکھ پتی کا اڈّہ ؛؛ اور ہر ارب پتی کو پایا عرب گلی میں
جس کو بھی دیکھو بابو جس کو بھی دیکھو دادا[۱] ؛؛ بیٹا نہ کوئی پوتا دیکھا عرب گلی میں
بیوی میاں ہیں دونوں رہتے ہیں پر علٰحدہ ؛؛ کھچڑی مد نہورے ہیں کھچڑا عرب گلی میں
سیماب کا یہاں پر اعجاز ہم نے دیکھا ؛؛ ان پڑھ بھی پڑھ رہا ہے ہر اعرب گلی میں
قربانی تو نے ٹن ٹن اب کے یہ کی ہے کیسی ؛؛ فیمس[۲] میں لوٹی بانٹی چھچھڑا عرب گلی میں
کیا قبض میں کسی نے بتلا دیا منقّہ ؛؛ کیوں پھر رہی ہے بیگم پارا عرب گلی میں

سنوریا

نین کو ڈھونڈیں نین سجن من ڈھونڈے من کا پیار سنوریا آجا رے
تیرے کارن پگ پگ منوا دھڑکے سو سو بار سنوریا آجا رے
نینوں میں ہے پیار کی رنگت ہونٹوں پر ہے گیت
ہولے ہولے من کی دھڑکن بن گئی من کی پریت
کون سنے گا تجھ بن مورے پائل کی جھنکار ” ” ”
کھِل کر مرجھائی جاتی ہیں آشاؤں کی کلیاں
آجا بالم نینوں کی ہیں سونی سونی گلیاں
تیرے بن اجڑا اجڑا ہے پیار بھرا سنسار ” ” ”
تیری راہیں تکتے تکتے ہوک اٹھی ہے من سے
پل پل سیّاں سانجھ سویرے ہم رے دو نین سے
رم جھم رم جھم برکھا برسے دیکھ تو لے اک بار ” ” ”

---

۱ دادا۔ بڑا غنڈہ گروہ بند ۲ ایک اسٹوڈیو۔

شانِ گدا و شاہ

دشمنوں کی بھی ہے پہونچ میری بھی بارگاہ میں
کتے بھی پالتے ہیں وہ شیر بھی ہے نگاہ میں

شیخ ہے بے حیا ہے وہ شانِ خدا سے منحرف
فرق نہیں سمجھتا جو شانِ گدا و شاہ میں

دشت کی سیر کو گئے یاد ہیں اتنا کھو گئے
ساتھ گدھی کے ہو لیے آپ کے اشتباہ میں

مانتے ہم کو لوگ کب کرتے بھلا کہاں ادب
کھدر پہن لیا تو اب جچنے لگے نگاہ میں

غیر کا کھیسہ کٹ گیا میری بھی جیب بھر گئی
دونوں کا کام ہو گیا یار کی اک نگاہ میں

رشوت کی برکتیں بھی ہیں جوئے کی سب لیتں بھی ہیں
چوری کی حرکتیں بھی ہیں حاکمِ خیر خواہ میں

ایک اگر نکل گیا فوراً ہی تین گھس گئے
ریل کا لطف آگیا اُن کی قیام گاہ میں

بیٹے نے ماں کی گالی دی باپ کو وجد آگیا
بولے کہ آج گھر میں دی کل تو یہ دے گا راہ میں

ماں نے کہا جی سنتے ہو؟ بچے کی اُترے گی نظر
خیر سے پہلی گالی دی ہے ابھی پہلے ماہ میں

نانی اُچھل کے بول اُٹھیں منت کی نیاز ہو گی کب
صدقہ اتاروں گی ابھی آئے نہ بد نگاہ میں

آگ نہ پیٹ کی بجھی فلم ہو یا مشاعرہ
منشی منقہ رہ گیا لوگوں کی واہ واہ میں

بھکاری

مجازؔ اک یار سے لائے جو تی
کہا پھر بیوی سے جلئے بنا دے

اسی وقت اک فقیر آیا کہ بابا
خدا کے نام پر بھی کچھ کھلا دے

جو تی جو بھی اس کو دیدی لیکن
وہ ضد کرنے لگا کھانا کھلا دے

کہا بابا نہ شرمندہ کرو اب
نہیں بھی دوں اگر مجھ کو خدا دے

مگر وہ خاندانی تھا بھکاری
ہلے بالکل نہ دنیا کو ہلا دے

نہ جھگڑ کو حکم ہے سائل کو لیکن
وہ سائل کیا جو تو بہ نا کرا دے

مجازؔ آخر یہ بولے جا چلا جا
کہیں دل میرا تجھ کو بددعا دے

کہا اس نے ہیں جتنی بددعائیں
وہ سب دیدے مگر کھانا کھلا دے

اٹھا کر ہاتھ پھر یہ بددعا دی
مرے مولا اسے شاعر بنا دے

اک اس سے بھی تو زیادہ بددعا تھی
جو کہد یتے منقیؔ سا بنا دے

نہیں جاؤں گا

نہ کر اب زیادہ پریشاں نہیں جاؤں گا
تیرے کہنے سے میں دربان نہیں جاؤں گا

میری پہچان ہے اس گھر میں سبھی سے پاگل
تجھ سے بھی ہو گئی پہچان نہیں جاؤں گا

تجھ پہ قربان کیا ہے مری قسمت نے مجھے
تیرے کہنے پہ تو قربان نہیں جاؤنگا

کام پر جائے وہی جو نہ ڈرے بیوی سے
میں تو ہوں تابع فرماں نہیں جاؤں گا

شیخ بولے نہ ملی آگ اگر حقے کی
تیری جنت میں بھی رضوان نہیں جاؤں گا

میں چلا جاؤں شکیلہ کو سنو پھر تم سب
قتل کا ہے مرے سامان نہیں جاؤں گا

آج تو منشی منقیؔ کا کردوں گا اغوا
اک لفنگے کا ہے اعلان نہیں جاؤں گا

آٹھ سو ہزلیں منقیٰ کی سنیں تب جائیں
ورنہ یہ کہتے ہیں یہ ہاں نہیں جاؤں گا

خود کو بیگانہ ذنہار لفت کا پایا!
مجھے یارانِ وطن بمبیٔ کا لکھتے ہیں
میں تو سمجھا تھا کہ مختار ہو گھر آیا ہوں

جب مجھے لینے میرے گھر سے کرایہ آیا[1]
میں نے جب الوطنی کا یہی تمغہ پایا
اور گھر والوں نے سمجھا کہ منقیٰ آیا!

مَوازنہ

یہ منشی منقیٰ بھی اک آفت ہے بلا ہے
ہے قہقہے کی کان کہ ہنسنے کا خزانہ
ہر شعر ہی میں دفن ہے حکمت کا دفینہ
پاکیزہ زباں ذہن تشنودن سے معطر
جب کلو یہ سب کر چکے تعریف ہماری
لیکن یہ تو کہیے کہ کبھی آپنے ابتک
کلو نے کہا دونوں میں کیا فرق ہے کہیے

معشوق کی زلفوں کی طرح سر پہ چڑھا ہے
خشکی کے مریضوں کی تو یہ خاص دوا ہے
سونے پہ سہاگہ ہے جو پڑھنے کی ادا ہے
پھر جو بھی کہا ہنستے ہنسلتے ہی کہا ہے
اصغر نے کہا ٹھیک درست اور بجا ہے
اکبر کا کوئی شعر پڑھا ہے کہ سنا ہے؟
اکبر کو تو اصغر میاں اکثر ہی پڑھا ہے

میدانِ سخن میں بھی اُچھل کود ہی یکساں
وہ تیر نما ہیں تو یہ لنگور نما ہے

۱؎ ایک مرتبہ میرے وطن میں مشاعرہ کی شرکت کے لئے چندر بھان شرما اور ڈاکٹر شادو نے کرایہ بمبئی بھیجا تھا اور پوسٹر میں مجھے منشی منقیٰ بمبئی والے لکھ دیا تھا۔

سُتالے

وصل تیرا محال ہے پیارے ؛ ہندو مُسلم سوال ہے پیارے
پہلے سُنتے تھے دال میں کالا ؛ اب تو کالے میں دال ہے پیارے
اشک نینوں میں لاؤں تو کیسے ؛ خشک جب نینی تال ہے پیارے
شنکر و جے کشن کا کیا کہنا ؛ ایک سُر ایک تال ہے پیارے
کڑھی باسی ہوئی تو کیا ان کے ؛ حُسن میں پھر اُبال ہے پیارے
ہاتھ آئے جو مفت کا مُرغا ؛ شیخ کو بھی حلال ہے پیارے
چھوڑ دوں کس طرح تیرا پیچھا ؛ عشق تو لازوال ہے پیارے
خون بسمل کا جم گیا بہہ کر ! ؛ مُنہ پہ مَل لے گلال ہے پیارے
کچھ کمی رہ گئی مرمت میں ؛ چاند میں ایک بال ہے پیارے
اس لئے ڈھونڈتے ہیں سب تجھ کو ؛ بیوقوفوں کا کال ہے پیارے
ایک کے گھر ٹکی ہے کب مایا ؛ یہ تو بچّی چھنال ہے پیارے
روز پیتے ہو جائے میرے گھر ؛ پی لو باوا کا مال ہے پیارے
وہ نہیں آئے میری چائے بچی ؛ اس بچت کا ملال ہے پیارے

بال اُگ کر بھی نرم رہتا ہے
یہ مُنقّہ کا گال ہے پیارے

نمکین

فرقت میں اِک پری کی غمگین ہو گئے ہیں ؛ اِک بات اور بھی ہے نمکین ہو گئے ہیں
پوچھا جو میں نے بیگم بیچین کیوں ہو بولیں ؛ پہلے تھا ایک پھر دو اب تین ہو گئے ہیں
افیون اور گانجہ اُگتا تھا جس زمیں سے ؛ بھارت کے وہ علاقے کو چین[1] ہو گئے ہیں

---

[1] کہ چین میں افیم - چرس وغیرہ بہت مہنگے ہیں۔

پیسے میں دو کھلونے بنتے تھے جس جگہ پر ؛؛ جاپان کے وہ خطّے اب چین ہو گئے ہیں
آتے ہی میکدے میں یوں دم بخود ہیں زاہد ؛؛ جیسے شراب تھے اور کوکین[1] ہو گئے ہیں
جب مانتے تھے اپنا لوہا جہان والے ؛؛ اب پتلی دھات جیسے اک ٹین ہو گئے ہیں
دنیا میں شیخ صاحب تھے دین کے محافظ ؛؛ جب سے ملی وزارت لادین ہو گئے ہیں
خوشبو ہو کیوں سخن میں بدبو ہو جب دہن میں ؛؛ جو تھے ظریف و اکبر جیرکین ہو گئے ہیں
شیطان کیا کرے گا توہین اب ہماری ؛؛ ہم اپنی قوم کی خود توہین ہو گئے ہیں
ہر شاہی سانپ سے ہم فریاد کرتے کرتے ؛؛ سنتی ہو بھینس جس کو وہ بین ہو گئے ہیں
ہم اپنی توبہ کی کب بسم اللہ کر رہے ہیں ؛؛ تیار سننے کو جب یاسین[2] ہو گئے ہیں
مختار ہم تھے جب تک تھے خاندان کی عزت ؛؛ جب سے بنے مُنتقہ توہین ہو گئے ہیں

لنگڑا آم

مئے ہی باقی ہے نہ کوئی جام ہے ؛؛ سارے گھر میں ایک لنگڑا آم ہے
موسمِ باراں ہے دودھ اور آم ہے ؛؛ زندگی بے شک اسی کا نام ہے
کوریا کشمیر و مصر و پرشیہ کتنی رنگیں ایشیائی شام ہے
اپنی بیوی سے ہوا یہ تجربہ ؛؛ عشق اِک آوارگی کا نام ہے
حُسن میں یکتا ہے گر کنبہ تیرا ؛؛ عشق میرا خاندانی کام ہے
وہ دکھا کر بولیں اپنی نکٹی ناک ؛؛ آپ کی الفت کا یہ انجام ہے
ان کی نانی کو کوئی کہتا نہیں ؛؛ میرا نانا مفت میں بدنام ہے
چاہتا ہوں روز اک شادی کروں ؛؛ بٹ منتقہ یہ خیالِ خام ہے
عشق نے ٹیڑھا مُنتقہ کر دیا
تھا الف پہلے مگر اب لام ہے

---

[1] کوکین کھانے کے بعد زبان نہیں چلاتا۔ شراب پی کر خوب بکواس کرتا ہے [2] یعنی نزع کے وقت توبہ۔

پردہ

تین دن تک تو سمجھ لوں گا ہے مہمانوں میں
پھر بھی ٹھیرا تو خبر کر دوں گا سب تھانوں میں

چنڈوخانوں میں وہ اب اوندھے پڑے ملتے ہیں
مرد جو پہلے ملا کرتے تھے میدانوں میں

پردہ رہ جائے گا دونوں کا منقیٰ ایسے
دن میں ملنا نہ کسی یار سے رمضانوں میں

باپ بچپن میں جو سمجھاتے تھے وہ سب باتیں !
جب میں خود باپ بنا پہنچی میرے کانوں میں

ویسی پابندی پہ آزادی ہو ایسی صدقے
جب چھپا کرتے تھے مکتب کے غسل خانوں میں

ابا کہتے تھے تو آوارہ ہے بدقسمت ہے
وہ صدائیں ابھی تک گونجتی ہیں کانوں میں

بھائی اپنی تو سمجھ سے ہے منقیٰ[1] باہر
یہ دواؤں میں ہے میووں میں کہ انسانوں میں

قطعہ

آج انسانیت انساں میں نہیں ذکر یہ تھا | نہ خلوص اپنوں میں باقی ہے نہ بیگانوں میں
ایک سردار جی بیٹھے تھے چمک کے بولے | کچھ کہوں گا تو کہو گے تو ہے دیوانوں میں
دودھ جب جانوروں کا پئیں انساں ہو کر | کیسے انسانیت آسکتی ہے انسانوں میں

---

[1] یہ نشہ اُلٹے بھی لیٹ کر پیا جاتا ہے۔

سگا بھائی

کوئی تیلی ہے نائی ہے کہ کنجڑا ہے کہ سقہ ہے
جو مومن ہے تو اُن سب کا سگا بھائی منقّیٰ ہے

مرا منہ تو ہے رس گلّے کے قابل پر مقدر میں
جوار اور باجرا چاول چنہ گندم ہے مکّا ہے

ہمارے ڈھول کی تو پول کھولی فلم مہندی میں[1]
جدھر سے بھی گذرتے ہیں تو سب کہتے ہیں چھکّا ہے

یہ خالص دادا کا امبار کیسے گھر کو لے جاؤں
نہ موٹر ہے نہ ٹم ٹم ہے نہ چھکڑا ہے نہ یکّہ ہے

سفر تو ایک دن سب کو ہی کرنا ہے مگر واعظ
تری قسمت میں لنڈن ہے مری قسمت میں مکّہ ہے

غنیمت جانئے ابلیس کی مانند ہر نجدی
فقط حق گوئی میں کچّا عقیدت میں تو پکّا ہے

وہ گاڑی ہوں جو شنٹنگ میں ہٹی ہے اپنی پٹڑی سے
کہاں ہے میرا انجن جس کا کافی ایک دھکّا ہے

شکایت کی جو میرے غصّہ کی غیروں نے وہ بولے
دھتورہ مل گیا کچھ اس میں ویسے تو منقّیٰ ہے

رونا

سردی گرمی کبھی برسات پہ رونا آیا ✣ روتی صورت کو ہر اک بات پہ رونا آیا
جی نہیں آپ سے کیا مجھ کو شکایت ہوگی ✣ اپنے ہی گندہ خیالات پہ رونا آیا

---

[1] مہندی فلم میں ناچیز نے زنانہ لیلیٰ خواجہ سرا کا رول کیا تھا۔

جی نہیں آپ سے کیا مجھ کو شکایت ہوگی .:. اپنے ہی گندہ خیالات پہ رونا آیا
لاتیں سالی کی تو ہنس ہنس کہ ہمیشہ کھائیں .:. سالے نے ماردی اُس لات پہ رونا آیا
ظلم تو ہمنے شب ہجر سہے خوش ہوکر .:. ہاں شب وصل عنایات پہ رونا آیا
بے کمالی پہ مری ہنستی رہی ہے دنیا .:. مجھے دنیا کے کمالات پہ رونا آیا
گرچہ خود گھر میں مرے روز مہابھارت ہے .:. پھر بھی بھارت کہ فسادات پہ رونا آیا
دو نہیں چار نہیں سات نہیں آٹھ نہیں .:. نو مہینے کی حوالات پہ رونا آیا
آسمانی سبھی کہلائے زمیں پر رہ کر .:. فلمی تاروں کے خطابات پہ رونا آیا
کونسی بات ہنسانے کی ہی کی آج تلک .:. پھر بھی کہتے ہیں کہ کس بات پہ رونا آیا
میرے رونے کو مرے غم کا سبب کیوں سمجھے .:. سچ تو یہ ہے کہ اسی بات پہ رونا آیا
شادی کے دن ہی جو دولہا کی سُنی اک حرکت .:. بخدا ساری ہی بارات پہ رونا آیا
کیسے جیتے ہیں یہ فاقوں میں بچارے توبہ .:. لیڈروں کی گذر اوقات پہ رونا آیا

جانی واکر کے برابر جو منتّی کو رکھا
مجھے قدرت کی مساوات پہ رونا آیا

مُرغی کی بوٹی

مزہ ہی آگیا سسر کو مُنہ کی کھانے میں .:. کل اُس کا باپ مجھے لے گیا تھا تھانے میں
نہ مرغی خانہ کے باہر نہ مُرغی خانے میں .:. کہیں بھی مُرغی کی بوٹی نہیں زمانے میں
ترا جواب نہونے میں یہ ثبوت ہے کم؟ .:. مرا رقیب ہی کوئی نہیں زمانے میں
کہا دیاش[2] نے ٹن ٹن کو دیکھ کر فوراً .:. پڑیگا گھوڑے پہ زور اتنا بوجھ اُٹھانے میں
دُوہائی ہے چڑی ماروں کے بادشاہ تیری .:. کہ ایک چڑیا لگی ہے مجھے پھنسانے میں
حسینا بادکے جب سب حسین سوجائیں .:. نہ چوکنا مری قسمت مجھے جگانے میں
جو بات گُن گُنے دِل برکے رونے میں پائی .:. وہ بات ہی کہاں سہگل کے گنگنانے میں

---

[1] طرحی مصرعہ [2] مشہور رقّاص گوپی کرشن جو بہت دبلے پتلے تھے.

چھوڑ دو بھگوان کو پوجا کرو شیطان کو
بارگاہ فلم ہے یہ کوئی بندرابن نہیں

تو گلوں کو دیکھتا ہے اور میں گلشن ساز کو
میرے حسن ظن سے اونچا بزعشق زن نہیں

قومی بکرے کاٹ کر بھینسے بنے پھرتے ہیں جو
فاقہ مستوں کے برابر پھر بھی اُن میں کن نہیں

پول کیوں کھلوا رہے ہو غیر کی مجھ سے صنم
یونسن ایسا ہے وہ جس کا کوئی کوین نہیں

اردو میں لو کر رہا ہوں تو سمجھتا کیوں نہیں
میں بھی یو پی کا ہوں ظالم کوئی امریکن نہیں

غمزدوں سے کہہ رہی ہے میرے اشکوں کی جھڑی
موسم ساون تو ہے پر رونق ساون نہیں

سرخی پوڈر لپسٹک ہر لباس پردہ در
جس میں ہر نخرہ ہو ایسی کوئی بھنگن نہیں

کان میں مرغِ سحر کے اک پتنگے نے کہا
دل بھی واقف دل کی دھڑکن سے جو ہر دھڑکن نہیں

اِک گدھے کے گھورنے پر میں نے جھنجلا کے کہا
بھوتنی کے میں منقیٰ ہوں کوئی تو تن نہیں

ابھی[1] بچپن ہے اُن کا مجھ پہ ہوتا ہے عتاب آدھا
یہ پورا ہو گا جب میرا چڑھائیں گی خضاب آدھا

---

[1] طرحی مصرعہ بلا عینک جو میں نے سویا تو دیکھا میں خواب آدھا۔ [2] شعر میں ہیڈ کو میڈیکل نے سنٹرل اسٹوڈیو میں آل انڈیا مزاحیہ مشاعرہ کیا

غریبی نے کیا ٹیڑھا مگر پھر بھی مری ... جورو
طلب جب چاہے کر لیتی ہے دو انڈے کباب آدھا

نہیں چاہا مری جاں جب سے مرتا ہوں نہ جیتا ہوں
خطا تو پوری پوری کی مگر بھگتا عذاب آدھا

کبھی بھی فاتحہ بھاڑے کے مُلّا سے نہ پڑھوانا
کہ وہ بخشے گا اپنی روح کو پہلے ثواب آدھا

ابھی تک بزمِ عالم میں ہر اک شے نیم جاں کیوں ہو
یہ کس نے روئے انور سے اٹھایا تھا نقاب آدھا

میں اس چڑھتے بڑھاپے میں ہوا مجبور سا ورنہ
دیا کس مرغی والے کو کبھی میں نے جواب آدھا

ہے گھوڑے کا گدھے کا یا کسی ہاتھی کا خچر کا
بنا کر سر مجھے برٹش نے بخشا ہے خطاب آدھا

ابھی سے ہو گئے چودہ طبق روشن بحمداللہ
ابھی تو پیر جی سے میں ہوا تھا فیضیاب آدھا

مرا ایمان پورا تھا میں رندوں میں رہا جب تک
مگر پھر کر گیا اک واعظ خانہ خراب آدھا

ہو پانی پانی ساگر بھی مری آنکھوں کے پانی سے
جو رو دوں شرم سے رہ جائے دریائے چناب آدھا

پلاتے وقت ساقی نے مجھے اک آنکھ ماری تھی
اسی باعث تو ہوں میں آج تک مستِ شراب آدھا

بنو انسان بنجاؤ خدارا ورنہ تم جانو..
اجابت کا تمہاری ہو چکا ہے بند باب آدھا

بہ ایمائے حکومت جو مجاہد حج کو جاتے ہیں
وہ طے کرتے ہیں پہلے ہی رقم پوری ثواب آدھا

بھی پوری قلم پورا مہاجن منشی سب پورے
مگر جو کچھ دیا ہم نے ملا اُس کا حساب آدھا
وہ لنگڑا لولا کانا نصف بہرہ ہاف گنجا ہے
بلاشک ہوگا واعظ پر قیامت میں عذاب آدھا
وہ بیٹی ہیں دیالو کی تو کیوں آدھی دیا کرتیں
میں فیضا بادی ہوں پھر کیسے ہوتا فیض یاب آدھا
جسے آنکھیں ملی ہیں ففٹی پرسنٹ اس میں کیا شک ہے
وہی جاگے گا آدھا اور وہی دیکھے گا خواب آدھا
ابھی سے کیوں مُنقّیٰ دال پتلی ہو گئی تیری
ابھی تو خیر سے ٹن ٹن پہ آیا ہے شباب آدھا

حقوقِ زوجیت

حقوقِ زوجیت مسجد میں سمجھانے نکل آئے
ہماری بیویوں کو شیخ بھڑکانے نکل آئے
ہمارے قتل کا قصہ بھی دب کر رہ گیا آخر
پولس والے ہی اُن کے جانے پہچانے نکل آئے
گدھے بھی اب تو ڈھینچوں ڈھینچوں کر کے ڈالینگے
کہ جب فلموں میں انگلش طرز کے گانے نکل آئے
خدا شاہد ہے بس فوراً ہی سم کھانے کو جی چاہا
وہ جب دشمن کے فیور میں قسم کھانے نکل آئے
حجامت میکدے میں شیخ کی رندوں نے کر ڈالی
وہیں پر غسل کر کے ہم کو دھمکانے نکل آئے
جہاں پر چھوٹی قسمیں کھا کے دشمن کھانا کھاتے تھے
اُسی ہوٹل پہ سُسرے جوتیاں کھانے نکل آئے

پہنچانے گئے جو دس قدم بھی میری میّت کو.....
مرے چالیس دن کا کھانا کیوں کھانے نکل آئے

ی دِقّت سے دو کمرے لئے بخشے ہم نے پگڑی پر
مگر تقدیر سے وہ بھی غسل خانے نکل آئے

وئی جب دارو بندی زحمتِ حق چھائی زندو نیر
کرم ابلیس کا گٹروں میں میخانے نکل آئے

طن کی بات بھی پردیس میں کیا بات ہوتی ہے
ذرا سی بات یاد آتے ہی افسانے نکل آئے

سدّریاں خیل ٹیلہ ٹولی اور نوّاب دروازہ
کہیں کا ذکر چھیڑا اور کیرانے نکل آئے

ثریا کے بھی سر میں کیا غضب کا جوش تھا یارو
محلے بھر کے لڑکے لاٹھیاں تانے نکل آئے

مجھے کیا میری بیوی کو بھی بیگن گرمی کرتا ہے
مرے کھجلی ہوئی اُنکے بھی کچھ دانے نکل آئے

قطعہ

فنا فی الجورو تو نے کچھ سُنا ہے — محبت اپنے بندوں کی خدا ہے
خدا مارے گا او عبدل محبت — نہ پھر کہنا محبت کو خدا ہے
یہ پہونچاتی ہے بندوں کو خدا تک — اِسے بس نا خدا کہنا روا ہے

مجھے پڑھنے کا موقع اب دیا ہے — کہ سیکنڈ ہینڈ جب ہر قافیہ ہے

---

(۱) وزیرِ غذا قاضی غیاث الدین نے اپنے وطن میں مشاعرہ کیا جس کا مصرعہ طرح محبت اپنے بندوں کی خدا ہے
س پر ناچیز نے طنزیہ قطعہ کہا ہے (۲) اس حقیر کو سب سے آخیر میں پڑھوایا جبکہ ۵۲ شاعر طرحی کلام پڑھ چکے اسلئے
یہ مطلع فی البدیہہ عرض کیا۔ (۳) یہ سب میرے وطن کے محلوں کے نام ہیں۔

نہ جانے کیا جواب خط ملا ہے
کبوتر ہے کہ اُلّو سا کھڑا ہے

نہ زلفوں میں نہ کاکل میں پھنسا ہے
مرا دل اُن کی پاکٹ میں گھسا ہے

ہزل میں تو بہت سوں کا بچا ہے
منقّیٰ کا گلا ہی پھُس پھُسا ہے

لڑوں اُن سے تو میرا فائدہ ہے
مرے جوتے کا قد اُن سے بڑا ہے

مرض بالکل ہی میرا لادوا ہے
یہ کس مرغی کے نے اُن سے کہا ہے

پڑے ہیں کتنے بم اس پر کہ توبہ
ہمارا دل بھی فخر کر رہا ہے

رقیب رو سیہ گمنام پاجی
یہ کس اُلّو کے پٹھے کا پتہ ہے

گدھے کی کیا صفت پائی ہے مجھ میں
جو وہ ہر وقت کہتی ہیں گدھا ہے

عدو کوفے کا گدھا ہے خصلتوں میں
اگر یہ شکل میں بندر نما ہے

جسے چاہے اُسے پہنچا دے واعظ
جہنّم جیسے تیرے باپ کا ہے

دلیپ اور راج یا پھر جانی واکر
حکیم فلم کا یہ تر پھلا ہے

سوال وصل اور میرے علاوہ
یہ کس بھتنی کے نے اور کیا بکا ہے

کبھی بھی دل نہ دنیا سے لگانا
یہ پوری فاحشہ ہے بیسوا ہے

کہیں کچھ اور سمجھ میں آتا ہے کچھ
بہت بے ڈھب یہ لفظِ توبہ ہے

رقیبوں کے کبھی کام نہ آیا ہمیشہ
منقّیٰ قبض کیا قبض کشا ہے

لاکھ چہروں میں بھی وہ روئے مُعلّیٰ ایک ہے
جس کی دو آنکھیں لیکن ان میں دیدہ ایک ہے

ہیں عدو کے باپ دس بارہ بھائی اور بھی
کون کہتا ہے کہ وہ اُلّو کا پٹھا ایک ہے

بھوت کا آسیب کا ہو یا کسی جنّات کا
سارے سایوں میں مری جورو کا سایہ ایک ہے

خ پنڈت پادری کی آج ہی دعوت کروں
اتنا کہدیں کیک اور پوری پراٹھا ایک ہے

نستی تھی میم کے ملنے سے منشی ہوگیا
اور منشی[1] ہوں تو پھر دونوں کا منشا ایک ہے

مانے میں لڑنے میں حلئے میں غرض ہر بات میں
میری کتیہ اور مرے سالے کی خالہ ایک ہے

بلدے میں ایک مکیش پوچھ بیٹھا شیخ سے
چار بھائی ہیں تیرے کیا سب سے رشتہ ایک ہے

جب خفا ہوتا ہے رندوں پر پتہ چلتا ہے تب
میرے ناصح اور بن مانس کا حلیہ ایک ہے

مانب ہے یہ دو مُوا یا چرسیوں کی شاعری
واعظ کرکٹ بیاں کا الٹا سیدھا ایک ہے

سب زباں تک لذتیں ہیں ورنہ میرے دوستو
پیٹ میں جلتے ہی بینگن اور کیلا ایک ہے

ک پتیلا ہوٹلوں کا چکے چمچے بیبیوں
میرے گھر میں چار[2] ہیں اور سب کا چمچہ ایک ہے

یکھ کر صورت کی صورت آپ ہی بھر کا دل
بحر و بر شاہ و گدا کابل میں نقشہ ایک ہے

سو کرشنا ملتے ہیں پر ہر کوئی مینن نہیں
مُنشی بے تعداد ہیں منشی منقی[3] ایک ہے

---

[1] منشی مشہور ہیروئن عالم آرا کی بیٹی تھیں میں نے اس کے ساتھ کام کیا۔ یعنی ایکٹرس ساتھ ہیں
[2] شرعی حد چار بیویوں کی ہے مگر شہ وطہ [3] جب سورت میں کچھ سال پہلے سیلاب
آیا تھا۔

شاعر

اک جواں نے ڈاکٹر سے جا کے چپکے سے کہا
تین دِن سے لوٹا لیکر جاتا ہوں بے فائد
در اجابت کا ہے میرے بند اب کچھ کیجئے
ڈاکٹر نے ایک گولی دی کہا کھا لیجئے
اگلے دِن آکر کہا گولی رہی بے فائدہ
اُس نے اُس سے تیز گولی دے کے پھر چلتا کیا
تیسرے دِن بولا اک نس بھی نہیں ہے ٹس سے مس
دوسری گولی بھی نکلی آپ کی بیکار بس
الغرض دو ہفتے جب چکر یہی چلتا رہا
ڈاکٹر چکرم نہیں تھا پھر بھی وہ چکرا گیا
قبض اسکا توڑنے کی ہر دواجب دے چکا
کون سا موتا ہے گھوڑا بارہ تولہ دے دیا
چودھویں دن پھر وہ آیا عقل سب کی کھو گئی!
دیکھکر خود ڈاکٹر کی نبض غائب ہو گئی
ڈاکٹر بولا کہ اپنے پیروں سے آئے یہاں؟
بولا پھر کیا آپ کے پیروں سے میں آتا میاں
پھر یہ پوچھا محوِ حیرت نے کہ کیوں اب تو ہوا
اس اٹل خاں نے تعجب سے کہا ہنس کر کہ کیا
ڈاکٹر نے سوچا کتنا سخت کرتا ہوگا کام!
ہضم کر جاتا ہے ظالم جو بھی کھاتا ہے طعام
لیبی ایسوسی ایشن میں کیس یہ دوں گا ضرور
اس کا معدہ ہے کہ عالم گیر ہوٹل کا تنو

پھر یہ پوچھا کام کیا کرتے ہو تم یہ تو کہو
بولا میں شاعر ہوں مطلع عرض کرتا ہوں سنو
بولا مطلع مت سنا چھوڑو نبض مجھ کو پا گئی
آپ کی پوری غزل میری سمجھ میں آگئی
آپ اک شاعر ہیں پہلے ہی نہ حضرت کیوں کہا
جب کہ مٹکے میں بھرا ہی کچھ نہیں نکلے گا کیا
لیجئے یہ پیسے اور فوراً ہی کھانا کھائیے
شوق سے پھر لوٹا کیا مٹکا ہی لے کر جائیے

"یہود"

نہ برچھی سے سنا سے تیر سے تلوار سے گن تے
جسے مرنا ہو اپنی شادی کرلے اک یہودن سے

لسی سے نہ شربت سے نہ سوڈے سے نہ لیمن سے
بجھے گی پیاس اپنی زہر کے چھ سات گیلن سے

بنیئے سے نہ خوجے سے نہ بوری سے نہ میمن سے
بہت مانوس ہے برقِ تپاں میرے نشیمن سے

ی جھگڑے میں کپڑے چھ مہینے سے نہیں دھلتے
وہ کہتی ہیں کہ دھوبی سے میں کہتا ہوں کہ دھوبن سے

ں روٹی تو پکا سکتا ہوں لیکن فرق اتنا ہے
وہ کام اب ہاتھ سے کرتا ہوں جو کرتا تھا بیلن سے

کالو ایک اک ہانڈی چکھا لو پوری محفل کو
ہے ناممکن بڑھے مرغی تمہاری میرے بیگن سے

راجوتا نہیں جوتی پھٹی ہے اس لئے موچی
تو نامحرم ہے جا سلوا کے لا دے اپنی موچن سے

ر بنکر شاعرِ میداں میں آ بیوی کتر گیا ہے
سریلی ہے جواں ہے گیت لکھوالیں گے ہرؔ فن سے

برے شعروں پہ وجد آتا ہے ان کو تو یہ کہتی ہیں
مکرر واہ وا کیا خوب لکھوائے ہیں دؔرپن سے

ہاں انوار چھنتے ہیں یہاں شعلے اُبلتے ہیں
چنڈولی کی چلم ہی تیز نکلی ان کی چلمن سے

مرہن ہو یہودا ہو بھکارن ہو کہ بھنگن ہو
جو عورت پن ہو اس میں کم نہیں شیخ و برہمن سے

دیا اک تن خدا نے میں اسے بھی ڈھک نہیں سکتا
جو نو تن بخش دیتا پھر نمٹتا کیسے نو تن سے

وانوں کا ہمیشہ تجربہ کچا ہی رہتا ہے
ارورا چپکے چپکے کہہ رہے تھے کل یہ ہیلن سے

ظر ہٹتی نہیں اس رخ سے اور میں دور رہتا ہوں
نمٹنا ہی پڑے گا ایک دن اس اپنی سوتن سے

یقی کا کٹ تھا نہ چھپنے میں ایک دن کھسکا
اسی دن سے ہوا واقف یہ دستِ غیب کے فن سے

دہلی کے دیہات

دہلی کے دیہات میں چٹنیوں کا زور ہے
بمبئی آ مولوی یاں مرغی پچھلی موڑ ہے

ل تو کیا تلی جگر اور پھیپھڑے کا چور ہے
کام کی ہر شئے تیرے تو گدہ ہے میت خور ہے

پ کی تقریر کے مطلب کا مطلب ہے یہی
جسنے سمجھا جانور ہے جو نہ سمجھا ڈھور ہے

ال سبزی بھی شریفوں کو ہو جس دور میں
پھر بھی جو کھاتا ہو مرغی سمجھو مرغی چور ہے

ن دھاڑے قتل و غارت اور پولس کے سامنے
میل ہے تیرا پولس سے یا پولس کمزور ہے

ری اور دلدار کی تو ایک بھاشا ہے مگر
میری بھاشا اور ہے اور اسکی بھاشا اور ہے

س کسی نائک بدر منشی کو دیکھو چھیڑ کر
پیرِ آغا حشر ہے یا مرشدِ ٹیگور ہے

"یہود" ۱؎ طرحی مصرعہ ۲؎ ہریانی مشہور شاعر ۳؎ دہلی کے مشہور شاعر

شیخ کی یہ توندیا مکاریوں کا ہے گدام
یا سمجھئے قوم کے ہوش و خرد کی گور ہے

کام تو آتا ہے دنیا میں بروں کے ہی سبھی
دل تو دریا ہے میرا گو اس کا پانی شور ہے

اس بیاجن سے تو پہلا ہی بیاجن ٹھیک تھا
وہ تھا بیشک سور خور اور یہ تو آدم خور ہے

نام آتے ہی بدک جاتا ہے رسّے توڑ کر
کیوں منتقیؔ سے خدا جانے وہ اتنا بور ہے

کوئی شعر ایسا بھی

کبھی تو کبھی کچھ کر کے دکھلائیے گا
بزرگوں پہ کب تک یہ اترائیے گا

سدا گرم ہوتے ہو ملتے ہی مجھ پر
کبھی میرا پہلو بھی گرمائیے گا

جو قنوج اور لکھنؤ میں نہیں ہے
مرے پاس اک شے ہے لگوائیے گا

رقیبوں سے مرواتے ہو روز کھٹمل
کسی دن تو ہم سے بھی مروائیے گا

خریدو گے ہر دن جو سیب اور کیلے
تو اک دن مری دعوت بھی کروائیے گا

فقط مجنوں لیلیٰ پہ کہہ کہہ کے غزلیں
نہ جنتا کے جذبات بھڑکائیے گا

جسے سن کے تھرائے شیروں کا ابّا
کوئی شعر ایسا بھی فرمائیے گا

رقیبوں کو محفل میں بھٹوا کے اپنی
منتقیؔ کو دنیا سے اٹھوائیے گا

کچھ دن خرافات

جو گھر میں مماۃ اچھی رہے گی
تو ناتوں میں بھی بات اچھی رہے گی

خسر سے ملاقات اچھی رہے گی
کہ کچھ دن خرافات اچھی رہے گی

وہ کہتے ہیں بس خواب میں آئیں گے ہم
یہ خفیہ ملاقات اچھی رہے گی

جو تو مارنا چاہتا ہے میری جان
بہ چپت سے تری لات اچھی رہے گی

ریاست مجھے کوئی بھی دے دو لیکن
بھرت پور سے کمہات اچھی رہے گی

میں روتا ہوں آنکھوں میں پانی نہیں ہے
یہ بے ابر برسات اچھی رہے گی

میں شاعر ہوں میری مدد کے لئے تو
جمعہ سے جمعرات اچھی رہے گی

مری جان قبضے میں کر کے وہ بولے
یہ بیوہ مماۃ اچھی رہے گی

میں دنیا میں بن کر ہریجن رہوں گا
نہ بگڑے گی یہ ذات اچھی رہے گی

ہر اک بازی میں جیت ہوتی ہے بہتر
مگر عشق میں مات اچھی رہے گی

ہر اک بازی تو جیتنا پر برادر
تجھے بوک میں مات اچھی رہے گی

مری جاں تو مر جائے تو حلوہ کھاؤں
محرم میں شبرات اچھی رہے گی

کہاں پھر بڑھاپے میں دیتے پھروگے
جوانی میں خیرات اچھی رہے گی

تو پردیس آیا ہے بنگلوں میں رہنے
سن اردو میں اک بات اچھی رہے گی

جہاں سے تو آیا وہیں پھر چلا جا
کہ گھر کی حوالات اچھی رہے گی

وہ بزم سخن کامیاب ہو گی جس میں
حسینوں کی بہتات اچھی رہے گی

یہی ہے جو تخریب اخلاق و اغلظ
تو تعمیر محلات اچھی رہے گی

جو اپنے وطن ہی میں چلتا ہے سکہ
ہے کھوٹا کھری بات اچھی رہے گی

ہوئے فوج میں بھرتی شیخ و برہمن
وہیں قوم جنات اچھی رہے گی

کسی شب جو وہ زلف بردوش آئے
تو ہر دن سے وہ رات اچھی رہے گی

دعائیں ہوں یا کوسنے کچھ بکو تو
کہ اس منھ سے ہر بات اچھی رہے گی

تو ماں باپ کو چھوڑ دے اے منقیٰ
یہ ترک موالات اچھی رہے گی

ہزیار پر سر بکف چل منقیٰ
یہی ایک سوغات اچھی رہے گی

تانتا

لگا رہتا ہے تانتا ان کے گھر امیدواروں کا
سناروں کا کمہاروں کا کہاروں کا چماروں کا

نہ بلّم کا نہ بھالوں کا نہ تلواروں کی دھاروں کا
زمانہ ہے سرنگی اور طبلوں کا ستاروں کا

نہ لیڈر اور منسٹر کا نہ ڈکٹیٹر کا ہوتا ہے
جو استقبال ہوتا ہے کیمروں کا کمہاروں کا

سنے جو آج چاروں امتحاں انیڑھ ہے جاہل ہے
گویئے اور بھانڈوں کا بھنڈیلوں کا پنھاروں کا

وہ دل کو پہچانتا ہے اور پھنسا کر گھر بجاتا ہے
چڑی ماروں کا پوتا ہے نواسہ ہے لوہاروں کا

ہری ہر جپنے والے اے برہمن کچھ خبر بھی ہے
ہر یجن آج کل تو نام چھوڑے چماروں کا

یہ مانا ذوق کے اشعار اہل ذوق پڑھتے ہیں
مرے اشعار بھی پڑھتا ہے اک طبقہ گنواروں کا

ہزاروں مر گئے لیکن جنازہ کس کا اٹھتا ہے
اجل کو بھی پتہ چلتا نہیں فلموں کے ماروں کا

ہے برکت ڈالڈے کی. ڈبہ کے دودھ اور چائے کی
کہ اب ہر تجربہ ہے تیز بوڑھوں سے کنواروں کا

اگر فلمیں نہ ایکٹر کو ملیں جلیبی ہی بھر لے گا
مگر کیا حشر ہو گا ایکٹرس کے رشتے داروں کا

جسے کھانا پڑے سالن سے کیا وہ بھی پلاؤ ہے
جو سالن چٹپٹا ہو کام کیا چٹنی اچاروں کا

مرے نانا جو حج سے واپس آئے بولے اے بیٹا
محلہ یاں سے کتنی دور ہے فلمی ستاروں کا

ضمانت ضبط ہو جائے ملے بھکر کتوں کی
الیکشن اُن سے لڑ جائے جو تیرے پہریداروں کا

کوئی مہمان آجائے تو یہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے ایک دم حملہ ہوا ہو بھوکے بنجاروں کا

ترے کوچے میں کیا سبھی جرائم پیشہ رہتے ہیں
وہیں کیوں گشت رہتا ہے ہمیشہ تھانیداروں کا

ہو جن کو ہر مرض میں فائدہ مرغے ملائی سے
خدا حافظ ہے بس اس قوم کے پرہیزگاروں کا

دعاؤں پر ملیں جوتے کبھی انعام گالی پر
یہی ہوتا ہے اکثر حال ان کے نفس خاروں کا

منقیٰؔ سے بڑا درجہ نہیں ہوتا حکیموں میں
پھر وہ بھی بستے یا داموں کا کشمش کا چھواروں کا

وصل کی رات

ابھی آئی وصل کی رات
اُن کو مات نہ ہم کو مات

کون زبر ہے کون ہے زیر
آؤ تو کرلیں دو دو ہات

کھاتے تھے چپل بیوی کے
ماروی سالے نے بھی لات

اک وہ ہیں مرغی کے انڈے
اور اک ہم ہیں دال نہ بھات

مانتے ہی ان کا لوہا
سب کی پتلی پڑ گئی دھات

پہلے تھے سرتاج اور شوہر
اب ہیں سوامی یا ہیں ناتھ۔

غسلِ جنابت کیا جانیں
غسل کو جو کہتا ہو بات

کیا بولیں ممی ٹن ٹن کی
کرکے تو دیکھو میری بات

جب سے ہے اک جشن گھر میں
سانٹے کٹتی ناہ کاری رات

ملتے ملتے ہاتھ گیا
آپ کا جس نے چھوڑا ہاتھ

جیت لی اس نے ہر بازی
عشق میں جس نے کھالی مات

روٹے منور پر زلفیں
دن کے اوپر چھا گئی رات

اس کی ذات کا کیا کہنا
جس نے مٹا دی اپنی ذات

میں ایک گدھی پر مرتا ہوں
عشق نہ دیکھے جات کجات

اب تو منقیٰؔ جیتا ہے
بدلے نہیں مرکر بھی ذات

جس دیش میں گنگا

میں نے جو کہا اے نیتا جی کھدر ہی میں جب تم رہتے تھے
اسوقت کے وعدے یاد ہیں کچھ اس تھوبڑے سے کیا کہتے تھے
انبار اناج کے لگتے تھے گھی دودھ کے دریا بہتے تھے
کہنے کو جو تم ہم سے کہتے ہم توپ کے منہ پر کہتے تھے
اُمید پہ مستقبل کی ہم ہر ظلم خوشی سے سہتے تھے
بولے کہ ابے او ناشکرے ہمنے نہ کیا جو کہتے تھے؟
سچ ہے جو ہماری جنتا کو بدھو ساری جنتا کہتی ہے
اُس دیش کے اب ہم باشی ہیں جس دیش میں گنگا بہتی ہے

تب میں نے کہا شرمندہ ہوں یہ راز نہ پہلے سمجھا تھا
یہ بہتی تھی پہلے لندن میں بھارت کا نہ اُس پہ قبضہ تھا
بندرابن اور جمنا جی متھرا کاشی کا جو بھی علاقہ تھا،
اجمیر شریف اور پانی پت دہلی کلیر کا جو رقبہ تھا
جرمن کے باپ کا ورثہ تھا جاپان کی ماں کا قبضہ تھا
یہ آپ کے صدقے ہی میں سب آزادی ملنے پہ آیا تھا
تب سے ہی تو اپنی سب جنتا دُنیا سے اکڑ کر کہتی ہے
اس دیش کے ہم ہی باشی ہیں جس دیش میں گنگا بہتی ہے

ہاں یاد آیا یہ سُورج بھی مغرب سے پہلے نکلتا تھا
اور چاند میں اتنی گرمی تھی بھیجہ ہی سب کا پگھلتا تھا
انسان پہ دھرتی چلتی تھی، دھرتی پہ کوئی کب چلتا تھا
ہر بھینس کے تھن سے دودھ نہیں بینگن کا تیل نکلتا تھا

ندم کے بجائے کھیت یہاں بچھو اور سانپ اگلتا تھا
گھی دودھ کہاں روٹی کیسی سنسار ہوا پر پلتا تھا
ب الو کے پٹھوں کے بٹوے میں سو سو کی گڈی رہتی ہے
اس دیش کے ہم ہی باشی ہیں جس دیش میں گنگا بہتی ہے

یران یہ بولا فیروزہ تو یاں سبزی سے بھی سستا ہے
جرمن بولا ہیرے سے یہاں بچوں کا کھلونا بنتا ہے
جر بولے عرب رحمت اسکا واللہ جدھر ہم بستا ہے
پتر دل کا دریہ بہتا ہے مٹی سے بھی سونا سستا ہے
بکسن نے کہا مرے گندم کے دلدل میں زمانہ دھنستا ہے
روس نے بولا ہم تو منقیٰ میرے کھیت سے اگتا ہے
وہاں سب کی تگی جھڑتی ہے جہاں اپنی شیرنی کہتی ہے
اس دیش کے ہم ہی باشی ہیں جس دیش میں گنگا بہتی ہے

کوشش نہ کرنا

لے لومڑی کے ہیں شیر ببر ہوں مرے آگے آنے کی کوشش نہ کرنا
اگر آبھی جائے تو بد قسمتی سے تو نظریں ملانے کی کوشش نہ کرنا
رمی نہ روزہ اور افطار کرنے ہمینے بھر آنے کی کوشش نہ کرنا
جو آہی مرے تو بس افطار کرنا پلیٹوں کو کھانے کی کوشش نہ کرنا
ی اپنے گھر پر انہیں بھی بلالے جہاں کھاتا ہے روز ہی تر نوالے
جو یہ چولہا ہی جلتا نہیں تیرے گھر میں تو دنیا کا کھانے کی کوشش نہ کرنا
سوئے ہوئے دنمیں راجہ کو دیکھا تو پرجہ نے خوش ہو کر فوراً یہ بولا
نے ظلم ڈھائے گا اُٹھ کر یہ فتنہ اسے اب جگانے کی کوشش نہ کرنا

جو ماہم کے میلے میں آنا ہو یار و تو درگاہ میں آؤ میلے میں گھومو
کر و سیر کھاؤ پیو اور پھوٹو مرے گھر پہ آنیکی کوشش نہ کر
گر آؤ تو کچھ سیخیں کچھ حلوا برفی سموسے ملائی کے مادے کی قلفی
یہ سب لاؤ ورنہ یونہی خالی آ کر مرا سر پھرانیکی کوشش نہ کر
یہ جس گھر میں بھی جا کے اک پل رہیگا تو اس گھر کو کر لیگا اپنے ہی جیسا
مرے دل کو کھلی ہے کافی پرانی اسے تم چرانے کی کوشش نہ کر
تو اب اس میں بھی ہو گا تجھکو شرابی خدا تجھ سے بیناہی شاید چھڑا دے
شراب آپ پیتا ہے پی تیری قسمت کسی کو پلانے کی کوشش نہ کر
نہ تیری بہن تھی نہ وہ تیرا بھائی پھنسا کر مجھے جس سے شادی کرائی
کسی آدمی کو بھی اُلّو کے پٹھے پھر اُلو بنانے کی کوشش نہ کر
مری بات اے عاشقو اتنی مانو ہیں جتنے بھی معشوق بہکا لو سبکو
بس اک بھولی ٹن ٹن کو تم بخش دینا اسے ورغلانے کی کوشش نہ کر
نہ اندھے کو لنگڑے کو کانے کو دیکھا ہو دکھیا کے بیچ میں سب پہ ہنسا ہوں
سزائیں یہ ہنسنے ہی کی مل رہی ہیں مجھے اب ہنسانے کی کوشش نہ کر
چلم چرسیوں کی اسے تو نے سمجھا ترے دم سے بیدم ہوا میرا حقّہ
شریفوں کے حقّے ہیں او بھوتنی کے کبھی کش لگانے کی کوشش نہ کر
حوالات ہیں جا کے تو نے بلایا مگر شیخ سُن میں وہاں تک تو پہنچا
جہنم میں جائے گا رندوں کا ٹھینگا وہاں سے بلانے کی کوشش نہ کر
جو سب نے پٹارا دواؤں کا کھولا حکیموں سے برجستہ احمق نے بولا
خمیر اُٹھ گیا جسکا دنیا سے اُسکو خمیرے چٹانے کی کوشش نہ کر
یہ مانا کہ تو خاندانی بھی ہے اور سُریلا بھی محنت بھی کافی ہی کی ہے
مگر ھر مُسافر کو لے بس سمجھکر کبھی بس میں گانے کی کوشش نہ کر
ہنسانے کی شعروں سے کوشش کروں کا اچھل کو دنخرے سے بھی کام لونگا
میں اکثر ہوں شاعر ہوں راگی نہیں ہوں مجھے سُر میں لانیکی کوشش نہ کر

بھئیں تو سمجھتا ہے فلموں کی پریاں مری جاں سمجھ لے یہ ہیں ایسی مکھیاں
ابھی میلے پر تھیں ابھی کیبلے پر ہیں انہیں ہنہ لگانے کی کوشش نہ کرنا
مٹھائی کھٹائی میں شادی کی ڈالی ولیمے کی سنّت ہی جڑ سے اُڑا دی
یہ جوتی کے کو لے پہ دس کا لفافہ مجھے تو بلانے کی کوشش نہ کرنا
منقی ؔ سے رکھ دوستی دور ہی کی کہ یہ ہاتھ چالاک ہے بچکے ملنا
تری لیکے چل دیگا جو کچھ ہے پونجی اسے گھر سلانے کی کوشش نہ کرنا

دعوت

آج تک کیوں نہ کری یار نے دعوت میری
دُودھ مَانگا تھا ملائی تو نہیں مانگی تھی
ہاتھ اُٹھتے ہی مرے ہوگیا دلبر لوٹا !
دعا مانگی تھی دہائی تو نہیں مانگی تھی
آپ کی پھٹ گئی پتلون تو مجھسے کہتے
مفت سی دیتا سلائی تو نہیں مانگی تھی
میرا دِل آ ہی گیا تھا تو مجھے دے دیتے
گھڑی مانگی تھی کلائی تو نہیں مانگی تھی
ایک دفعہ مجھے دیکر نہ کبھی دی کھچڑی
کھچڑی کی دانت گھسائی تو نہیں مانگی تھی

جستجو

تعجب سے منقی کو رہی یہ جستجو برسوں
وہ کس سائز کے تھے پٹتا رہا جن سے عدو برسوں
جنوبی ہند کا گر کوئی بولے پرسوں آؤں گا
تو اس پرسوں کا مطلب ہے کہ رستہ دیکھ تو برسوں
دعاؤں کا اثر ہے خشک سا کچھ سُست سا لیکن
نمازیں میں بھی ٹرخاتا رہا ہوں بے وضو برسوں
اس آیت کا ہے کیا مطلب یہ محشر میں کھلا جا کے
میں دنیا میں تو گو ٹرھتا رہا لاتقنطو برسوں
وہ اگلے مکتب کا مجنوں تھا یہ مجنوں ہیں کالج کے
یہ لیلیٰ کے لئے پھرتے نہیں ہیں کو بکو برسوں
کبھی زُلفوں کے پھندے ہیں کبھی دلسوز غمزے سے
مجھے یہ بخشش رہی برسوں رہا مجھکو فلو برسوں
جو رکھدے سر ترے در پر کبھی آتش فشاں عاشق
رہے گا تیرے پورے گاؤں کو جاپانا فلو برسوں
خطا اتنی تھی یہ چاہا تھا اُن کے منھ کا لوں بوسہ
جو میرے منھ پہ وہ کرتے رہے ہیں آخ تھو برسوں

سکھائیں گے مجھے تبلیغ والے نام اللہ کا
میں خود قوالی میں کرتا رہا ہوں اللہ ہو برسوں

جو دنیا بھر کے کتے مل کے بھی بھونکیں مجھے کیا غم
رقیبوں تک کی جب سنتا رہا ہوں گفتگو برسوں

وہ خود کشکول کے آجاتا ہے کعبے کوئے جاناں میں
منقیؔ جو رہا ہے جیب کتروں کا گرو برسوں

مذاق نہیں

میں سو گیا تو جگانا کوئی مذاق نہیں
جگا کے گھر میں گھس آنا کوئی مذاق نہیں

ہمارے گھر میں گھس آئے ہو آیئے صاحب
ہماری نظروں میں آنا کوئی مذاق نہیں

نظر میں آ بھی گئے تو یہ غیر ممکن ہے
کہو کہ چائے پلانا کوئی مذاق نہیں

پلا دوں چائے تو پھر لمبا پاؤ مانگو گے
اور اس پہ مسکہ لگانا کوئی مذاق نہیں

بفرض میں نے لگا بھی دیا جو ایک دفعہ
کھلاؤں بعد میں کھانا کوئی مذاق نہیں

جو لاؤں کھانا تو بولو گے مرغی بھی لاؤ
تمہارے جھانسے میں آنا کوئی مذاق نہیں

کسی پڑوسی کی منگوا بھی لی اگر مرغی!
تو اس کی ٹانگ اٹھانا کوئی مذاق نہیں

جو ٹانگ دوں بھی تو پیچھے سے کیلا مانگو گے
تو ایسے دھوکے میں آنا کوئی مذاق نہیں

اگر میں پیچھے سے کیلا کھلا بھی دوں پیارے
تو اس پہ اُسپہ ربڑی چٹانا کوئی مذاق نہیں

جو ربڑی چاٹ کے بستر جمانا بھی چاہو
تو ساری رات بتانا کوئی مذاق نہیں

خوشامدوں سے سُلا بھی لیا تو یاد رہے
مرے پلنگ پہ آنا کوئی مذاق نہیں

مرے پلنگ پہ دھوکے سے آ گئے بھی تو پھر
کہاں ہو ختم فسانہ کوئی مذاق نہیں

منقیؔ سویا ہوا فتنہ ہے جگاؤ مت
جگا کے خود کو پھنسانا کوئی مذاق نہیں

آس پاس

کیا اُلو ہوں گدھا ہوں کہ خبط الحواس ہوں
جو اُن کے جوتے کھا کے بھی لگے ہی پاس ہوں

ایسا تو کچھ نہیں کہ میں بالکل ہی کچھ نہیں
گلشن میں گل نہیں تو میں گلشن کی گھاس ہوں

دُنیا نے میری جنس جو سمجھی وہ ہے غلط
اس جنس کے یہ سچ ہے ذرا آس پاس ہوں

خواجہ سرا[1] بھی بن کے میں نمّی نہ بن سکا
جس نے بھی دیکھا سمجھا میں نمّی کی ساس ہوں

اِنساں ہوں میری جاں مری ہر شئے ہے کام کی
ہاتھی کی کھال ہوں نہ میں مچھّر کا ماس ہوں

میرا وجود بھی تو مُسلّم ہے طرح
پانی نہیں تو کیا ہوا، پانی کی پیاس ہوں

تُن تُن جو جھینکتی ہے مجھے دیکھ کر میں کیا
سردی کا کیلا ہوں کہ پٹھانوں کی ناس ہوں

بیوی کا کتنا پانی بھرو، آدمی ہوں یا!
جہلم جناب راوی کہ ستلج بیاس ہوں

میں داس رام کا بنوں؟ اللہ سے ڈرو
میں تو بس اُنکے داس کے داسوں کا داس ہوں

گو ہوں زمیں پہ جیسے کہ سوکھی سی چھپکلی
پھر بھی نجومیوں میں تو میں سنگھ راس ہوں

مجھکو بنایا جس نے مٹائے گا بھی وہی
پھر کس لئے میں فکر کروں کیوں اداس ہوں

آنکھیں خدا نے دیں تو نہ کیوں دیکھوں پھر تمہیں
کیا غیر کی طرح میں کوئی سوُرداس ہوں

میں ہوں منقّی چشم کشا جان و دل کُشا
کیا کیا کشا ہوں چھوڑیئے یوں بھی مٹھاس ہوں

اک عام سا منقّیٰ ہوں ناقدروں میں مگر
نسخے میں ہر مریض کے اک جزوِ خاص ہوں

اِللّٰہ

اِس ٹھوبڑے پہ اک نخرہ کیا نخروں کی قطار ہے اِللّٰہ
تیور تو سراپا ٹھاکر ہیں گو شکل چمار ہے اِللّٰہ

اِس دیش کی حالت اوہو ہو پھر اُس پہ اکڑ فوں آہا ہا
روٹی پہ نہیں ہے چٹنی بھی مُرغے کی ڈکار ہے اِللّٰہ

آزاد ہیں ہم آزاد ہیں ہم اور سو فیصد آزاد ہیں ہم
اِس گُلشن میں پھُولوں پہ خزاں کانٹوں پہ بہار ہے اِللّٰہ

اس شہر میں جتنی دوکانیں ہیں اور جتنے بھی پھیری والے ہیں،
میرا نہ سہی بیوی کا تو اُن سب سے اُدھار ہے اِللّٰہ

---

[1] خواجہ سرا کا اکثر فلموں یہ رول میں ناچیز نے کیا۔

کبھی مذہبی ٹھیکیداروں کی بھی توند کا رقبہ تو دیکھو
والله یہودی کا سمجھو گے تازہ مزار ہے اللہ

ساقی کا بھرم میخانے کے باہر رکھ ہی لیا میخواروں نے
پانی نہ مِلا پینے کو اور دارو کا خُمار ہے اللہ

اک ہفتے میں چودہ شادیاں ہوں اور ہفتے میں چودہ چھٹکارے
کیا شرم و حیا کی بارش ہے کیا قول و قرار ہے اللہ

آہوں سے مری راکٹ بھر کر مریخ پہ بھیجا نکسن نے
مریخ پہ کیسے ٹھہرے گا وہ دور کا تار ہے اللہ

مریخ پہ کسکو جانا ہے یا چاند پہ کِسکو رہنا ہے
چُھٹکارے کی اِس دُنیا سے یہ تو راہِ فرار ہے اللہ

انساں[1] کو جب آتے دیکھا کیا دُھول اُڑائی چاند نے بس
اِنساں کی طرف سے اُس کے دِل میں بھی یہ غُبار ہے اللہ

ٹن ٹن جو پہاڑ نما خود ہے کہتی ہے منشی منقیؔ کو
سرکاری سانڈ ہے گینڈا ہے یا کوئی بجار ہے اللہ

گاؤں میں جھگڑے

جو کچھ دن سے گاؤں میں جھگڑے پڑے ہیں — یہ اک مُرغی سے سارے مُرغے لڑے ہیں
جلے ہیں کٹے ہیں گلے ہیں سڑے ہیں — بہر حال کرسی کے پیچھے پڑے ہیں
لڑے اُن کے شعروں سے یوں شعر میرے — کوئی سمجھے شعروں کے جوڑے لڑے ہیں
وہ شیخ و برہمن ہوں یا پوپ صاحب — مری نیک راہوں میں سب ہی اڑے ہیں
ترے چوکھٹے پر یہ پوڈر ہے بیوی؟ — کہ چونے کے چھینٹے توے پر پڑے ہیں
میں جادو رقم ہوں وہ جلتی رقم ہیں — رقم ہی کے چکر میں دونوں پڑے ہیں
دُعا سے ہوا سادھو کی فرق کافی — مقدر میں چپل تھے جوتے پڑے ہیں

۱؎ جب امریکہ کا ایگل چاند پر اترا تو بتایا گیا کہ کافی دھول اڑی۔

کیوں چاند سے جا کے لاؤں گا پتھر — مری عقل پر کوئی پتھر پڑے ہیں

ں لائے ہیں چاند سے مٹی پتھر — جہاں ہیرے موتی کے پربت کھڑے ہیں

کسی مورچے پر بھی ٹکرا گئے جب
منتقی ہی ٹن ٹن پہ بھاری پڑے ہیں

چاند

و نیچے کچھ لیے مفلس و کنگال چاند پر — خوفِ خدا سے آ گیا بھونچال چاند پر

ہروں سے اُن کے سمجھا یہ مٹی نے چاند کی — اُٹھ کر زمیں سے آ گیا بنگال چاند پر

نساں کے سر پہ چاند رہا آج تک مگر — انساں سوار ہو گیا امسال چاند پر

ز بھی کنوارا ہے وہ ہنی مون کے لئے — طے کر چکا کہ جائے گا امسال چاند پر

نیا کی نظروں سے تو نہ دُنیا میں بچ سکا — مہرو کو لیکے بھاگ جا کر بال چاند پر

ملتی ہے شکل چاند کی کیا میرے چاند سے — اک دن تو جا کے دیکھنا گوپال چاند پر

اقبال کا وقار تو دنیا میں ہے فقط — میرا تو آپ دیکھیں گے اقبال چاند پر

تقدیر میں جو اُن کی بھی مٹی وہاں کی ہے — اک دن ضرور جائیں گے ڈنگال چاند پر

جس میں بھی دم ہو شوق سے آ کر اکھاڑ لے — چپل سے اُن کی بچ گئے کچھ بال چاند پر

میرا مزار بننے تو دو تم ذرا وہاں — دُنیا سے اُٹھ کے پہونچیں گے قوّال چاند پر

ترتیج تک پہ پہنچ گئی میں اُسکو کیا کروں — میں نے تو ماری تھی ذرا فٹبال چاند پر

ڈی یہ کہدے چاند کے بچہ ہوا ہے کل — ہجڑے پہنچ ہی جائیں بہر حال چاند پر

وزے تو اِس زمین پہ ہوتے ہیں روز ہی — عید الفطر منائیں گے ہر سال چاند پر

ک دن شکیلہ بانو کے جانے کی دیر ہے — پھر تو چڑھے گا پورا ہی بھوپال چاند پر

ہم ہندیوں کو اِسلئے ویزا نہیں دیا — جاتے ہی کہہ نہ دیں کہیں ہڑتال چاند پر

جانا تو اصل اُن کا ہے جو جا کے آ گئے — اب جو بھی جائے گا وہ ہے نقّال چاند پر

وقت اور خرچ دونوں بچیں گے منتقی یوں — میکہ ترا زمیں پہ[1] ہو سسرال چاند پر

---

[1] طرحی مصرعہ

بچکر منتی قرض سے تو بھاگتا تو ہے
تیچھے ہی پیچھے پہنچے گا بقال چاند پر

غرارہ گیا

پہلو سے دِل ہمارا گیا   سر سے غم کا پٹارہ گیا
میری جاں کا آتارا گیا   دلبروں کا سہارا گیا
اب تو جھک مار اکھاڑے میں بس   مار کر کُشتی دارا گیا
میرے آگے سے وہ یوں گئیں   جیسے دُم دار تارا گیا
بھینگی نظروں سے کس رُخ کا وہ   مجھکو دے کر اشارہ گیا
جانے کس ڈر سے حملہ کیا   میرا اچھا بھلا سارا گیا
عید پر ہیں سیویاں فقط   اب وہ دودھ اور چھوارا گیا
گر کی اک بات بیوی سُنو   چڈی پہنو غرارہ گیا
دل جگر دونوں کام آگئے   اُن کا خنجر دو دھارا گیا
وہی دشمن میرا نیک تھا   کل جو بیچارہ مارا گیا
بھول کر خود کو جو مر چڑھا   اس کو قدموں پہ وارا گیا
رو دیا آب غم کھو کے جو   اُس کا پانی اتارا گیا
جھوٹ تو اُس نے سیکھا نہیں   دہلی کہہ کر ستارہ گیا
بیوی مجھکو بھلا پیٹتیں؟   بیوی کو تو ابھارا گیا
سونپ کر ساری دنیا کے غم   تب کہیں دِل ہمارا گیا
صدقے مجھ پر تو اک بکری کی   اُن پہ بکرا اتارا گیا
حسن پر حسن ہی اور تھا   عشق کو جب نکھارا گیا
گاؤں کیا چھوڑا اُس شوخ نے   گاؤں بھر کا گذارا گیا
ٹال کر مجھکو کہنے لگیں،   خیر ٹوٹا کھٹارا گیا
بولیں گھر صاف کیسے ہو اب   جب وہی جھاڑو مارا گیا

آدھا ارماں گیا ہے بھی   آپ کہتے ہیں سارا گیا
دل پہ منشی منقیٰ کبھی !   کیا ترا تھا اجارا گیا
شیخ دِل تیرے باوا کا تھا   تجھے کیا غم ہمارا گیا
کیوں منقیٰ بھڑ اُن سے تو
جیت کر جن سے ہارا گیا

اب کے برس

بڑھ گئی رند کی کچھ ایسی ہوس اب کے برس   مے تو کیا میکدہ پی کر کہا بس اب کے برس
نہ چمبیلی نہ گلاب اور نہ ہے خس اب کے برس   شہد سپلائی کرے خاک مگس اب کے برس
جانے کس حال سے میخانے میں میخوار گیا   ساقی کو آ گیا خود اس پہ ترس اب کے برس
ٹھنڈے ابر ہے تنہائی ہے وہ ہیں مرے گھر   جتنا جی چاہے گھٹا جم کے برس اب کے برس
جتنے منت کے چڑھانے تھے وہ سب چڑھ گئے بھی تو   فالتو بکرے چڑھے دیوی پہ دس اب کے برس
پنچھیو صبر کرو ورنہ جو رونا ہے تمہیں   اپنے اشکوں میں بہا دو یہ قفس اب کے برس
عام بندوں میں نہ پہنچے تو پھر اللہ نے بھی   آم تو بھیج دیئے رکھ لیا رس اب کے برس
جب کسی دوست نے اک آم بھی بھیجا نہ مجھے   ایک بھی آم سے نکلا نہیں رس اب کے برس
برفی چھ پیسے کی کھاؤں ابھی دلوا کے نیاز   اپنی بیوی پہ جو پڑ جاؤں برس اب کے برس
ایک بے بس کو بھی بس والوں نے چڑھنے نہ دیا   پھونک ہر بس کی نکل جائے گی بس اب کے برس
جسم سوکھے ہوئے گئے ہیں تو اخلاق صفر   ایک بھی نرس میں پاؤ گے نہ رس اب کے برس
شکر ہے منشی منقیٰ ابھی جو خوش رہنے لگا   بیوی کی کیا کوئی ہاتھ آ گئی نس اب کے برس
فلم میں کام منقیٰ ہے کم اس سال تو کیا
ہفتہ باندھ اور منگا خوب چرس اب کے برس

کیا کروں

راستہ پرخطر ہو تو میں کیا کروں   راہزن راہبر ہو تو میں کیا کروں

میرا بزنس تو کیا چلتا میں چل پڑا | کیشیئر جب خسر ہو تو میں کیا کروں
بال بال آج سالی مری بچ گئیں ، | فرق ہی بال بھر ہو تو میں کیا کروں
اس بھرے باغ میں صرف میرے لئے | ہر شجر بے ثمر ہو تو میں کیا کروں
سن کے لاحول شیطان کھسک گیا | جب خلیفہ بشر ہو تو میں کیا کروں
ہر طرف سے تو ناپ اُن کا میں لے چکا | اُن کی غائب کمر ہو تو میں کیا کروں
زندگی سے تو بچ جاؤں ٹن ٹن مگر ! | سامنے ہی گڑ ہو تو میں کیا کروں
سیدھا رستہ ہو تو شیخ سیدھا چلو | وہ گھڑی کا فنر ہو تو میں کیا کروں
کافی نزدیک مسجد مرے گھر سے ہے | بیچ میں اُن کا گھر ہو تو میں کیا کروں
ٹیسٹ کرتا ہے پہلے جو داماد کو ! | وہ مرا ہی خسر ہو تو میں کیا کروں
شرک ہے شرکتِ نیاز اور فاتحہ | مال ہی تر بتر ہو تو میں کیا کروں
بال کیسے بچیں اُن کے کوچے میں جب | ہر بشر بال بر ہو تو میں کیا کروں
اُن کی چوکھٹ پہ سیڑھی لگی بانس کی | میرا قد مختصر ہو تو میں کیا کروں
در بدر پھر رہا ہوں کہ میرا صنم | ہر جگہ جلوہ گر ہو تو میں کیا کروں
زندگی تجھ پہ قربان کرتا مگر ، | زندگی مختصر ہو تو میں کیا کروں
شیر ہوں اسمیں کچھ شک نہیں ہے مجھے | بیوی شیرِ ببر ہو تو میں کیا کروں
اُسپہ جن کا جو ہوتا اثر غم نہ تھا | جن پہ اُسکا اثر ہو تو میں کیا کروں
دردِ دل کی تو ماں کی بھی پروا نہ تھی | دردِ بھوک اس قدر ہو تو میں کیا کروں
میں اشاروں پہ چلتا ہوں جس شوخ کے | اس کی بھینگی نظر ہو تو میں کیا کروں
ہاتھ میں دیدیا اُن کی اماں کے خط | اب گدھا نامہ بر ہو تو میں کیا کروں
باخبر ہو کے بھی ہر خبر سے مری | وہ اگر بے خبر ہو تو میں کیا کروں

ایک نمبر ہے منشی منقیٰ مگر
دائیں بائیں صفر ہو تو میں کیا کروں

اُبال کر

اللہ کیسے رکھوں میں دل کو سنبھال کر ؛ آنے لگی ہیں ساس بھی اب سُرمہ ڈال کر

بجورن پہ اور سوڈے پہ برسوں سے ہے گذر ؛ دعوت پہ تم بلانا ذرا دیکھ بھال کر

تجا نہ ہیچکے پیٹ میں گڑ بڑ نہ کچھ کرے ؛ دِل بَر نے دِل کو کھایا ہے دِل کو اُبال کر

دِل گُردہ اور کلیجہ جگر تلی پھیپھڑا ؛ تجھ سے بچا ہی کیا ہے جو دیدوں نکال کر

لیڈر عموں سے قوم کے بھینسا سا رہ گیا ؛ اور قوم کہہ رہی ہے ہمارا خیال کر

ہر دن جو مرغ اور کھلاتی ہیں سنترے ؛ کاٹیں گی ایک دِن وہ مجھے گھر میں پال کر

جھٹکے سے کاٹ کر وہ مرا لے گیا ہے دِل ؛ کہدو حرام خور سے پہلے حلال کر

ماضی کو میرے حال بنانے کی فکر ہے ؛ بیوی جو انڈے دیتی ہیں ہر دن اُبال کر

کس کو نہیں بٹھاتی ہیں کھانے پہ اپنے وہ
البتہ ایک منشی منقہ کو ٹال کر !

سردی بُخار

تعریف کیا کرے گا کوئی روئے یار کی ؛ سیرت کمہار کی ہے تو صُورت چمار کی

بیوی کے ساتھ ساس نہیں آئیں میرے گھر ؛ رُت آ گئی ہے سمجھو یہ سردی بخار کی

شیطان حافظ اب ترے محلوں کا باغباں ؛ بجلی سی بن گئی مرے صبر و قرار کی

پگڑی اُچھالتے ہیں جو اوروں کی بے حیا ؛ تاریخ اُن سے پوچھئے اُن کے اِزار کی

کھانا لباس اور زباں سب ہی ایک ہے ؛ دہلی کی یوپی سی کی پورے بہار کی

فاقوں سے زرد منہ ہے تو چانٹوں سے سُرخ ہے ؛ اہلِ چمن یہ فصل بھی دیکھی بہار کی

بھنڈی کسی کے پاس نہیں جا کے دیکھ لو ؛ شہرت تو کتنی سنتے تھے بھنڈی بزار[1] کی

اے محوِ گُل رُخاں یہ ہے انجام گُل رُخاں ؛ تربت یہ کہہ رہی تھی کسی گُل عذار کی

---

[1] بمبئی میں بھنڈی بازار مشہور رہے مگر ایک بھی دوکان بھنڈی یا بینگن یا کدو کی نہیں۔

راگ اُن کو رات بھر ہی سناتا رہا مگر .:. سرگم سمجھ سکے نہ وہ میرے ستار کی
پچیس مِتّیں تو بہاروں کی دفن کیں .:. چھبیسویں کو بھی ہے حرارت بخار کی
کیا میکدے کی بات حرم تک پہنچ گئی .:. پگڑی جناب شیخ نے کیوں تار تار کی
ہو گُل کہ برگِ گُل کہ رگِ گُل کہ خارِ گُل ! .:. سب نے گواہی دی مرے پروردگار کی
مجھ کو مٹا کے بغض کو تربت پہ لائے ہیں .:. مٹ جائے تاکہ خاک بھی مرے مزار کی
تقدیر سے منقّہ کھٹائی میں جا گرا .:. کشمش کی برنی سمجھی تھی نکلی اچار کی

گرنل بگڑ گیا ہے منقی تو کیا ہوا
ٹُن ٹُن کے پاس ایجنسی تو ہے نل بزار کی

اِصلاحِ کلامِ اقبال

یہ کیوں کہیں فقط ہے ہندوستاں ہمارا .:. بے گھر ہیں ہم تو گھر ہے سارا جہاں ہمارا
کل ایک بھائی بولے مجھ سے ذرا اُنانا .:. خنجر حلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
اِک چور آگیا ہے نیند اپنی اُڑ گئی ہے .:. ہم پاسباں ہیں اُسکے وہ پاسباں ہمارا
کس کھیل میں ہے نئی پارو کا پیار کس سے .:. اِس ذکر سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
اِک پنشنر سا اب کل کس سے کہہ رہا تھا .:. ہے خونِ تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
قرقی سے جھگڑے سے ہم ڈرتے نہیں ہیں لا لہ .:. سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
مَن فلم سے بلا ہے اور جسم ڈالڈے سے .:. ہوتا ہے جادہ پیماں یوں کارواں ہمارا
فلموں میں رقصِ عریاں جب دیکھنے یہ آتے .:. تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
بھارت سے سارے جھگڑے سو بار کہہ چکے ہیں .:. آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

انسان بن منقّی پھر ایسا دعویٰ کرنا
مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

لہ یہ اشعار ۶۵ء میں عرض کئے گئے تھے۔ ہلال۔

شیطان اور شفاعت

شیطان نے طیبہ میں جو کی گریہ وزاری — پھر کعبہ میں آ کر کیا عرض اے مرے باری
تیرے سوا ہو گر کوئی غفار بتا دے — اور مجھ سے سوا کوئی خطا کار بتا دے
بیباکی نے میری مجھے مشکل میں پھنسایا — گستاخی پہ نادم ترے دربار میں آیا
اک سجدہ اُسی وقت اگر کر لیا ہوتا — یہ خاک بسر کعبہ کو اشکوں سے نہ دھوتا
بہکانے کا بندوں کو ترے بیڑا اُٹھایا — یہ بندہ نوازی تھی تری ورنہ میں کیا تھا
تو ایک تھا اور ایک ہے اور ایک رہیگا — لیکن ترا عاصی بھی تھا اس وقت اکیلا
میں آدم خاکی سے بھڑوں گا یہ تھا وعدہ — پر میں نے تو پایا یہاں کچھ اور ہی نقشہ
جو تیرے تھے تیرے ہی رہیں گے یہ تو حق ہے — پر جو مرے تھے اُن سے بھی سینہ مرا شق ہے
یہ بات میں اُس وقت نہ سمجھا مرے مولا — میرے بھی گرو ان میں تو فرما دیگا پیدا
تیری ترے بندوں کی تو کچھ شے تھی خلافت — پر اس کی تو شاگردی کروں کیا مری لیاقت
جس بات کو میں سوچ سکوں گا بھی نہ اللہ — انسان کا شاگرد وہ کر گذریگا واللہ
میں جال جہاں ڈالوں کا یہ پھانس چکے گا — مجھ سے مرے فن میں بھی یہ اونچا ہی رہیگا
لاحول کا بم اسکو دیا بچنے کو مجھ سے — اب اس سے میں کیسے بچوں مجھ کو بھی تو کچھ دے
گو جب نہ جھکا اب تو میں جھکتا ہوں الٰہی — ماضی کی مٹا دے مرے ماتھے سے سیاہی
جو آپ ہی مرتا ہو اُسے ماروں میں کیسے — کیا مجھ کو خبر تھی کہ یہ گر جائے گا ایسے
خود اپنے ہی پر آپ یہ وہ ظلم ہے ڈھاتا — اے قادر مطلق کہ جو دیکھا نہیں جاتا
قہار کا بندہ مجھے کہتے ہیں یہ سارے — غفار ہے کون انکو ذرا یہ بھی بتا دے
ہر وصف سے اعلیٰ ہے تری ذات مرے رب — بس ان کی عداوت سے اُٹھاتا ہوں میں ہاتھ اب
اپنا انہیں بھی تابع فرمان بنا لے — آدم کے ہر اک بچے کو انسان بنا دے
آنکھوں پہ جو نفرت کے ہیں پردے وہ ہٹا دے — اک باپ کے بیٹے ہیں اب ان سب کو ملا دے
پھیلائی ہے جھولی بڑے دربار میں داتا — کچھ لے کے ہٹوں گا ترے محبوب کا صدقہ
میں نے انہیں بھٹکایا ہے تو راہ بتا دے — رحمان میں مجرم ہوں تو جو چاہے سزا دے

سب عرشی یہ بولے کہ کوئی راز بڑا ہے — انساں کی شفاعت پہ جو شیطان اڑا ہے

شیطان یہ بولا کہ جہاں سب کا یقیں ہے — اک یہ بھی ادا اس کی ہے کچھ راز نہیں ہے

جب شان کرم اسکی ذرا جوش میں آئی — دربار مدینہ میں ہوئی میری رسائی

یہ شافع محشر کے مدینہ کا اثر ہے — کونین کی رحمت کے خزینے کا اثر ہے

انسان کی کرنے لگا جواب میں سفارش — یہ تو میرے مولا کی ہے معمولی نوازش

توحید کا مقصد بھی اسی در پہ میں سمجھا — غائب تھی خودی دل سے جہاں دیکھا خدا تھا

سجدے کا سبب میری سمجھ میں اگر آتا — ان قدموں پہ صدقے جبیں میں کیسے نہ جاتا

ہی اور شی

افطار پر عجیب سماں بے لبسی کا تھا — روزہ چچا کا کھانے پہ قبضہ چچی کا تھا

اک پارسا کو حشر میں لائے پکڑ کے جب — جو عذر پیش حق کیا وہ حق اسی کا تھا

بولا چھری بغل میں تھی منہ پر تو رام تھا — پردہ ترے ہی نام سے ہر آدمی کا تھا

اپنے ہوں یا پرائے ہوں بوڑھے ہوں یا جواں — سچ تو یہ ہے وہ دور سلامت روی کا تھا

سب کے ہی کام آتے تھے نواب رام پور — ان کے حضور فرق نہ ہی اور شی کا تھا

یوں سرد مہر مجھ کو سمجھتے ہیں مرد و زن — ہر کام میرا چونکہ میانہ روی کا تھا

بیٹھے تھے میرے سامنے اٹھنے کے واسطے — کوئی بتادے وقت وہ غم یا خوشی کا تھا

لالچ میں ان کے میرے بھی کام آگیا غریب — صد آفریں عدد پہ یہ گردہ اسی کا تھا

آتے ہی جس کے گرمی سے سب ہی ابل پڑے — معشوق کیا تھا سمجھو مہینہ مئی کا تھا

جس قبلہ رُد ہوا تو وہ قبلے سے پھر گیا — کافر کا رنگ دیکھئے کیلبے رُخی کا تھا

دشمن کی ماں کی ہر جگہ تعریف سب نے کی — یعنی کہ منہ چڑیل کا نخرہ پری کا تھا

سنتا جو ہم سے جلتا تھا جل کو کڑا رقیب — بیٹا بلا شبہ وہ کسی جل پری کا تھا

مجھ کو سشن سپرد کرایا ہے کیوں صنم — میرا تو یہ مقدمہ فقط منصفی کا تھا

بس چل دیا تو کہنے لگیں دشمنوں سے وہ — یہ بھی نشا اک غلام پر اپنی ری کا تھا۔

لیاقت تو اسکی اک بھی سشن جج سے کم نہ تھی — قسمت ہی میں منشی کی کام اردلی کا تھا

جھاڑو

نے گھر جس کو سُلایا ترے مُنھ پر جھاڑو
اک نیا فتنہ جگایا ترے منھ پر جھاڑو

ے تو روزہ رکھایا ترے منھ پر جھاڑو
اُسے افطار کرایا ترے مُنھ پر جھاڑو

خاں تو مرا لیتا رہا ہر سال مگر
پاس غیروں کو کرایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ی حالت پہ رقیبوں نے کیا ہے ماتم
پر تجھے خوف نہ آیا ترے مُنھ پر جھاڑو

نوں کے تو نے نکلوائے جنازے لیکن
کسیکو دفن کرایا ترے مُنھ پر جھاڑو

یکے سوکھے کریلے کو بھی سمجھا برفی
میرا کیلا بھی نہ بھایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ں نے تو دل کی صفائی کے لئے بلوایا
کر گیا گھر کا صفایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ج کچھ اور ارادے سے وہ خود آئے ہیں
ایسے میں ناصح تو آیا ترے مُنھ پر جھاڑو

جھ پہ حملہ خود ہی کرنا تھا مگر تو نے تو،
اپنے کتوں سے کرایا ترے مُنھ پر جھاڑو

اگ میں آکے ترے روگ لگا کر میں نے
کون سے راگ نہ گایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ات کے دو بجے بھی بیوی بگڑ کر بولیں
آج پھر جلدی ہی آیا ترے مُنھ پر جھاڑو

ی گدی پہ رقیبوں کو بٹھا کر تو نے
مجھے دنیا سے اُٹھایا ترے مُنھ پر جھاڑو

دریاں دیں مری سوئی ہوئی قسمت کو مگر
مجھے دن رات جگایا ترے مُنھ پر جھاڑو

و مجھے وعدوں پہ ٹرخایا ہمیشہ لیکن،
تیرا ٹرخانا بھی بھایا ترے مُنھ پر جھاڑو

مجھے جھانسے میں لے آتا یہ کیا ہمت تھی
میں تو خود جھانسے میں آیا ترے مُنھ پر جھاڑو

س کی کیا عمر ہے جاں دیتی ہے تو جس گدھ پر
تیرے ابّا کا ہے تایا ترے مُنھ پر جھاڑو

رے پٹواتے پہ کیا روتا حقیقت یہ ہے
تو نے ہنس ہنس کے رلایا ترے مُنھ پر جھاڑو

سے پنجہ لیا خواجہ کی چھٹی کرنے کو
جاتے ہی چھکا لگایا ترے مُنھ پر جھاڑو

درت اک پل میں بجا دیگی تیرے تو بارہ
مُلا کا گھنٹہ چرایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ھلے تو مُنھ پہ یہ شاعری کے آئی ہو گی
تب کہیں شعر میں لایا ترے مُنھ پر جھاڑو

ب لگاؤں گا ترے تپتا ہوا ڈامر بس
مسکہ تو کافی لگایا ترے مُنھ پر جھاڑو

برا یہ جو کھٹا اور چال چلن کیا بھاتا
تیری تو ماں کو نہ بھایا ترے مُنھ پر جھاڑو

کیا کہا غیر ترے[1] چھکے چھڑا ڈالے گا
چھکوں کو تو نے چھڑایا ترے منہ پر جھاڑو

جوتے ہی چھوڑ کے قے کرتے ہوئے بھاگے سب
تو نے گھونگٹ جو اٹھایا ترے منہ پر جھاڑو

جھاڑو والی[2] نے سنا جب تو کہا غصّے سے
منہ پہ جھاڑو مری لایا ترے منہ پر جھاڑو

ابر ہو منشی منقی، ہو کہ شمع مرقد
تو نے کس کس کو رلایا ترے منہ پر جھاڑو

قوم سکتے میں ہے فعلوں سے منقی تیرے
پر تجھے ہوش نہ آیا ترے منہ پر جھاڑو

آیت وجاہت

اُنہیں کتوں کی ضمانت کہیں مہنگی نہ پڑے
اور مستوں سے بغاوت کہیں مہنگی نہ پڑے

قاصد اب اردو میں کہدے چلے آؤ نہیں تو
جو کروں کا وہ حجامت کہیں مہنگی نہ پڑے

عید پر بھی میرے گھر غیر کے ساتھ آئیں گے وہ
وقت سے پہلے قیامت کہیں مہنگی نہ پڑے

سنتے ہیں غیر نے اِس ڈر سے انہیں چھوڑ دیا
ساری دنیا سے رقابت، کہیں مہنگی نہ پڑے

جنھیں دینا ہی ہو لینا نہ ہو اک ملک سے بھی
ایسے ننگوں کی وزارت کہیں مہنگی نہ پڑے

روسیاہی کی صفائی نہ رقیبوں کی کرو
کو لوں کی یہ وکالت کہیں مہنگی نہ پڑے

جس کو جی چاہا وہ دے دیتی ہیں اسکو گالی
ہر کسی پر یہ حرارت کہیں مہنگی نہ پڑے

روز اک انڈہ دیا کرتی ہیں بیوی مجھے پر
دو دیئے آج عنایت کہیں مہنگی نہ پڑے

اب اذاں دینے کی بھی نوکری سے جائیں گے وہ
ملاّ جی کو یہ امامت، کہیں مہنگی نہ پڑے

حاجی لاتے ہیں کھجوریں بھی تو سونے سے بھری
اس عبادت میں تجارت کہیں مہنگی نہ پڑے

مجھسے عربوں کی برائی جو سنی ماں نے کہا
بیٹے یہ حج کی سعادت کہیں مہنگی نہ پڑے

اونٹ تک عربوں کا لے لیتا ہے فوراً بدلہ
اوروں کے بل پہ شجاعت کہیں مہنگی نہ پڑے

ہر یہودی یہی کہتا ہے کہ کل قوم ہی کو!
موشے[3] دایاں کی ولادت کہیں مہنگی نہ پڑے

جس جگہ میں تھا وہیں بیوی بھی ہے زیر علاج
پیر صاحب کی کرامت کہیں مہنگی نہ پڑے

تیرے سوتے ہی تری مار نہ جائے پاکٹ
جیبی کروانے کی عادت[4] کہیں مہنگی نہ پڑے

---

[1] :- چھکا ۔ نامرد ۔ زنخزاہ ۔ خواجہ سری
[2] :- جھاڑو والی ہمارا انگریزی میں بھنگی نین کو کہتے ہیں۔
[3] مصرعہ سائل لکھنوی کا اپنایا گیا ہے۔
[4] شریف یہودی موشے دایان کی سیاست سے خوش نہیں۔

ی سرکس کبھی کچھ کبھی فٹبال کا میچ
روز کی آیت وجاہت کہیں مہنگی نہ پڑے

اور مولوی سارے ہیں مرے دوست مگر
ان رفیقوں کی رفاقت کہیں مہنگی نہ پڑے

مٹے حسن کی خیرات مگر دھیان رہے
اس قدر کھل کے سخاوت کہیں مہنگی نہ پڑے

دتیں نیک ہیں ناصح کی پر اس عمر میں بھی
بچپنے کی جو ہے عادت کہیں مہنگی نہ پڑے

رہے مجھکو یہ اب فوڈ منسٹر کی قسم
روز ہی کھانے کی عادت کہیں مہنگی نہ پڑے

نب غم جیسے یہ پوری ہی نہیں ہوتی غزل
شاعرو اتنی طوالت کہیں مہنگی نہ پڑے

ب منقیٰ نے پڑھا صدر نے غصے سے کہا
ایسے زخموں کی صدارت کہیں مہنگی نہ پڑے

ھی نجمہ کبھی چھکا کبھی بندی سے تپا
خواب میں روز بشارت کہیں مہنگی نہ پڑے

بمبئی میں ہے منقیٰ کی سکونت کہ جہاں
قبض کی عام شکایت کہیں مہنگی نہ پڑے

~~~~~~~~

کارِ ثواب

خدا کے واسطے ان نو ندوالوں سے کوئی کہہ دے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے وطن میں گھی شکر پیدا
~~~~~~~~

چڑیا گھر

میں جب ہر گھر میں دھمکایا گیا ہوں / تو چڑیا گھر میں اپنایا گیا ہوں
بندھا ہے شیخ جس کھونٹے سے اب تک / بہت پہلے میں کھلوایا گیا ہوں
وہیں پھر آ مرا ہوں شعر پڑھنے / جہاں جانے سے ترسایا گیا ہوں
مرے تھے شہر کے کیا سارے غنڈے / جو غنڈی سے دھکوایا گیا ہوں
کسی کتے کے بس میں جب نہ آیا / تو پھر کتیہ سے کٹوایا گیا ہوں
مجھے سپنے کا اپنے غم نہ ہوتا / میں اک زنخے سے پٹوایا گیا ہوں
ہمیشہ سو کے کاٹی وصل کی شب / کہ میں کشتوں پہ پلوایا گیا ہوں
مدعو بالا کا گھر معلوم کرنے / میں ہر واعظ کے گھر آیا گیا ہوں
زمیں بھی تھی مرے سجدوں سے برہم / تو آخر چاند پر لایا گیا ہوں
نہ مر کر بھی کوئی دنیا سے اٹھا / میں جیتے جی ہی اٹھوایا گیا ہوں
ملا بالکل نہ انسانوں میں اب تک / تو رانی باغ میں لایا گیا ہوں
نہ جب دیکھا کوئی بھی خالی پنجرہ / تو کھلم کھلا دکھلایا گیا ہوں
یہیں سے چھٹ کے بھاگا تھا میں پہلے / نہ یہ سمجھو نیا لایا گیا ہوں
خوشی یا ناخوشی سے یہ نہ پوچھو / کہاں تھا اور کہاں لایا گیا ہوں
بکا ہوں اور نہ میں تحفے میں آیا / بڑی سازش سے چڑوایا گیا ہوں
مقدر سے ہوں ایسا ایک نوحہ / جو فلمی طرز میں گایا گیا ہوں
مجھے کیا جانتا دنیا میں کوئی / تری چاہت سے جنوایا گیا ہوں
جو لٹتے کھا کے بھی بھوکی ہے اب تک / میں اس دنیا پہ مٹوایا گیا ہوں
میں چڑیا گھر میں اے منشی متقی / بطورِ خاص منگوایا گیا ہوں

غیر ایکٹرانہ

نہ شراب اور جوا نہ گانا ہے / ہر ادا غیر ایکٹرانا ہے

چڑیا گھر: بمبئی رانی باغ میں چڑیا گھر ہے وہاں شاعر نے یہ اشعار پڑھے

ان کے گھر تک یوں آنا جانا ہے — جیسے مل مل کا تانا بانا ہے
جسکو سمجھے تھے ہم عبادت گھر — ہوا معلوم چنڈو خانہ ہے
چڑیا گھر، ہسپتال، پاگل گھر — اور ان کا کہاں ٹھکانہ ہے
جوتے پہنے ہیں شیخ نے لیکن — اک نیا ہے تو ایک پرانا ہے
بچہ سقہ ہوا وزیر خوراک — اب تو خطرے میں آب و دانہ ہے
ہنس کے ملتے تھے جو کبھی ہم سے — ہم پہ ہنستے ہیں کیا زمانہ ہے
بند کرتا ہوں سب کو اس دل میں — یہ حسینوں کا جیل خانہ ہے
چاہے اچھا ہو یا بُرا ہو مگر — اپنا ہر فعل فاعلانہ ہے
اس نظر کو نظر نہیں کہتے — یہ تو بجلی کا کارخانہ ہے
ملتا رہتا ہوں خواب میں اُن سے — اپنا ہر کام غائبانہ ہے
مرغی پوڈر بھی بے سبب تو نہیں — یہ تو مرغوں کے آگے دانہ ہے
کیا سناؤں انھیں فسانۂ غم — بھینس کو بین ہی ستانا ہے
نئی دلہن تو شیخ نے کر لی — جونک پتھر پہ اب لگانا ہے
نئی ماں ہے وہ بیٹی ہے مجھے — شاباشی کا تو اک بہانا ہے
آنکھ ماری تھی اس کمینے نے — جسے سمجھے تھے تم یہ کانا ہے
کیس اس کا سیشن تلک پہونچا — جسکو سب کہتے تھے زنانہ ہے
دلیس ٹن ٹن کے سور ما ہو گا — جو منتقیؔ کا اک ٹھکانہ ہے
چل سنیں گے ہزل منتقیؔ کی — جس کا ہر شعر اِک نشانہ ہے

جورو کا غلام

اس کا دنیا میں کچھ مقام نہیں — اپنی جورو کا جو غلام نہیں
دورہ پڑتا ہے جیب کو میری — آج ہے جیب کل ٹرام نہیں
نلم لائین بھی ایسا گھوڑا ہے — جسکے منہ میں کوئی لگام نہیں
ہٹ پہ آئے تو چل نہیں سکتا — چل پڑے تو کہیں مقام نہیں
ہوں گرفتارِ زُلف اسیرِ نظر — مجھے پیچش نہیں زکام نہیں

ایسی دعوت بھی کوئی دعوت ہے
جس میں کم رخ ہے اور آم نہیں

جتنے کھدر میں ہیں یہ بن مانس
ان پہ آرام کیوں حرام نہیں

تجھے کیوں دیکھے مرد یا عورت
میں شیاما نہیں شیام نہیں

کیوں نہ عزت کروں میں سالے کی
جورو کا بھائی ہے غلام نہیں

چشم ساقی سے ہوں میں جام بکف
رنج اتنا ہے کف بجام نہیں

ایسی مسجد میں روٹی دیتا ہوں
جس میں ملا نہیں امام نہیں

ان کی مجلس میں مرثیے نوحے
خوب سنیے مگر سلام نہیں

انکو کرتا ہے دل سلام جنہیں
حکم واعلیکم السلام نہیں

وہ نہ خود مان لیں جو قبض کشا
تو منقی ہمارا نام نہیں۔

صرف اک چائے

بے بلایا ہوں میں مہمان نہیں جاؤں گا
صرف اک چائے اور اک پان نہیں جاؤں گا

چھوڑ کے اتنے مسلمان نہیں جاؤں گا
بارہا کہہ دیا شیطان ۔ نہیں جاؤں گا

اک مسلماں کی مسلمانی کا کھانا چھوڑوں
میں نہیں ایسا مسلمان نہیں جاؤں گا

کیا کہا نذر کا کھانا ہے وہابی کو حرام
چلو لے آیا میں ایمان نہیں جاؤں گا

کھا گیا ہے مجھسے بھی زیادہ یہ خبر تھی نہ مجھے
ورنہ کہتا نہ بے ایمان نہیں جاؤں گا

آپ نے بیڑی پلائی تو غزل بھی سن لو
سر پہ لے کے میں یہ احسان نہیں جاؤں گا

قلمی آموں کی تو خوشبو نے مجھے روکا ہے
سر تسلیم کر دو شریان نہیں جاؤں گا

مٹی کے پیالوں میں فرنی کہیں شاہی ٹکڑے
وار کر دوں گا نہیں جان نہیں جاؤں گا

کالی کھچڑی کی رکابی پہ یہ اتنا مکھن
یو۔پی والوں کی تو ہے جان نہیں جاؤں گا

حلوا گاجر کا تو میں چھوڑ بھی جاتا لیکن
میرے مرنے کا ہے امکان نہیں جاؤں گا

مدھو بالا کے تو دھکوں کا اثر کیا ہوگا
آئے گر بھولو پہلوان نہیں جاؤں گا

اوروں پر ڈھال کے کستے ہو بخیلو فقرے
خوب کر لو مرا اپمان نہیں جاؤں گا

"جورو کا غلام" ... پھر کیا جاتا ہے کو روٹی کھلاتا ہے۔
صرف ایک چائے ۔ آپ کے گھر آپکے کچھ دوستوں کی دعوت ہے آپ چاہتے ہو منقی کو جانے بلکہ ٹال دیں تاکہ کھانا نہ کھلانا پڑے مگر منقی نے سب جان لیا اور وہیں
چپک گیا اور یہ غزل پڑھ پڑھ کے بیتاب ہو رہا۔

لڑتے ہو مجھ سے جیسے ہوں تمہاری سوتن   جان کر بنتے ہو انجان نہیں جاؤں گا
لے یعنی تمہی بتلاؤ کہاں لے جاؤں   مفت خوری کا یہ طوفان نہیں جاؤں گا
صاف سن لو اب اے او چکنے گھڑو بے شرمو   تمہیں جیسے کا ہوں پردھان نہیں جاؤں گا
قتل جس چاقو سے کی تم نے سنگھاڑا پھلی   اسکے سے لو مری جان نہیں جاؤں گا
مرغ کی آخری سن لی ہے اذاں میں نے بھی   اور جماعت کا ہے سامان نہیں جاؤں گا
مجھ سے پہلے ہی مرا رزق ترے گھر پہونچا   مان مہمان کا احسان نہیں جاؤں گا
بن مرے قبض کریں گے یہ مرغن کھانے   میں منتقی ہوں میری جان نہیں جاؤں گا

لاجواب

مصری شکر ہو گڑھ ہو اندر کی ہو راب ہو   تم ہر طرح سے مرے لئے لاجواب ہو
آنکھیں ہیں جیسے ریت میں آنسو گرے ہوئے   اور ناک جیسے مینڈک کی آسن لئے ہوئے
گیسو تو راہزن ہیں مگر خود لٹے ہوئے   دو گال دو پٹاخے ہیں لیکن پھٹے ہوئے
نازک لبوں میں اونٹھ کا پورا جواب ہو   تم ہر طرح سے مرے لئے لاجواب ہو
جس خوش نصیب کا مری جاں تم سے میل ہو   لچے لفنگے غنڈوں کا نورا پٹیل ہو
پھر کیوں وہ امتحانِ رذالت میں فیل ہو   داخل ہو ہسپتال میں یا اسکو جیل ہو
جسکو خوشی سے سہتے ہیں تم وہ عذاب ہو   تم ہر طرح سے مرے لیے لاجواب ہو
شرمندہ بھینس ہو گئی رفتار دیکھکر   گیدڑ خموش نرمئ گفتار دیکھکر
الٹا توا پلٹ گیا رخسار دیکھکر   شیطان بھی لرز گیا کردار دیکھکر
جل کر بھی جو گلا نہ ہو تم وہ کباب ہو   تم ہر طرح سے مرے لیے لاجواب ہو
بغلوں کا ہے پسینہ ابلتا ہوا گٹر   اور انمیں بال نچ رہیں کمبل بنے اگر
کمبل بھی کیسا جیسے کہ جنگل ہو پرخطر   جنگل بھی ایسا جسمیں کہ ہو بھالوؤں سے ڈر
بھالو بھی کتنے جن کا نہ کوئی حساب ہو   تم ہر طرح سے میرے لئے لاجواب ہو
گاتی ہو جب منتقی مجھے پیار ہو گیا   سن کر گدھے بھی کہتے ہیں بیکار ہو گیا

تونے تو جس کو تاکا تڑی پار ہو گیا
اور بچ گیا تو کھجلی کا بیمار ہو گیا

چل ہٹ ہو دفعہ دہت ترا خانہ خراب ہو
بٹ ہر طرح سے میرے لیئے لاجواب ہو

مرے مولا بلا لو مدینے مجھے
یہاں جینے نہ دیں گے کمینے مجھے

میری دنیا پر تو ہے قبضہ مرے صیاد کا
مولوی کی انگلیوں پر دین ہے ناشاد کا

یا محمدؐ حال یہ ہے تیرے خانہ زاد کا
نامرادِ دو جہاں اور ہے مرادآباد کا

یہاں بخشا نہیں ہے کسی نے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

شیخ ہے بے فیض اور بنتا ہے فیضآباد کا
رام گڑھ میں بجتا ہے قاعدہ بغداد کا

یا الٰہی ترجمہ بدلہ الہ آباد کا
جو حسینآبادی تھا وہ ہے یزیدآباد کا

یہی فکر ہے بارہ مہینے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

چاند تک چھ لاکھ ڈالر میں اُڑیگا آدمی
یعنی جیتے جی ہی دنیا سے لٹےگا آدمی

واپسی کا کیا ٹکٹ یہ تب سے کہےگا آدمی
حشر میں کھسکر جو راکٹ سے لٹےگا آدمی

یہاں چھوڑا ہے میری خودی نے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

گرمی میں ملتان ہوں سردی میں نینیتال ہوں
یعنی ہر موسم میں دنیا والوں پہ جنجال ہوں

چانٹے کھا کر سرخ رہتا ہے جو میں وہ گال ہوں
ٹھوکریں کھا کر بھی اچھلوں کودوں میں فٹ بال ہوں

کیا ایسا مری خودسری نے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

ایک میت بگڑی نے کے پہونچی قبرستان جب
گدہ نما کچھ لوگ جھپٹے جو تھے کم ایمان سب

کفنے والی فاتحہ دیں کیجیئے مہربان اب
دین کا دنیا سے سودا کرتے تھے شیطان جب

پڑے زہر کے گھونٹ سے پینے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

ہجر کی شب سے بھی لمبی بیوی کی لمبائی ہے
دو دلوں کے فرق سے دو نٹ سوا چوڑائی ہے

قیس کے بھی ضبطِ غم سے جو گنی گہرائی ہے
لیلیٰ فرقت بھی رنگ اس کا چرا کر لائی ہے

دیا تحفہ یہ میری بیوی نے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینے مجھے

؎ طرحی مصرعہ

ہر کمینہ عورت اس کی کھالہ ماں یا تائی ہے
چپ رہوں تو ٹی بی ہے بولوں تو ہاتا پائی ہے

بھائیوں کی اسکے گنتی اب یہاں تک آئی ہے
ڈر ہے اک دن کہہ نہ دے جا تو بھی میرا بھائی ہے

نہ کیوں مرت کے آئیں پسینے سے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینہ سے مجھے

مار ڈالا جورو کے اس کتھے چھالی پان نے
دل پکا ڈالا ہے اس کے روز کے پکوان نے

گھیر رکھا ہے ترے بندے کا گھر شیطان نے
یعنی اسکے بھیا میا خالہ خالو جان نے

نہ یہ مرنے ہی دیں گے نہ جینے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینہ سے مجھے

تھا امان اللہ خاں اور بچہ سقہ ہو گیا
یعنی میں مختار احمد سے مَتنَقیٰ ہو گیا

عمر تو یکی ہوئی پر خود میں کھتا ہو گیا
گھر کا نہ اب گھاٹ کا دھوبی کا کتا ہو گیا

یہاں لائے ہیں میکے والے سے مجھے
مرے مولا بلا لو مدینہ سے مجھے

زیرِ استعمال

کیوں اسی سے پرسشِ احوال ہے
غیر کانا ہی نہیں دجال ہے

بس ابھی سے حسن کا یہ حال ہے
دو ہی دن سے عشق کی ہڑتال ہے

نین نیناں سے اگر ملتے رہیں
گرمی میں ملتان نینیتال ہے

ہے کوئی ایسا شریک زندگی
حاملہ بیوی میاں حمال ہے

لادو لے نخروں کی بارہ بوریاں
یہ ترا عاشق ہے یا حمال ہے

کیوں محرم میں سنے وہ مرثیے
جس کا ہر دن ہی یکم شوال ہے

تھی الہ آباد میں چھپن چھری
چار سو چھپن چھری بھوپال ہے

شیخ کیوں آیا وطن سے بمبئی
احمقوں کا کیا وہاں کچھ کال ہے

یار کی رفتار کی تکرار کیا
آندھی ہے طوفان ہے بھونچال ہے

ایکٹر کو آرٹسٹ اب کیوں کہوں۔
جبکہ سیدھا ترجمہ نقال ہے

عشق بھی ہرجائی ہے تیری طرح
اک جگہ ٹکتا نہیں فٹبال ہے

جتنے لاکھوں جوتے کھائے اس کی اب
خوف سے بیوی کے پتلی دال ہے

زیرِ استعمال: نیناں۔ آنکھیں اور نینیتال۔ ایک ہیرو ئین۔ حاملہ۔ بوجھ اٹھانے والی حمال: بوجھ اٹھانے والا یا شکیلہ بانو بھوپالی۔

بے تو اشع اور سب ہی کھا گیا ۔۔۔ پیٹ ہے تیرا کہ ٹاؤن ہال ہے
بض ٹن ٹن کا کبھی ٹوٹا نہیں ۔۔۔ گو منتقی زیر استعمال ہے

قدوائی

ب ہیں گو اک سے اک بڑھ کر وزارت آئی ہے ۔۔۔ کوئی تو کہدے کہ ان میں ایک قدوائی بھی ہے
ندے واعظ الجھتے آئے تھے ابتک مگر ۔۔۔ رند کی اب ہر جگہ رندوں سے ہاتھا پائی ہے
ال سے نخروں سے کپڑوں سے کوئی سمجھے گا کیا ۔۔۔ مجنوں بھائی آرہا ہے یا یہ لیلیٰ بائی ہے
ر کی گردن میں تیرا ہاتھ ہے یا جانِ من ۔۔۔ نکٹے بندر کے گلے میں ریشمی نکٹائی ہے
م لائن ہے یہ پیارے کیا بتا سکتے ہیں ہم ۔۔۔ کون کس کا یار ہے اور کون کس کا بھائی ہے
ی چمڑے تولتا ہے بول سیٹھ بول کر ۔۔۔ کاٹنے میں ہے قصائی بات میں حلوائی ہے
ب سمجھتے تھے لیت کا یہ پوتہ ہے مگر ۔۔۔ پھر کھلا منہ بولا اور بالکل ہی تازہ بھائی ہے
س گئی ہے بھینس دل دل میں ہوا محسوس یہ ۔۔۔ جب کبھی تشریف ٹن ٹن صوفے پر رکھوائی ہے
ی یہ سمجھا آگیا اسٹوڈیو میں زلزلہ ۔۔۔ پھر ہوا معلوم یہ تو ٹن کی آیا آئی ہے
د واحد ہیر ہکڑ دکان دُن اور آنکھ ایک ۔۔۔ کیا غلط ہے یار کو گر دعویٰ یکتائی ہے
حضوری کی قسم میں نے دعائیں بھی بکیں ۔۔۔ اور مرے فرماروائے گالی بھی فرمائی ہے
سلہ خونہ تب سمجھے گا کیا مقام اس کا ہے جو ۔۔۔ قابلیت میں چُغد ہے قوم سے چغتائی ہے
ں تو جسکو چاہے کہدیں اور میاں یوپی میں تو ۔۔۔ کہدے بھنگن کو بھی بائی کس کی شامت آئی ہے
منتقی کچھ نہیں پر کوئی کہہ سکتا نہیں ۔۔۔ ڈانسر کا باپ ہے یا ہیروئین کا بھائی ہے

خفیف

یکرے ہو گئے کل اہل آفریقہ خفیف ۔۔۔ ان کے پورے ملک میں نکلا نہ جب میرا حریف
ی تھا کہ ان کے ساتھ آئیں پر کوئی تنگ نہیں ۔۔۔ کب رنیع جالنز کے ساتھ آئی ہے خریف
ر بدل کر اس بھلے مانس نے بدلے ہے لے ۔۔۔ نام تو ماں باپ نے بالم کا رکھا تھا شریف
یر کھوسٹ نکھ چڑھ جانے جل بُھنا جل کو کرتا ۔۔۔ نام مرغی والیکا پوچھا تو جھٹ بولا ظریف

از ... رفیع احمد قدوائی کو پورا ملک عزت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔ ... سب کا مطلب ایک

... ادھوری سی غزل پوری لگے کرنے تھے ہم — قافیہ تنگ ہو کے بھاگا چھوٹ کر روٹھی ردیف
شریف آبا شرف دادا مرے اشرف علی — یوں غلامی سے مشرف سب ہوئے کیر شریف
... قاضی کون ہے اور جیالو قاضی کون ہے — بورڈوں پر تو سبھی نے اپنے لکھوایا ہے چیف
... تیرے بیٹے نے اپنی شادی میں پوچھا نہیں — تم بھی اپنی شادی میں مت پوچھنا عبداللطیف
... ادھر احباب، خوش ہو، بارات میں جائیں گے ہم — اور اس کے پوتے کے دادا بن گئے مسٹر حنیف
... ایمانوں کی ہیں قبریں یا ہیں عاشق آپ کے — سارے بیٹے کنوؤں میں ہے ایک بھی بدھو سا نحیف ؟
... کے تل پر تکلے لڈو سارے منہ سے تف کروں ! — اور تل کے بوسے پر تو دیدہ ور پورا آتِل خفیف
... شریف ہوتا نہ اصلی منبری اور مستند — رہنے کیوں آتا منتقی پھر بھلا ماہم شریف

روڑا

ہمیشہ روڑے اٹکاتا ہے رستے میں شریفوں کے — تو اپنے راستے کا آپ ہی روڑا نہ بن جائے
اتنے کوڑے برسائے ہیں پران سے ڈر ظالم — کسی کے ہاتھ آ کر آپ ہی کوڑا نہ بن جائے
... گھوڑے پہ چڑھ کر کو ناحق مارنے والے — کہیں رکشا چلا کر خود ہی تو گھوڑا نہ بن جائے
... ٹرکتا ہے نمک رستے ہوئے زخموں پہ دیوانے — تو اپنے ہی جگر کا مستقل پھوڑا نہ بن جائے
... گھورا ہی رہے گا۔ اس کا گھوڑا بن نہیں سکتا — یہ جب تک رائے اے گجرات والوڑا نہ بن جائے
... قی اور بی کشمش کا جوڑا اس روپئے سے — ترقی کرتے کرتے کتے کا جوڑا نہ بن جائے

تمہیں کیا معلوم

مراق ہے مرا کام تمہیں کیا معلوم — کیسے سلگتے ہیں حمام تمہیں کیا معلوم
... سرا پیغام جہاں لے کے گئے تھے آبا — اپنانے آئے وہ پیغام تمہیں کیا معلوم
... م پر آؤ تو بتلاؤں یہ وہ درد نہیں — اپنے سر پر نہ لو بام تمہیں کیا معلوم
... سب بے کیف کہانی جسے کہتے تھے — کیسے پورے ہوئے ایام تمہیں کیا معلوم
... درد ہے لیلو مری جان پر اتنا سن لو — کتنا ہو جائے گا کہرام تمہیں کیا معلوم

پاک جذبہ ہے تمہارے لیئے میرے دل میں
پھر بھی ہوں موردِ الزام تمہیں کیا معلوم

اسکو سمجھیں گے جو ہیں توپ چلانے والے
نیفے کے نیچے ہے آسام تمہیں کیا معلوم

کیوں نہ پھر ناک پہ چنے جبین کو چبوائے وہ
کفر کے سر پہ ہے اسلام تمہیں کیا معلوم

آم کا لفظ ہی غالبؔ کی قسم میٹھا ہے
لے چڑھا دو تو بنے رام تمہیں کیا معلوم

جھینپ کر بولیں مجھے سنتے ہی گھن آتی ہے
لفظ ہی سخت ہے زکام تمہیں کیا معلوم

خیر کہنے لگا تھی جو تمہاری ماں کو
ایسے آغاز کا انجام تمہیں کیا معلوم

اپنی دادی کے جو ہمراہ کبھی آئی ہو
صبح کے ساتھ ہوئی شام تمہیں کیا معلوم

جوتے برسائے ہیں کل ابرِ کرم نے جس پر
وہ بھی نکلا مرا ہمنام تمہیں کیا معلوم

یار کی ہے یہ حجامت کہ کسی بھالو کی
کہہ کے یہ چل دیا حجام تمہیں کیا معلوم

گل شکر گلگلے رس گلے صنم کھا کھا کر
خود بنا جاتا ہوں گلفام تمہیں کیا معلوم

بر کی صورت و سیرت کا جواب اب تو نہیں
پہلے اِک ڈاکو تھا بہرام تمہیں کیا معلوم

لم میں آنے کا دل ہی دل میں ارادا کرنا
بے شک عزت کا ہے نیلام تمہیں کیا معلوم

ہر محفل ہی چڑھاؤ نہ عدو کو سر پر
تمہیں ہو جائے گا سرسام تمہیں کیا معلوم

رام کے نام کا کیا کام ہے اب میرے گھر
میں دیا لو یہاں دھن رام تمہیں کیا معلوم

میں تو محکوم ہوں پر عشق میں ان کے اب تو
پکڑے جاتے لگے حکام تمہیں کیا معلوم

م نے مانا کہ منقیؔ کا چلن اچھا ہے
پھر بھی اک فن میں ہے بدنام تمہیں کیا معلوم

پر نکہ ٹن ٹن کو کراتا تھا منقیؔ رہنے گا
اس نے یوں بھر لیا گم دام تمہیں کیا معلوم

کیا کہو گے

گیا وہ کب اور کیسے اندر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے
عدو طفیلی تھا یا گورنر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

حریف کے ساتھ آ رہے ہو مگر مری جاں یہ کوئی تک ہے
کجا یہ عنقا کجا یہ بندر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

اُدھر وہ سب کے کریم ٹھہرے اِدھر میں عبدالکریم ٹھہرا
تمہارا شخص اب کہاں ہے بستر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

کسی غریب کسی کے گھر یا کسی کے ہوٹل میں مت ٹھہرنا
کسی کا بچہ کسی کا بستر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

یہ جسم ڈھلکتے ہیں پیٹ بھرتے ہیں یا قیامت کے ہیں سہارے
لپ اسٹک اور سرخی سنٹ پوڈر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

یہ آپکے سر کا ہے ٹوپہ کہ میری کتیا کا ہے یہ پٹہ
لگام گھوڑے کی ہے کہ مفلر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تمہاری پوشاک جان عالم بدیشی جام جہاں نما ہے
کوئی بھی باقی رہا ہے منظر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

میں کیوں نہ جھینپوں کہ آ کے میرے دلبر رقیب مرنے لگا ہے قبر پر
میں خود سے کہتا ہوں خود پہ ہنس کر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

کشادہ دست طلب ہے اس کا دراز دست سخاوت اس کا
ہے واعظ اونچا کہ جانی واکر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

گدھے کا بچہ جو آپ کہتے ہیں خیر والد ہیں کہئے لیکن
یہ کس کا جوتا ہے کس کا ہے سر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

یہ آپ کا پیڑ تو ملاحت نمک رقیبوں پہ آ رہا ہے
یہ کس کی چلمن سے آیا چھن کر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

اسے بناتے ہیں آپ ناحق جسے خدا نے بنا دیا ہے
بنا ہے اک بار کوئی بندر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تھی گرمی کی فکر سردیوں میں ہے فکر برسات گرمیوں میں
کہو گے مرنے کی فکر مر کر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تمہارے منہ میں پسی ہے ٹن ٹن مگر منقّی ہیں کیسے مانوں
ہلے قطرے ہیں کب سمندر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تمہارے ہاتھ آ گیا منقّی تو اس کا مصرف کسی سے سیکھو
لگا رہے ہو کہاں رگڑ کر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

نذر اور خیرات

فرق ہی کیا ہے ہماری اور عدو کی ذات میں
بس یہی سمجھو کہ جیسے نذر اور خیرات میں

یہ نہیں بار امانت ٹیکسوں کا بار ہے
طنز ہم پر ہو رہا ہے غیر انسانات میں

جن کے فعل سے عاشقوں کا صاف ہو جاتا ہے خون
یار نے پودے وہی لگوائے ہیں باغات میں

ساتھ اس رشک قمر کے اک سیاہ حبشی بھی ہے
آج پورا چاند دیکھا ہے اندھیری رات میں

صب کا منہ تکنا پڑا ہے ہم کو یوں اس بزم میں
پھنس گیا ہو جیسے کوئی گھنڈی گجرات میں

عمر بھر پہلو میں رکھ کر بھی جدا ہیں منزلیں
ہم بھرت پور میں رہے اور وہ رہیں کھمبات میں

بات کرتے بھی ہیں وہ اور بات کرتے بھی نہیں
ہر طرح سے بات پیدا کر رہے ہیں بات میں

ہر کسی کے ہاتھ میں دیدوں کوئی پاگل ہوں میں
دل ہے زخمی سوچ کر دوں گا کسی کے ہاتھ میں

باپ دادا کی بدل دی ذات جس نے جھینپ کر
کچھ کمینہ پن تو دیکھا ہو گا ان کی ذات میں

آج تک انسان تو سمجھے نہ میری شاعری
اب پڑھوں گا جا کے بس افریقہ کے جنگلات میں

داغ اور اکبر کی عزت صرف انسانوں میں ہے
میرے چرچے تو ہوئے ہیں بزمِ حیوانات میں

یہ عطائی پیر جی اور یہ خطائی مولوی
فرق آخر کیا ہے ان میں بھوت اور جنات میں

میں تو چپ تھا میرے اشکوں کی جھڑی نے کہہ دیا
رک بھی جاؤ بھیگ جاؤ گے بھری برسات میں

ساری دنیا جیت کر بھی تو نہ آیا وہ مزہ
جو مزہ پایا ہے یارو یار سے اک مات میں

دودھ میں مادا نہیں اور باغ میں میوہ نہیں
جذبہ کیا کیا لے کے رہنے آیا تھا دیہات میں

زیادہ حلوہ کھانے پر دھمکاتی ہیں اماں اُدھر
اور اِدھر میں کیا کروں پیدا ہوا شبرات میں

روز ہی دیتی ہیں بیگم اس لئے میٹھا نہیں
ہم ہوئے ہیں عید کے دن وہ ہوئیں شبرات میں

غیر تو پیدا ہی کھوسٹ دس محرم کو ہوا
سات پینتالیس پہ اور بالکل اندھیری رات میں

رات وہ بولیں منقّیٰ اشیا جیسا بھوت ہے
جس کے آگے بات تو کیا دم نہیں ہے لات میں

ٹیکس سے بچا

لوگ سمجھے کہ مر گیا ہوں میں
حالاں کہ اپنے گھر گیا ہوں میں

ہر گناہ ڈٹ کے کر گیا ہوں میں
اور کر کے مکر گیا ہوں میں

جام ہوں زندگی کا جنتا کی
پی لے آئے موت بھر گیا ہوں میں

گدھے اب شوق سے مجھے کھا لیں
گھاس تو ان کی چر گیا ہوں میں

ٹیکس سے بچا میں سو دفعہ
ٹیکس میں دب کے مر گیا ہوں میں

موت کا ٹیکس بچ گیا پورا
یعنی بے موت مر گیا ہوں میں

نہ ڈرا الو کے بھی سائے سے
اپنے سائے سے ڈر گیا ہوں میں

چڑھ کے اک بار پھر نہیں اترا
جب بھی پھانسی پہ چڑھ گیا ہوں میں

انتشارِ نظامِ عالم روک
زلفِ جاناں بکھر گیا ہوں میں

وہ اُدھر سے اِدھر کھسک آئے
جب اِدھر سے اُدھر گیا ہوں میں

جب سے تقدیر بگڑی بیوی کی
اچھا خاصا سنور گیا ہوں میں

ایک ٹکیں بھڑے نے ماری
آنکھ ایسی نکھر گیا ہوں میں

سر کے صدقے کے طور پہ ہی سبھی	اُن کے سر سے گذر گیا ہوں میں
چڑھ کے تو سب اُترتے ہیں لیکن	بن چڑھے ہی اُتر گیا ہوں میں
ایک پل بھر ہوئی نہ جو میری	اسی دُنیا پہ مر گیا ہوں میں
پوچھتا پھر رہا ہے اک مُردہ	کیا یہ سچ ہے کہ مر گیا ہوں میں
شیر سے ہاتھی سے نہ جن سے ڈرا	تیرے کتوں سے ڈر گیا ہوں میں
اپنے گھر تو بہار آئی ہے	اسلئے ان کے گھر گیا ہوں میں
جب بھی نقصان عشق میں دیکھا	بس اُسی دم پسر گیا ہوں میں
یار کے در پہ جا کے یہ سمجھا	جھوٹ ہے در بدر گیا ہوں میں
آستاں کو بھی مجھ سے کچھ ضد ہے	در ہیں پہونچا جدھر گیا ہوں میں
سب ہی شرطیں منتقی منوالیں	لوگ سمجھے ڈھر گیا ہوں میں

دیکھ لیا

منتوں سے منا کے دیکھ لیا	ان کے دھب بھی لگا کے دیکھ لیا
وہ تو کیا ان کی میت آئے گی بس	ہر طرح تو بلا کے دیکھ لیا
اب بھی وہ منشی چاچا کہتے ہیں	ہمنے ڈاڑھی منڈا کے دیکھ لیا
رونی صورت پہ کچھ اثر ہی نہیں	بارہا مسکرا کے دیکھ لیا
ان کی نانی کا میں منگیتر تھا	یہ بھی رشتہ جتا کے دیکھ لیا
ان کی میٹھی زباں ہوئی نہ کبھی	روز گنّا چبا کے دیکھ لیا
اک قدم تال پر نہیں اٹھتا	کتنا طبلہ بجا کے دیکھ لیا
اب تو تیزاب ہی سے مانے گی وہ	مسکہ کافی لگا کے دیکھ لیا
غصے سے اور خوشامدوں سے کبھی	کھٹا میٹھا کھلا کے دیکھ لیا
سبھی کہتے تھے جو ہنسا وہ پھنسا	بے تحاشہ ہنسا کے دیکھ لیا
آئی ویرانی بھی تو رشک بہار	خود کو اُلّو بنا کے دیکھ لیا

ان کو دوں گا جمال گھونٹا بس اب
تم پھسلا تو کھلا کے دیکھ لیا

لوٹا رہتا ہے دستِ ٹن ٹن میں
کیوں منتقی کو کھا کے دیکھ لیا؟

(یہ کچھ عرصہ قبل خلافت ہاؤس بمبئی میں نواب رامپور کی صدارت میں طرحی مشاعرے میں عرض کیا گیا۔ جس کا افتتاح وزیر غذا قاضی غیاث الدین نے فرمایا تھا۔)

ادا کے بعد

ہر غم زدہ یہ کہتا ہے تازہ جفا کے بعد
کیا اور بھی ادا ہے کوئی اس ادا کے بعد

پہلے سلام پر بھی پھلاتے تھے تھوبڑا
اب خود گلے وہ پڑ گئے اک التجا کے بعد

اُن سے ادھار لینے چلا ہوں دعا کرو
چھوڑیں نہ قرض مجھ پہ جو میری قضا کے بعد

بحروں میں اک قصائی نے فرمایا وعظ یہ
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

باقی ہے تیری ذات میں فانی ہوں بے شبہ
پر اس بقا کو کیا کروں اپنی فنا کے بعد

بیوی مشاعرے میں یہ کہہ کر اچھل پڑیں
کوئی نہ جم سکا مرے خواجہ سرا کے بعد

کل تک جو تھے شباب میں اب ہیں خضاب میں
روتے بھی ہیں ادا سے ادا کی قضا کے بعد

کمسن رئیس زادی سے اس سن میں شادی کی
پر سب خطائیں کانپ گئیں اس خطا کے بعد

پڑھ کے نماز سونے کلب جا رہا ہوں اب
ڈامر لگا رہا ہوں میں عطرِ حنا کے بعد

سب خبریں سنئے شوق سے پر ٹیکس کی نہیں
ایسی خبر تو پڑھتے ہیں بیت الخلا کے بعد

تم اور خلا سے آگے کسی گھر میں جاؤ گے
کوئی بھی گھر ملے گا نہ بیت الخلا کے بعد

رونے کا اور ہنسنے کا ہے فرق ورنہ یوں
میلاد تو بہت سے ہوئے کربلا کے بعد

بیوی یہ کیا کہا کہ بلا میں پھنسے گا تو
کوئی بلا بلا نہ رہی تجھ بلا کے بعد

وقتِ اجل جو چوم لوں اس پائے ناز کو
کوئی تقاضا نہ رہے اس ادا کے بعد

ہر اک گناہگار ہے داور کے سامنے
ہوگی تو باز پرس مگر پارسا کے بعد

ان کا تو بعد ہونا قیامت کے بعد
مشکل میں ہوں یہ کیوں کہوں مشکل کشا کے بعد

کل وعظ تھا خضر کے وہاں جس میں یہ سنا
بیوی کو سجدہ ہوتا جو ہوتا خدا کے بعد

طرحی مصرعہ

جب تندرست ہو گیا بولا حکیم جی
پیسے تو پورے دیدوں گا لیکن شفا کے بعد

جب راجے سے ارُن نے کہا فلم لو مری
بولا تری بھی لے لوں گا پر نرملا کے بعد

بھر بھر کے حقے پی گیا سب آگ ختم ہے
دوزخ پڑا ہے سرد منقیؔ بچا کے بعد

پھر کس دوا کا قبض میں ٹن ٹن پہ ہو اثر
کھاتی ہے جب وہ روز منقیؔ عشاء کے بعد

اِدھر دست ساقی میں جام اور مینہ
اِدھر میرا نظروں ہی نظروں میں پینا

اِدھر دست ساقی میں جام اور مینہ
اِدھر میرا نظروں ہی نظروں میں پینا

گئی کر کے دو دن کا وعدہ حسینہ
خدا کی قسم ہو رہا ہے مہینہ

جو سب روتے ہوں اور وہ ہنس رہا ہو
کوئی اس سے بڑھکر نہیں ہے کمینہ

کبھی آتے تھے سینے پر ہاتھ باندھے
کھڑے ہیں جو تانے ہوئے آج سینہ

عمل اس جہاں میں ثمر اس جہاں میں
غرض دفن ہو کر ملے گا دفینہ

محبت میں مرنا تو مشکل نہیں ہے
بڑے کام کی شے ہے مر مر کے جینا

مرے عشق میں جو ہو بالکل اناڑی
کھلاڑی کو تو اسمیں مرنا نہ جینا

ہر اک پھوٹی قسمت سے یہ کہہ رہا ہے
میں تیرا امین ہوں تو میری امینہ

کوئی مرد گر آج کھاتے کما کر
تو مرنے سے بدتر ہے پھر اس کا جینا

زری کے تو کپڑے بنائے نہ ابتک
مگر نام آبا نے رکھا زرینہ

کلب

کلب میں میرا سونا کم ہو رہا ہے
تو بیوی کو کیوں اس کا غم ہو رہا ہے

ہے معشوق کوئی جو ہو بند سکہ
بجے دیکھو چلتی رقم ہو رہا ہے

للیتا جو ہیں تیس کے سن میں ابتک
منقیؔ کا پھر تو جنم ہو رہا ہے

ہے ریٹ ان کا کشمش کے دانے سے مہنگا
منقیؔ اکا بیگن سے کم ہو رہا ہے

عدم کے سفر کی ضرورت نہیں اب
یہی ملک ملکِ عدم ہو رہا ہے

ادا کے بعد ہے
۱ ارُن، بچو رنظم آرٹسٹ نرملا کا شوہر
۲ جب سے یہ بچے باپ کے بیٹے سے جدا ہوا تھا کیونکہ بار بھر بالی کی بہن زرینہ بھی بالی میری شاگرد ہوں وہ بھی میری عدم موجودگی میں یہ کلام ۱۵/۷ کا ہی ہے نرملا

مجھے آج دنیا میں کچھ غم نہیں ہے
یہی غم خدا کی قسم ہو رہا ہے

جو ٹن ٹن کے آگے کوئی بھی کھڑا ہو
اُسے جانیے توپ دم ہو رہا ہے

اکڑتا ہے بھیا وہ اک دو بول پر
مرا جبکہ ہر سانس بم ہو رہا ہے

نہیں غیر کا رونے والا بھی کوئی
مرا سوگ تو کم سے کم ہو رہا ہے

کہاں میرا دل اور کہاں درد ان کا
فقط ہند میں چین ضم ہو رہا ہے

ترے دوست کا کیا کہیں کٹ گیا تھا
جو دشمن کا سر اب قلم ہو رہا ہے

ملا مجھ کو بیت الصنم سے تو نوٹس
یونہی عزم بیت الحرم ہو رہا ہے

قلم کی جو چوری میں پکڑا گیا تھا
اسی کے حوالے قلم ہو رہا ہے

وہ پیتے ہیں جیسے منشی کا حقہ
عدو تو سلگ کر چلم ہو رہا ہے

باقی خدا کا شکر

اپنی جگہ زمیں ہے نہ یہ آسمان ہے
باقی خدا کا شکر ہے امن و امان ہے

نامہربان ہے نہ کوئی مہربان ہے
نظروں میں سب کے کوئی نہ کوئی پلان ہے

سب کے تو تین تین ہیں یہ تیری شان ہے
میں ایک ہی پہ بیٹھا ہوں مشکل میں جان ہے

میں بھی جو چاہوں تیسری شادی ابھی کروں
پر سر پہ ہر پڑوسی کا بیٹا جوان ہے

جو اصلی عورتیں ہیں وہ غیرت سے گڑ گئیں
جب یہ سنا سعیدہ بھی اک پہلوان ہے

مجھ کو نگاہِ ناز سے اب دیکھتے ہیں وہ
جب ایک تیر بھی نہیں خالی کمان ہے

آ تو گئے ہیں رستمِ ہند آج فلم میں
کچھ دن میں پوچھنا کہو گھٹنوں میں جان ہے

بھاٹے پہ واعظ جب کہے کچھ اسکی بیوی تو سن
چلاتے وہ مرغے کی ہی طرح بھی اذان ہے

روٹی لنگوٹی آبرو سکھ چین کے سوا
باقی تو کل جہان مرا ہی جہان ہے

چھ سالے سات سالیاں ساڑھو بھی ساتھ ہیں
میرا مکان کیا ہے خسر کی دوکان ہے

ٹوٹی کمان نشانہ غلط ٹیڑھا تیر ہو
جیسے یہ تو بیاں ہیں وہ ہائی کمان ہے

کچھ مال ہے تمہارے سے پوچھا تو یہ کہا
سینہ زبان کچھ نہیں لے جا گمان ہے

بالاتفاق مان لیا لیڈروں نے اب
اللہ ہے مہرباں تو گدھا پہلوان ہے

یہ کہہ کے دل کی کوٹھڑی سے وہ نکل گئے
مہمان دس کروڑ ہیں ایک میزبان ہے

چاٹا کسی کا خون کہ چانٹا پڑا کہیں
ہونٹوں پہ اور گال پہ کیسا نشان ہے

پرشاد جو ملا تھا زمیں دار کو کبھی
اب کھا ترے بھی آگے وہی آئے کسان ہے

اس دور نے خدا کی ضرورت بتا ہی دی
ہر ایک کی زبان پہ بس الاماں ہے

واعظ نشان سجدہ تو ہے چیز اور ہی
تیرے تو ماتھے پہ ترے دل کا نشان ہے

وہ صوفی کی غذا تھی یہ بھوجن ہے کوئی کا
اک تان تان سین کی اک تیری تان ہے

ٹن ٹن نے جب منقیؔ کو دیکھا تو کہہ دیا
کیا سر فرو کرے گا یہ سوکھا سا پان ہے

منشی منقیؔ دوستوں کی جان ہے مگر
سب جس سے تنگ آ چکے ہیں ایسی جان ہے

ٹن ٹن کا ایک حصہ

توری بجائے گا مسکرو لا زمانہ کیسا یہ آ رہا ہے
کہ ہر توانا ہر ایک مسکیں کو جیسے چاہے ستا رہا ہے

میں کانپ اٹھا اور دہل گیا دل خبر یہ جب سے سُنی ہے میں نے
بیچاری ٹن ٹن کا ایک حصہ ٹاؤن پلاننگ میں جا رہا ہے

بے رونق اور نور جب کے منہ پر وہ آیا ہوگا وطن سے اپنے
جو تھوڑے پر نکلے ہیں بارہ تو بچھو بمبئی سے آ رہا ہے

میں فلمی دنیا میں جوڑے کھاتا ہوں روز لیکن یہ ہے حقیقت
جو فلمی دنیا میں آ رہا ہے وہ دین دنیا سے جا رہا ہے

خوش ہستے ہے طرف دریا جو ابر کا ڈھیٹ پن یہ دیکھا
اٹھی یہ برسا کہ اس کا پانی گرج کے احساں جتا رہا ہے

وہ لے کے پورے میں مسکراتا ہے تال میں عشق پھر بھی چپ ہوں۔
مگر علاوہ بےفیضو ہیں کتنے کہ بھاگی کس سے گا رہا ہے

بجلے کے چھوڑے گا اینٹ سے اینٹ دشمنوں کی سپوت میرا
مگر ابھی اسکو چھیڑنا مت ابھی تو طبلہ بجا رہا ہے

جبھی مری دائی نے ہر اک سے یہ کہہ دیا تھا ہوا ہی جس دن
یہ کس کو بخشے گا آگے چل کر ابھی سے آنکھیں لڑا رہا ہے

یہ بات کہنی پڑے گی اب تو قسم ہے قہر خدا کی مجھ کو
مذاق اڑاتا ہے جو کسی کا مذاق اپنا اڑا رہا ہے

لڑائیگا فوج مورچہ پر یہ دیکھ لینا سپوت میرا
ابھی سے غصے میں آ رہا ہے ابھی سے مرغے لڑا رہا ہے

ڈینگی کیا اسکے آگے فوجیں یہ جب چلائیگا ٹرک کے ترپ
اسی لیے تو کلب میں جا کر یہ ٹرٹ کہ کو لیا چلا رہا ہے

وہ خواب غفلت میں ہے جو پاگل اتار رہا ہے خلا میں راکٹ
جو جاگتا ہے جو ہوش میں ہے زمیں پہ دارو اُڑا رہا ہے

نمک منقیؔ پہ اور جوبن سے گی دیکھے گی جو بھی جبن گن
یہ جیسے انگور بن رہا ہے مگر بڑھاپے میں ڈھا رہا ہے

الہی کے مالک خوشی کے مالک یہ فلسفہ تو ذرا بتا دے
منقیؔ کتنا ہنسا ہے اب تک جو آج اتنا ہنسا رہا ہے

نیا سال

گلے مل مل کے کہتا تھا منقی ہر مسلماں سے — نیا سال اور کرسمس ہو مبارک فضلِ رحمٰں سے
مسلماں بھائیو اس سال کی بھی برکتیں ساری — تمہارے ہی گھروں پر برسیں بن کر رحمتِ باری
جو مسٹر پنٹو نے یہ دیکھا اک دم کھا گئے چکر — تعجب سے کہا بیچارے نے سننا ذرا مسٹر
تمہارا سال تو تم کو مبارک بالیقیں سمجھے — ہمارے سال کے پیچھے پڑے کیوں یہ نہیں سمجھے

کہا منشی منقی نے یہ ہیں تقدیر کی باتیں! — اور ان میں کرسمس ہیں کچھ تھوڑی سی تدبیر کی باتیں
ہمارا سال تو پیارے مبارک ہے ہمیں ہر دم — تمہارا سال بھی کیوں ہونے دیں تم کو مبارک ہم
نہ کیوں اس کی بھی برکت بانٹ لیں ہم خود ہی آپس میں — خوشی دیوالی کی چھوڑیں نہ گر آجائے وہ بس میں
ابھی اک روز تو نوروز بھی اپنا کے چھوڑیں گے — گرو نانک جی کا پرشاد بھی ہم کھا کے چھوڑیں گے

جو چندر بھان شرما نے سنا بولے بہت اچھے — کہ اپنا رکھ تو سب کا چکھ میاں جی ہو بڑے پکے
کوئی بھی خود غرض ایسا تو دیکھا ہی نہیں اب تک — کہاں سے دیکھتے دنیا میں آیا ہی نہیں اب تک
چلو عیسائی تو بھائی تمہارے ہی چچیرے ہیں — مگر اپنے لئے تم سانپ ہو اور ہم سپیرے ہیں
خوشی دیوالی کی بھولے سے بھی گر آپ چھو دینگے — تمہاری ہر خوشی تو سود ہی میں بنئے لے لیں گے

کہا شرما جی یہ کہتے ہوئے تم کیوں نہ شرمائے — کہ میٹھی گوٹ کے ہو کر بھی پنڈت اتنا کڑوائے
چلم چرسی کی چھوٹی سی بھی جیسے شعلے برسائے — ہے کتنی گرمی اندر جنوری میں اتنا گرمائے
نہ وہ سمجھے مری جو ڈالڈے کے بعد آیا ہے — مگر تم نے تو پورا ہی شکر بھارت کا کھایا ہے
میں سمجھا تھا سمجھداروں کو تو کافی اشارہ ہے — مگر اب صاف سن لو گر یہی بھیجہ تمہارا ہے

نبی داؤد اپنے حضرتِ موسیٰؑ ہمارے ہیں — مسیحؑ اور محمد مصطفیٰ آقا ہمارے ہیں
گرو نانک گرو گووند بھی اے بھیّا ہمارے ہیں — ہوں بھگوان بدھ کہ بندرابن کے سانوریا ہمارے ہیں

شری بھگوان شنکر اور شری برما ہمارے ہیں
وہ سیتا رام ہوں یا شیام اور رادھا ہمارے ہیں

جو سب کے باپ ماں وہ آدم و حوا ہمارے ہیں
تو کیسے تفرقے جب ایک ہی کنبے کے سارے ہیں

یہ سب کے مشترک ورثے ہی ہیں تہوار میلے ہیں
ہمارے غم تمہارے ہیں تمہارے غم ہمارے ہیں

گلے مل جاؤ تم بھی تم ہمارے ہم تمہارے ہیں
اسی میں بھائی ہم سب بھائیوں کے وارے نیارے ہیں

خدا اپنا ہے جب اُسکے بھلے بندے بھی سب اپنے
بھلے تو ہیں بھلے اُسکے بُرے بندے بھی سب اپنے

یہ باتیں کہتے کہتے اس کی تو آواز بھرّائی
جو دیکھا پنٹو اور شرما کی بھی حالت عجب پائی

وہ تھے خاموش اُنکے آنسوؤں کے دھارے کہتے تھے
مرے مالک ہم اب تک کونسی بستی میں رہتے تھے

جوہر منقی

وہ چہرہ میری آنکھوں میں ایسا سما گیا !
قے کرتے کرتے ناک میں میرا دم آگیا

مسجد میں دل تو بانگی کی ڈاڑھی پہ آگیا
اچھی جگہ کا مال تھا اچھی جگہ گیا

غیروں کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کو آگیا
اک پھول کتنے کانٹے لحد پر چڑھا گیا

شادی کے جتنے کھانے تھے سب میں رہا شریک
دینے کا وقت آیا تو بندہ صفا گیا

روزے سے در پہ بیٹھے ہیں ہم تیس سال سے
اور غیر روزہ کھول کے سحری بھی کھا گیا

یا بے حیائی آسرا تیرے ہی نام کا
کتنا ہی کوئی بورہو میں پوری کا گیا

قاضی جی دبلے شہر کے اندیشے میں ہوئے
ناصح کو غم نے کھالیا اور دل مرا گیا

اُن سے نظر ملی تھی ملا خاک میں دھیں

منزل تھی کتنی دور میں جلدی ہی پا گیا

جب تک تھی روٹی پیٹ میں دل میں بھی عشق تھا

روٹی گئی تو عشق بھی ہنسکر ہوا گیا

جو کچھ بھی کھا گیا میں جہاں اور جس قدر

کچھ اس میں شک نہیں کہ میں اپنا ہی کھا گیا

کالی گھٹا گھٹی ہے مری روسیاہی سے!

پر میری روسیاہی کو واعظ گھٹا گیا

دل میرے پاس ہو تو حسینو! میں دوں تمہیں!

اک دن میں اتنا بھوکا تھا دل ہی کو کھا گیا

روٹی کے بدلے جوتے ملیں جسکو دیکھکر

وہ کھوبڑا نہ جانے مجھے کیسے بھا گیا

شرمندہ خود ہی ہوگیا میں اپنے ذوق پر،

وہ جنس ہی الگ تھی کہ دل جس پہ آ گیا

موجودگی کا اُن کی منقیٰ یہ تھا اثر!

کل کے مشاعرے میں جو ظالم تو چھا گیا

پائیں گے لوگ اُن کی ہتیلی میں اک نلی

جو مال تھا وہ آپ کا خادم اڑا گیا

یہ تو خبر نہیں کہ دیا کس مرض میں پر

جو ہر منقیٰ کا انہیں اکثر دیا گیا

کریلا

غم بیاں جس نے یہ اندازِ ظریفانہ کیا   پیش کیا کیلے کی صورت میں کریلا نہ کیا

یار سے جب کہا ہم سے کوئی وعدہ نہ کیا — بولے لے وعدہ ہی ہم نے تو وہ نبھا کیا نہ کیا
جو کہا کیوں جی کوئی وعدہ بھی ایفا نہ کیا — بولے ایفا کا تو ہم نے کوئی وعدہ نہ کیا
مجھے بحس کیا فعلوں نے پراتنا نہ کیا — ہر پتیلی میں جو چل جائے وہ چمچہ نہ کیا
رات بھر چھوڑے پٹاخے کیا حلوا بھی بہت — ہم نے شبرات کی حرمت کیلئے کیا نہ کیا
نہ وہ قابل نہ شریف اور نہ منسٹر نہ وہ کچھ — بمبئی کا جسے تقدیر نے دادا نہ کیا
ہم نے تو پیار کیا آپ نے لے پار فقط — ہم بچا رہ نہ سکے آپ نے بیچا نہ کیا
ساری دنیا کا بھی غنڈا ہو شریف اس کو بھی — جس نے برتاؤ فقط مجھ سے شریفانہ کیا
شعر کے معنی ہی کیا خاک کوئی سمجھے گا جب — سارے گا ما مَ پا پاپ پ پا دھا نہ کیا
چھٹی میں خواجہ کی قوّالی بھی فیشن میں ہوئی — میٹھے بیٹھے بھی کسی صوفی نے ہُو ہا نہ کیا
تیر اپنا نہ نشانے سے گیا خالی کبھی — کیوں کہ اک رُخ سے کبھی ہم نے نشانہ نہ کیا
غیر کے باپ پہ چڑھ بیٹھا کوئی ایسا پلید — جس کے ڈر سے کسی یا وانے بھی چھوچھا نہ کیا
میرا دل ٹوٹنے کی تو کوئی وقعت نہ رہی — جب وطن ہی کو مرے توڑ کے ہریانہ کیا
گرچہ روزہ نہ کیا اور نہ نماز ہم نے کبھی — پھر بھی افطار تو پابندی سے روزانہ کیا
میل کھایا نہ کسی میلے سے میلا رہا دِل — اپنے گھر خواجہ کی چھڑیوں کا جو میلہ نہ کیا
ہوا کیرانے سے کیرانہ شریف اک وہ بھی تھے — یہ شرف ہم نے مٹانے کے لئے کیا نہ کیا
وہ حکیم و علماء اور بزرگوں کا وطن — خود کو منسوب نہ اس نے کیا بیجا نہ کیا
یعنی کہتا نہیں کیرانوی جو خود کو کبھی — میں نے یہ بھی ادب عظمتِ کیرانہ کیا
کیسے حسنین کا سمجھے کوئی غم خوار اُسے — فلمی انداز میں جس نے کبھی نوحہ نہ کیا
وعدے کر کر کے وہ ہر بار یہی کہتے رہے — یہ بھی اچھا ہوا ہم نے کوئی وعدہ نہ کیا
کوئی تو کہتا خدا بخشے تھا مرحوم شریف — کسی کے ساتھ بھی کام ایسا منقیؔ نہ کیا
جس نے دیکھا مجھے فلموں میں کہا گھر آ کر — اک گدھے نے بھی تو کام آجتک ایسا نہ کیا

بولی ٹن ٹن کہ میں جن سنگھ سے ملجاؤنگی
اب کے گر جج پہ منقیؔ نے روانہ نہ کیا

تقویٰ کی بیڑی

کانٹے بھی پھول ہیں ہمیں طیبہ کی راہ میں
مرچیں وہاں کی سُرمہ ہیں میری نگاہ میں
گھر خود بنا کے پھونکے جو واعظ پتہ چلے
کتنا ہے فرق دوزخ و جنت کی راہ میں
ہیں اپنے اپنے کام میں دونوں ہی ماسٹر
میں آہ آہ کرنے میں وہ واہ واہ میں
واعظ خدا کرے تیری آرام سے کٹے
رندوں کو رہنے دے اسی حالِ تباہ میں
ہے کتنے سیل کی ترے تقوے کی بیڑی
آ کر تو دیکھ شیخ کبھی بارگاہ میں!
بھنگی چمار بنیا برہمن پٹھان شیخ
یہ سارے ایک ہیں مری بت کی نگاہ میں
جس بیوقوف پر ہو خدا کی زمین تنگ
راکٹ میں بیٹھ کر وہ چلا جائے ماہ میں
تیرِ نگاہِ حُسن کو اب تک نہیں خبر
اک لاکھ بم ہیں عشق کی اک ایک آہ میں
دنیا کی نظروں سے تو نہ دنیا میں بچ سکے
اُس رشکِ مہ کو لکھے ہیں بھاگو نگاہ میں
محشر میں کملی والے کی رحمت نے یہ کہا
رکھا ہی کیا ہے جا تری فردِ سیاہ میں

ے طرحی مصرعہ

جب سے نگاہ منقّیٰ کی ٹن ٹن سے مل گئی
تب سے وہ آگیا ہے پولس کی نگاہ میں

نرس بولی

اُن کے پیچھے ہم لپکتے ہی رہے :: اور وہ ہم سے بدکتے ہی رہے
اِک مگر دو مچھلیوں کو کھا گیا :: اب رہے مینڈک، پھدکتے ہی رہے
خُم کے خُم رندوں نے خالی کر دیئے :: جو تھے بدقسمت جھجکتے ہی رہے!
نام دنیا میں مرا بڑھتا رہا :: بچّے گھر بھوکے بلکتے ہی رہے
کوفت سے دِل ہوگیا قیمہ مرا :: کوفتے بیگم کے پکتے ہی رہے
ڈنڈے کھانے سے نہ وہ بالکل تھکیں :: مارنے والے تو تھکتے ہی رہے
ڈال کے آموں کا رس اور دودھ پی :: نرس بولی ہم چمکتے ہی رہے
سو کھا گنّا غیر کا جو سا مگر :: میرے رس گلّے اٹکتے ہی رہے
جتنے آئے بھاڑے کی دنیا میں وہ :: ایک اک کرکے کھسکتے ہی رہے
جتنی ٹن ٹن پھولتی پھلتی گئی :: تم منقّیٰ کیوں نچکتے ہی رہے
غیر تھے آنکھوں میں سُرمے کی طرح :: ہم تو پتھر تھے کھٹکتے ہی رہے

اے منقّیٰ امیر[1] کے اشکوں کی طرح
اُن کے ساغر بھی چھلکتے ہی رہے

اُمیدوار

جتنے بیروزگار ملتے ہیں :: میرے اُمیدوار ملتے ہیں
جب کبھی بھی ملے ہیں وہ ہم کو :: بس گدھے پر سوار ملتے ہیں
ہوں خرابات یا عبادت گھر :: آج دونوں چکار ملتے ہیں

---

[1] لبریز بھرے ہوئے کو چکار کہتے ہیں۔

گڑھ کے دیدیں بہشتی زیور بھی :. کیسے کیسے سُنار ملتے ہیں!
کال تھا تب کہا تھا غالب نے :. ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں
اِس نئے دور میں تو بن ڈھونڈے :. ہر جگہ بے شمار ملتے ہیں
اُن کا شجرہ جو کھول کر دیکھا :. دونوں جانب چمار ملتے ہیں
ریس میں فِلم میں یون یُل بہ بر :. ہر طرح کے شکار ملتے ہیں
توڑ کر دل کہا یہ دِل بر نے :. ایک کوڑی کے چار ملتے ہیں
بیوی چودہ کی ساٹھ کا شوہر :. یوں خزاں اور بہار ملتے ہیں
کیسے منزل مِلے کہ رہبر ہی :. شُتر بے مہار ملتے ہیں
ایسے ملتا ہے تُرک حبشی سے :. جیسے لیل و نہار ملتے ہیں
کون کہتا ہے لب نہیں ملتے :. کر کے دیکھو تو پیار ملتے ہیں
چھالیہ کا جو بیڑ تھا پہلے :. اب اُسی پر انار ملتے ہیں
آج کل عالموں کے ٹولے نہیں :. پندرہ آنے گنوار ملتے ہیں
سالیاں پھر بھی ملتی ہیں سیدھی :. سالے ہی نابکار ملتے ہیں
عشق جب سرد پڑ گیا میرا :. تب وہ مِثلِ بخار ملتے ہیں
پھول سی شکل والوں کو اکثر :. چھو کے دیکھا تو خار ملتے ہیں
بھول ہو جائے گر دُعا میں ذرا :. گائیے مانگو بجار ملتے ہیں!
کھیل کر دیکھ لی ہر اک بازی :. جیتنے پر بھی ہار کہتے ہیں!

یوں منقّیٰ ملا ہے ٹُن ٹُن سے
جیسے ڈھول اور ستار ملتے ہیں

فنافی الیڈی

بی اے کی برکت سے عبدالباقی اے بی ہو گئے
یعنی بابا تھے مگر ہم وزنِ بے بی ہو گئے

۱؎ طرحی مصرعہ

خاک سمجھیں گے وہ بچّے ماں کے قدموں میں بہشت
جن کی ماں ممّی بنیں اور باپ ڈیڈی ہو گئے
ہند کیا دنیا سے کٹوادوں گا پرمٹ غیر کا
اپنے سب جو نے پُرانے یار جے پی[*] ہو گئے
اُن کے حُسنِ ظن پہ حاوی ہے ہمارا عشقِ زن
ہم فنا فی اللیڈی ہو کر خود ہی لیڈی ہو گئے
نورِ چشم و راحت جاں ہے عدو ان کے لئے
ہم جوانی روئے ہیضے کھائے غیبی ہو گئے
دل جگر بھی رام ہو کر فتنہ گر سے جا ملے
میری لنکا کیوں نہ جلتی گھر کے بھیدی ہو گئے
ہم قطب مینار کے مانند ٹیڑھے ہی رہے
غیر اُن کی بزم میں سیدھی جلیبی ہو گئے
انقلاب ادنیٰ نئی تہذیب کا یہ دیکھئے
بیٹیاں بیٹے بنیں اور بیٹے بیٹی ہو گئے
اک کیلا بھی کریلا ہو گیا اُن کے لئے
غیر کے بیگن بھی رس گلّے جلیبی ہو گئے
باغباں کی باغ پر جب سے ہوئی چشمِ کرم
تھے یزیدی مستند اور ڈٹ کے زیدی ہو گئے
جو چمن تھے کشمشوں کے اور منقّیٰ کے وہ اب
خارزارِ ظلم اور نفرت کی کھیتی ہو گئے

---

[*] جے پی ۔ مجسٹریٹ J.P جو نا پُرانا ۔

چشمِ آہو

مندرجہ ذیل ہزل فسلم ویار مدینہ میں پڑھوں گا طرحی مشاعرہ میں جسیں نواب یامین مرزا کا اکٹ یان رول بھی کررہا ہوں۔ ڈائرکٹر اے شمشیر پروڈیوسر سیّد محمود۔

یہ کب کیا میرے دل کے چمن کو بن کی طرح
نظر ہے آپ کی خفیہ پولس کے فن کی طرح

رہوں ہیں اپنے وطن میں بھی بے وطن کی طرح
وہ ہر وطن میں رہیں والیٔ دکن کی طرح

جو منھ رقیب کا ہے اونٹ کے دہن کی طرح
پلا ہے جانوروں میں یہ ٹارزن کی طرح

نہ کیوں چلیں سجی ڈٹ کے پھر سجن کی طرح
جب آج لڑکے ہی چلتے ہیں لڑکین کی طرح

ہزار جلتا ہے جل کو کڑا یہ سورج ہر
کہاں ہے اس میں جلن غیر کی جلن کی طرح

الٰہی فکر ہے گذرے گا کیسا مرنا مرا!
گذر رہا ہے یہ جیون ہی جب مرن کی طرح

جو چشمِ آہو صفت سے وہ دیکھ لیں اک بار
تو لنگڑے چوکڑی بھرنے لگیں ہرن کی طرح

اگر وہ ہنس دیں تو بہنے گا یُ دور ہو بخدا
یہاں بھی سستے بلیں موتی پھر عدن کی طرح

کہیں کا ہو گا فری پورٹ ہم خود ہی ہیں فری
فری بھی کیسے ہیں سیٹھوں کے پولسن کی طرح

ہے لالہ رُخ پہ دوپٹہ سفید کیا کہنا
وہ میرے خون کے مانند یہ کفن کی طرح

یہ توند شیخ کی پھر اس پہ یہ گھٹا ہوا سر
ہے قوم کے لئے بس قبر کی گھٹن کی طرح
وہ فاقے یادِ الٰہی میں پیر جی نے کیے
سُکڑ کے رہ گئے ٹن ٹن سی گُل بدن کی طرح
چری ہیں آنکھیں گلا پھٹ گیا سمٹ گئے خود
یہ چرسی پڑھتے ہیں میلاد بھی بھجن کی طرح
رقیب نیک چلن نیک خو ہے نیک روش
فقط یہ چال ہی چلتا ہے بدچلن کی طرح
ہمارے ملک میں کیا چیز ہے جو سستی نہیں
ہم اک کلو تو سمجھتے ہیں ایک ٹن کی طرح
جلوں میں جیسے اگر بتی اور اُف نہ کروں!
عدو ہوں اکبری محفل میں نو رتن کی طرح
جو لاٹری ملی کل آج ریس میں وہ گئی
میں بیوہ ہو گیا اک رات کی دولہن کی طرح
ب اُن کو بھوک لگے کب وہ مجھ پہ ٹوٹ پڑیں
میں رکھا رہتا ہوں اس بزم میں ٹفن کی طرح
ن اک مری ہی نظر اُن پہ کچھ خراب سی تھی
رقیب تو انہیں سمجھا کئے بہن کی طرح
ٹن کا بھاؤ بھلا وہ غریب جانیں گے کیا
جو چٹنی کھلتے ہوں نیتاؤں کے مٹن کی طرح
تی سنتے ہیں کھمبات کا بھکاری ہے
اکڑ کے چلتا ہے پھر بھی شہ یمن کی طرح
منقّیٰ اور بھی پچکے یہ بد دعا تو نہ دو
جو اور پچکا تو رہ جائے گا بٹن کی طرح

مسجد

ہر اک خیال کہ مسجد میں لوگ جاتے ہیں — نیت ہو جیسی مُرادیں بھی ویسی پاتے ہیں
مُسافر آتے ہیں اور تھک کے بیٹھ جاتے ہیں — نئی چٹائی پہ چٹنی سے روٹی کھاتے ہیں
وہ اپنی گھڑیا میں پورا گھڑا اوندھاتے ہیں — نصیب سوئے ہیں جن کے وہ سو بھی جاتے ہیں

اَذان سُن کے خفا ہو کے بھاگیں مُلّا سے
کہ جیسے کعبہ کے بُت بھاگے قل ھُو اللہ سے

کچھ ایسے ہیں جو چندے کی کچھ اہمیت بتاتے ہیں — یتیم خانوں کے دُکھ فلمی دُھن میں گاتے ہیں
وہ بال ڈاڑھی پہ انگریزی یوں رکھاتے ہیں — عرب میں جیسے کہ یورپ کو ضم کراتے ہیں
عرب زبان پہ انگلینڈ سر پہ لاتے ہیں — جو پیسے لے کے بھی احسان سا جتاتے ہیں

خدا کے گھر سے غرض جو بھی کچھ کماتے ہیں
شکیلہ بانو کی قوّالی میں لُٹاتے ہیں

وہ سب کے آگے گھسا سب کے بعد جو آیا — جو آگے تھے اُنہیں سرکایا بلکہ ٹھکرایا
جو تھے نماز میں بالکل نہ اُن سے کترایا — خُدا کے گھر میں بھی شیطان سامنے آیا
وضو کے ہاتھ جو جھٹکے تو سب کو چونکایا — سَروں پہ جوتوں کا کرتا ہوا چلا سایا

وہ جوتے سامنے رکھے جو بس دلدّر تھے
کیا جو سجدہ تو اس کے اسی کے سر پہ تھے

وضو میں ذِکر ہے لاہور اور دہلی کا — وہیں پہ عطر ہے سُرمہ بھی ہے بریلی کا
وہیں پہ بھاؤ نکلتا ہے گُڑ کی ڈھیلی کا — وہیں پہ قصہ نکلتا ہے بلٹی[۵۱] ڈبلی کا
جو راجہ بھوج کی ہے تذکرہ حویلی کا — تو خوب تیل بھی بکتا ہے گنگو تیلی کا

امام ہو جو رُکوع میں تو دُلکی[۵۲] چلتے ہیں
جہاں کھڑا ہوا قدموں کے دم نکلتے ہیں

جو تھی وضو کی دُعا وہ تو یوں تمام ہوئی — ہر ایک کے لئے اُس کی نیت امام ہوئی

---

۵۱ بلٹی ڈبلی۔ بمبئی میں ایک قسم کا جوا یا سٹا
۵۲ گھوڑوں کی دو چالیں مشہور ہیں دلکی اور قدم

کسی کی دھندے کے چکّر میں پھنس کے جام ہوئی   کسی کی مینا سے جا کر دُعا سلام ہوئی
کسی کی ٹیکس آفیسر سے ہمکلام ہوئی   کسی نے سوچا شکر کتنے کی گرام ہوئی
سلام سب نے کیا پر کسے جواب ملا
خدا ہی جانے کہ کتنا کسے حساب ملا

اِسی ادا پہ وہ ناحق کریں گے حق سے دُعا   دکھا کے خواب میں نمبر کبھی نصیب جگا
تو اپنے فضل سے گھوڑا میرا جتا دے خدا   ہر اک رئیس کی لڑکی کو بخش عشق مرا
چرس افیم کے دھندے میں برکتیں ہوں عطا   پولس کی نظروں میں آئے نہ کوئی فعل مرا
کہے ہر ایک پری گر کے قدموں پر میرے
کہاں میں جاؤں قدم چھوڑ کے صنم تیرے

چڑھا کے ناک یہ کچھ بگلا بھگتوں نے بھی کہا   نیاز عرس سے قوّالی فاتحہ سے بچا
مزار جتنے بھی پکّے بنے ہیں اُن کو مٹا   مگر جو بدعتی لوگوں نے اُن میں وقف کیا
ہمارے قبضے میں دیدے تو عرس بھی ہو روا   پھر اپنے ہاتھ سے ہر رسم ہم کریں گے ادا
جو ہندو وقف پہ قبضہ بھی ہندو نام سے ہو
تو رام پوجا بھی اپنے ہی انتظام سے ہو

مفتی بولے ہو قبض ایسا فلم سازوں کو   بجز مرے نہ اجابت ہو دھوکے بازوں کو
مرے ہی قبضے میں کر ان کے سب جہازوں کو   میں بن کے غزنوی پھر دیکھوں ان ایازوں کو
بھی بدل دوں نیازوں سے اُنکے نازوں کو   ہلا دوں سوز کے گیتوں سے انکے سازوں کو
یہ چھینتے پھریں سب جان پر بن آئی ہے
دہائی قبض کشا بس تری دہائی ہے

حجامت

رجی نے بڑے بیٹے کو خلافت دیدی   یعنی اُسکو بھی حجامت کی اجازت دیدی
ں شہنشاہ نے دُنیا کے سزا دینے کو   ساری دُنیا کے کمینوں کو حکومت دیدی
نے جس جس کو بھی جو کچھ دیا برحق ہی دیا   عجز بخشا مجھے بیوی کو رعونت دیدی

آج تک چوٹ پہ چوٹ اسلئے کھا جاتا ہوں
اُس نے بچپن ہی سے آنکھوں میں مروت دیدی
حق نے جس شخص کو سچوں کی حمایت دیدی
اُسے بھارت کی عدالت میں وکالت دیدی
بے شبہ یار نے کونین کی دولت دیدی
اپنے کمرے میں جو رہنے کی اجازت دیدی
ہم نے مانا تجھے مولا نے تجارت دیدی
یہ بھی ہم سمجھے کہ بھارت کی وزارت دیدی

ہمیں بھی خواب میں کل اُسنے بشارت دیدی
جا منقیؔ تجھے ہجڑوں کی صدارت دیدی

کوسنے اور گالیاں

سرحدوں پر توپ اور بندوق کی ہیں نالیاں
کیوں نہ پھر دل کھول کر دوں کوسنے اور گالیاں
فاقوں سے جنتا بلک اُٹھی ہے پورے دیس کی
اور لیڈر من رہے ہیں ٹھاٹ سے قوالیاں
سُرخ ہے انسانیت کے خون سے ارضِ وطن
پھر بھی بیگم مانگتی ہیں سُرخی پوڈر لالیاں
چشمِ بد دور آئے ہیں اسٹیج پر ہائی کمان
پیچھے باجہ بج رہا ہے آگے آگے تالیاں
کیا خرامِ ناز ہے میکر وزیر جنگ کا
غنچہ و گل مست شرمندہ چمن کی ڈالیاں
بے سُرا شاعر کوئی آتا ہے جب اسٹیج پر
تال میں لاتے ہیں پھر اس کو بجا کر تالیاں
واعظوں کا حال بزمِ یار میں مت پوچھئے
مُنھ پہ تالے پڑ کے جیسے کھو گئی ہوں تالیاں
عورتوں کی جب سے بھارت میں حکومت ہو گئی
مردوں کے قابو سے نکلی جاتی ہیں گھر والیاں
گھر میں اوّل تو پکانے کو کچھ آتا ہی نہیں،
اور جو آتا ہے تو ہنستی ہیں پکانے والیاں
چوہے کھانے کی اجازت دیدی ہے سرکار نے
نخرے کرنے بھی لگی تھیں ہم سے مچھلی والیاں
پوری سترہ لڑکیاں ہیں گود میں ٹن ٹن کے کیوں
کیا اسی نالہ سے نکلی ہیں یہ ساری نالیاں

تو منقیؔ پردہ کر لے اسی میں خیر ہے
آگئیں میدان میں جب ڈٹ کے پردہ والیاں

نمکین منقیؔ

اُن کے قبضے میں ہمارا یوں دلِ غمگین ہے
چونچ میں چڑیا کی جیسے پنجۂ شاہین ہے

پھر بھی ہم الو کے تو سایہ میں رہ سکتے نہیں — گو ہُما کا سایہ دنیا ہی سے ایک دو تین ہے
اک تھی خوشبوئے سخن اور اک ہے، بدبوئے دہن — وہ کلام اکبر کا تھا یہ پیچشِ چرکین ہے
مولوی مفتی ہو یا قاضی ہو یا پیرِ مُغاں — جِس کے جگر سے بھی جو نکلا وہی بے دین ہے
اب کسی بھی دھرم والے سے یہ پوچھو دھرم سے — چل رہا ہے جیسے تو کیا تیرا اصلی دین ہے
کون سہہ سکتا ہے اک حملہ نگاہِ ناز کا — روس ہے جاپان ہے امریکہ ہے یا چین ہے
اُنکے سر پاؤں تک خطرے ہی خطرے دیکھئے — جو مقدمہ بھی ہے وہ اپنی جگہ سنگین ہے
اِس طرف تو ہو گیا حکمِ سزا اور اُس طرف — میرے بیرسٹر کے منہ میں چھ کیلو کوکین ہے
میں نیابت کے نہیں قابل رہا اعلان کر — ورنہ اس صورت میں تو شاہا تری توہین ہے
بھونکنے میں میرا ناصح جیسے بھنگی کی شراب — میں جو آؤں بولنے پر پھر تو وہ کوکین ہے
تیرا بھوکا مرنا تیرے بچوں کے کام آئے گا — آج ہر لیڈر کی جنتا کو یہی تلقین ہے
غیر کو جب میں نے کوسا پڑھ گیا بس چوکھٹا — میرے مرنے کی دعا پر زور سے آمین ہے
میری توبہ کی بھی بسم اللہ ہوئی کب دوستو — منہ پہ جب چارہ گروں کے سوڑیا مین ہے
دیکھکر اُس نے کہا منشی منقیٰ پر نمک — یہ منقیٰ ہے جو میٹھا ہو کے بھی نمکین ہے

گھر منقیٰ کے کبھی تنہا نہ جانا شیخ جی
دیکھنے ہی میں فقط وہ گربۂ مسکین ہے

بھاگ جا

کام ہو آسان یا دشوار کر — بھاگ جا ٹن ٹن کا بٹوا مار کر
پیار گر کرتا نہیں تکرار کر — تھو بڑے سے بات تو اک بار کر
کیوں چلا قاتل ادھوری مار کر — آ کر تیغِ جفا یا پار کر
عید پر آتے ہی کہکر چل دیئے — ہے محرّم بھی تو اک تہوار کر
مُرغی سے انکار گو میں نے کیا — مُرغی والے پھر بھی کچھ اصرار کر
کیوں نہ میں چیکے سے کرتا پار اُسے — جب قلم پر خود لکھا تھا پار کر
عُمر بھر میں یار کا یہ خط ملا — جب تو مرجائے تو فوراً تار کر

ذکر جس میں آم کا ہو مُسطر با! — بس اُسی ایک شعر کی تکرار کر
میرے بدلے غیر کو دفنا دیا — بھُول ایسی جانِ من ہر بار کر
بیوی حق بھی ہے یہی جس کام کو — روکوں میں اک بار تو سو بار کر
عزّتِ ناموس و عصمت دار کر — خود کو خود ہی قابلِ دربار کر
بین الاقوامی گدھوں کے آگے جھک — لکھ قصیدے اُن کے کاروبار کر
شیخ میں سردار تب سمجھوں تجھے — اپنے سر کو آبروئے دار کر
جب مرا ہی آشیاں دوزخ بنا — یا خدا پورا آمین فی النّار کر
آمدہی آمد ہے لاگت کچھ نہیں — ٹھاٹھ سے پیری کا کاروبار کر
مار غصّہ کو بہادر ہے جو تو! — کیا ہوا رستم کو آیا مار کر
عشق بازی اور منتقی وہ بھی اب — ہے خدا کی تجھ پہ گر پھٹکار کر
اس سے پہلے تجھ پہ وہ حملہ کرے — خود ہی ٹن ٹن پر منتقی وار کر

اِس میں شرطیں کیا ہے اس سے کیا غرض
بیویاں گن کر منتقی چار کر!

آبائی جوہر

شجاعت کا سکہ جمانا پڑیگا — اب آبائی جوہر دکھانا پڑیگا
گیا جو وقار اسکو لانا پڑیگا — کہ جورو پہ ڈنڈا اُٹھانا پڑیگا

جو وعدہ کیا ہے نبھانا پڑے گا ٭ جو وعدہ کیا ہے نبھانا پڑے گا

سویرے سویرے ہی مسجد میں جانا — کبھی بھی نہ اُٹھے سر ایسا سجدہ کانا
مگر لوٹتے میں یہ مست بھول جانا — اک اچھا سا جوتا چرانا پڑیگا

شرافت کا پانی دکھانا پڑے گا ٭ جو وعدہ کیا ہے نبھانا پڑے گا

ہوئے گھر پہ نازل جو شیخِ مکرّم — مرے فاقے کرنے لگے خیر مقدم
مگر بولے وہ سُن بے کنجوس اعظم — ترے گھر میں شبرات ہو یا محرّم

ہمیں پھر بھی حلوا کھلانا پڑے گا ٭ جو وعدہ کیا ہے نبھانا پڑے گا

نچاتے ہیں اب یوں پڑھانے سے پہلے — کہ زخمی کریں زخم کھانے سے پہلے
لڑائیں نظر جاں لڑانے سے پہلے — کہ میداں میں تو ہیں چلانے سے پہلے
ہمیں پہلے کو اہا چلانا پڑے گا ؎ جو وعدہ کیا وہ نبھانا پڑے گا

کوئی بھانڈ کوئی گویا نہ لائیں — جو چاہیں کہ بزمِ سخن کچھ اٹھائیں
تو منشی منقی کو مسکہ لگائیں — جو مسکہ لگانے سے بھی وہ نہ آئیں
تو پھر اُن کو ڈار لگانا پڑے گا
جو وعدہ کیا وہ نبھانا پڑے گا

مرشدِ کامل

[گ]یا اک روز میں اک مرشدِ کامل کی محفل میں — یہی تھا مجھ میں اُن میں فرق جیسے گل میں اور گِل میں
[ہ]ر اک نیت کے انساں شیخ کی محفل میں آتے تھے — وہ جیسی جھولی لاتے تھے مرادیں ویسی پاتے تھے
[ک]سی کی بیوی روٹھی تھی اسے منوانے آیا تھا — کسی کی پھوٹی قسمت تھی اُسے بنوانے آیا تھا
[ک]وئی گھوڑے کے چکر میں کوئی گھوڑی کے چکر میں — کوئی سنگل کے چکر میں کوئی جوڑی کے چکر میں
کوئی مردانے آئی پیر جی سے اپنے شوہر کو — کہ آزادی سے بلدی پا سکے مقصد کے گوہر کو
کہیں غربت کا شکوہ اور کہیں پیسے کی بیماری — کہیں اولاد کی خواہش کہیں بچوں سے بیزاری

اُدھر اک آدمی جو آدمی پہ چڑھ کے آیا تھا — یقیناً قحط کی وہ پوری خبریں پڑھ کے آیا ہے
[و]ہ کہئے موت کا مدت سے اُس کے سر پہ سایہ تھا — کسی مُردے نے ایسا جسم ابتک تو نہ پایا تھا
[ک]ہا پچھ سال کا تھا جب سے میں ٹن ٹن پہ عاشق ہوں — وہ لیلیٰ ہے وہ عذرا ہے میں مجنوں ہوں میں وامق ہوں
[ک]وئی تعویز ایسا دو جو خادم قبضہ پا جائے — نہ آئے گر وہ قبضہ میں تو پھر بیلن ہی آ جائے

[و]ہیں سو بوڑھوں کی بوڑھی جو اک بچہ کو بھی لائی — تعجب ہے، قیامت اُس سے پہلے کیوں نہیں آئی
[ج]و پوچھا پیر جی نے یہ نواسے ہیں کہ پوتے ہیں — کنواری کی طرح بل کھا کے بولی شوہر ہوتے ہیں
[ک]سی لڑکے سے گر میں بات کرتی ہوں یہ جلتے ہیں — اسی باعث تو میرے ساتھ ہی گھر سے نکلتے ہیں
[ت]و مجھ سے عشق ان کو اُسے گھٹنے نہیں دیتے — ذرا نظروں سے ہٹتی ہوں تو یہ ہٹنے نہیں دیتے

جو نانا جان کے گھر جاؤں نیچھے پیچھے آتے ہیں
گھڑی بھر کو الگ ہو جاؤں تو آنسو بہاتے ہیں

مرے حسن و جوانی کو مجھے آرام دینے دیں
کوئی تعویز ایسا دو ذرا تو چین لینے دیں

محلے بھر کے لڑکے مجھ پہ مرتے ہیں تو مرنے دیں
یہ کیوں مغموم ہوتے ہیں انھیں منہ کالا کرنے دیں

کہا لڑکے نے اب کچھ میری سنئے میری باری ہے
میں سولہ سال کا بوڑھا یہ اسّی کی کنواری ہے

یہ فلمی گانے گاتی ہے تو گیدڑ یاد آتے ہیں
لبوں کے ہلتے ہی تو اونٹ سارے جھینپ جاتے ہیں

جو اُلّو دیکھ لیں تو دور سے پرواز کرتے ہیں
اور اس کے منھ کی بدبو پر گٹر بھی ناز کرتے ہیں

یہ ہر لڑکے کو لالچ نوکری کا دیکے لاتی ہے
پھر اپنی ذات یہ بدذات فوراً ہی دکھاتی ہے

بس اک میں آخری نوکر بچا تھا پورے گاؤں میں
بچاؤں میں بھی اب جکڑا گیا ہوں اس کی باہوں میں

میں اس کے پہلو میں اک لمحہ اے سرکار گر بیٹھوں
تو سو درجہ یہ بہتر ہے کہ نوکِ خار پر بیٹھوں

الگ ہم تم سے اک مخلوق بھی فریاد لائی تھی
جسے ابتک نہ میں سمجھا وہ آیا تھا کہ آئی تھی

وہ مٹکی تھد کی اُچھلی اور بجا کر تالیاں بولی
جٹھانی نے یہاں بھیجا کہ جا بھر جائے گی جھولی

میں ہر درگاہ پر پھیلا کے دامن خوب ہی روئی
مجھے پورا مہینہ ہو رہا ہے میں نہیں سوئی

مرے پیچھے پڑا ہے اک موا کھوسٹ نجر بٹو
جو پیدا ہوتے ہی مائی مِلا مجھ پر ہوا لٹو

وہ دیکھے خواب محلوں کے نہ جس نے جھونپڑا دیکھا
کوئی پوچھے کہ ملکٹ آئینے میں تھوبڑا دیکھا

حقیقت ہے شرم آتی ہے پھر بھی عرض کرتی ہوں
منقی مجھ پہ مرتا ہے میں راجندر پہ مرتی ہوں

کہا اک شخص نے آکر میں تھانے دار تھا صاحب
حراست میں مری ایک ڈاکو ناہنجار تھا صاحب

سلاخیں توڑ کر وہ بھاگا، میں پکڑا گیا بابا
غرض چودہ برس کی کاٹ کر خدمت میں اب آیا

اسی کے واسطے پستول ہے یہ ہاتھ میں ہر دم
جو اس کو مار کر پھانسی بھی چڑھ جاؤں نہیں کچھ غم

مری تقدیر اچھی تھی جو مجھ کو پا گئے قبلہ
نہ جانے کیوں یہ سُن کر ایکدم گھبرا گئے قبلہ

وہ پانی لیکے لپکے لوٹے میں سوئے غسل خانہ
غسل خانہ تھا وہ یا ہوگا پھر کوئی نکل خانہ

پُرِس ولدے کی باتوں سے اُڑے یوں عقل کے طوطے
جو لوٹا لے کے بھاگے شیخ ابتک تو نہیں لوٹے

آم کا شجرہ

غالب سے کسی نے جب پوچھا آم اچھا کون سا ہوتا ہے
جھٹ بولے جو میٹھا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے
کہا منشی مُنتیؔ نے سُن کر بھئی کیا کہنا سُبحان اللہ
اس سادگی اور برجستگی سے منزل کا اشارہ ہوتا ہے
لیکن کم فہم جو ہم سے ہیں یہ معنی بھی لے سکتے ہیں وہ
حضرت کے بیاں سے آم کی پوری قوم پہ حملہ ہوتا ہے
سرکار نے دو شرطیں فرمائیں میٹھے اور زیادہ کی فقط
کم زیادہ تو قسمت ہے مگر کیا آم بھی کھٹّا ہوتا ہے
نسائیت ہی سے ہے انساں ورنہ وہ ہے توہینِ انساں
جو میٹھا نہیں وہ آم نہیں آموں کا جنازہ ہوتا ہے
پھر آم کے جو دیوانے ہیں کیوں آم کی ذاتیں چھانٹیں گے
کہیں قلمی دسہری ہاپس فجری لنگڑا اچھّا ہوتا ہے
چھی بوڑا چھلکا رومالی کا ملغوبہ مجھے مرغوب نہیں
بھینسے کا گوشت ہے طوطہ پری جیڑ لیکا چھلکا ہوتا ہے
اور کاٹھے کا تو نام ہی ہونا چاہئے لیموں یا اِملی
شادی کی مٹھائی کھٹائی میں پڑ جائے ایسا ہوتا ہے
بعض آم تو چھ سو باون ہبیوں کے بالوں کو بھی شرمائے
رس غائب گٹھلی چھپر کھٹ کی رسی کا پلندا ہوتا ہے
اور بعض کا سائز دیکھے تو تربوز بھی پانی پانی ہو!
رس چوس گئیں ہونگی ٹن ٹن باقی تو یہ گٹھلا ہوتا ہے
طوطہ پری نیلم کے تصور ہی سے متلا جاتا ہے دل
ان میں اک ڈراؤنا کیڑا پھر وہ بھی زندہ ہوتا ہے

دراصل جہاں کے آموں کے میٹھے پن میں ہے فرق یہی
ایک یہ چاہے شہد کا تو ایک مصری کا بھیا ہوتا ہے
کشمیری سیب کا دادا ہے، کوئی پر دادا ہے خرمے کا
کوئی انجیروں اور شہتوتوں کا مورث اعلیٰ ہوتا ہے
گلقند تو شرما جائے گا، گلفام بھی کترا جائیگا
مطلب یہ ہے سیرت اور صورت میں جام مسیحا ہوتا ہے
ہو ثمر بہشت کہ چوسا ہو یا مالدہ ہو یا بادامی
رہیں سامنے بس پھر بن کھائے جینا بھی گوارا ہوتا ہے
کیا آم پھلوں کا بادشاہ ہے اماں سے پوچھا تو یہ کہا
بادشاہ تو انگور ہے پاگل آم شہنشا ہوتا ہے
ہر پھل ہر میوہ اس کے آگے کیوں نہ جھکے استاد ہے یہ
اور اپنا منقّہ ان سب شاگردوں میں خلیفا ہوتا ہے
ہے بعض میں ایسی شیرینی کہ اکبر کے شعر کا دھوکا ہو
بد ذوق کے منہ لگتے یہ بھی گلزار ایسحر ہوتا ہے
اور اک میں چاشنی پوشیدہ واللہ لب جاناں کی سی
زم زم کی حلاوت سی پیدا کوثر کا ساچشما ہوتا ہے
کوئی جیسے دودھ سنویاں مومن کی ہوں بوقت سحر
بعض میں ذائقہ افطاری کی کھجوروں جیسا ہوتا ہے
اک شربت وصل کی خوشخبری کی لذت رکھتا ہے ظالم
ایک تو جیسے ابا کا پیار اور اماں کا غصّا ہوتا ہے
ہیں رقص مگناں اور نغمہ سرا طوطے، چڑیا، بلبل، کوئل
کیا اور کسی دربار میں ان معشوقوں کا مجرا ہوتا ہے
دنیا کے گویئے آم کے باغ میں گاتے ہیں یوں جا جا کر
آواز میں رس بھر لاتے ہیں یہ باغ رسیلا ہوتا ہے

کوئی نیلم سرخا الماسی کوئی یاقوتی اور رجبانی،
رنگریز کی یہ رنگینی ہے ہر رنگ میں پیدا ہوتا ہے
میٹھے کی تو اِک سے اک بڑھ چڑھ کر قسموں کا ذکر ہی کیا
جو سب سے گیا گذرا بھی ہو وہ بھی تو منقیٰ ہوتا ہے
ہیں مکے مدینے کی تو کھجوریں ہر میٹھے سے بالا تر،
ورنہ یہ تو عالم دنیا کے ہر میٹھے کا ابّا ہوتا ہے
آدم کو آم سے اُلفت ہے دونوں میں الف اور مد والا
پھر میم محمّد کا صدقہ دنیا کو مہیّا ہوتا ہے
سالی نے کہا نا جائز کھانا نیاز کا ہوتا ہے لیکن
جب نیاز کے آم آتے ہیں تو ایمان ہی تازہ ہوتا ہے
جو کھائے نہ اِٹلی دوسا اسکو کہتے ہیں ہم پنڈت نہرو
جو آم نہیں کھاتا ہے وہ کورا انجلنگپا ہوتا ہے
ہم تو بس ہر شرط سے پودی لاٹھ کی لاٹھ کے گاہک ہیں
یہ ایک ہی پھل ہے جو مہنگا ہونے پہ بھی سستا ہوتا ہے
آئے اے حق سے تحفے ہیں ملے یا لڈن بھائی سے نذر ملے
یا مانگے سے دیدیں الیس ملک ہر رنگ میں پیارا ہوتا ہے
گو موسیٰ بھائی خلوصِ دل سے آپ مجھے بھجواتے ہیں
کچھ یہ بھی بات ہے ٹن ٹن کے حیا کا بھی خطرہ ہوتا ہے
حادثے یہ بھی گذرے مجھ پر آم تھا منھ میں ڈنڈا سر پر
لطف ہے آم کی چوری پر پٹنا بھی تو میٹھا ہوتا ہے
یہ نظم کہی جس شب والد نے خواب میں فرمایا بیٹا
تعریف جو کی تم نے اس سے تو یہ بہت اونچا ہوتا ہے
لیکن یہاں آکر میں نے جو دیکھا وہ سنا دو دنیا کو
دنیا کے آم سے میٹھا تو عقبیٰ کا کریلا ہوتا ہے

محمدؐ علی کلے

محمدؐ کا علیؑ کا نام لے کر جب کلے آیا
وہ شیر آیا وہ شیر آیا یہ مجمع پورا چلایا

زمیں کانپی فلک سہما گری بجلی سی دشمن پر
نہ یار اُس کا تن من پر نہ قابو دل کی دھڑکن پر

قدم تھا اُس کا مردانہ نظر اس کی امیرانہ
مگر ہر ہر ادا سے تھی عیاں شانِ فقیرانہ

سُنا ہے اُس کا چرچہ میں نے خود پرہیزگاروں میں
یہ اور ہے بلال حبشی کے ہے رشتے داروں میں

جمی تھی خاک اس موتی پہ قسمت کی روانی سے
ہوئی رحمت وہ مٹی دُھل گئی زم زم پانی سے

کلے کی مکوں کا قابو تھا یوں جیری کے کلّے پر
تھرکتے وے کی ہے جیسے انگلیوں کا قابو طبلے پر

کچھ ایسا کر رہی تھیں کام دستِ قہر کی ضربیں
کہ جیسے نفسِ امارہ پہ ذکرِ جہر کی ضربیں

جسے لڑنے سے پہلے کہتے تھے سب یہ بھی جیری ہے
اُسے غازی نے ثابت کر دیا یہ بھی کیری ہے

دیا دو ایک راؤنڈ میں تو موقعہ کچھ دکھانے کا
پر اُس نے تیسرے میں سر نکالا حبشی گانے کا

کہا پہلا کسی نے یہ نغمہ تیرے بس کا نہیں پیارے
اُدھر آبا نے اُس کے اردو میں بولا کہ ہم ہارے

جو بولا جیک کس کس رُخ سے زخمی ہو گیا آ کر
تو جیری کو پُری بولا پلیز ایکسیوزمی فادر

کبھی ہوتا نہ ہرگز میں تو اس کے پیرسے زخمی
مجھے اُس نے کیا ہے نعرۂ تکبیر سے زخمی

کوئی پیٹھا

لگا دے نام پر جو خود کے بٹّہ ہو نہیں سکتا
کسی اُلّو کا ایسا کوئی پیٹھا ہو نہیں سکتا

عدو کے ساتھ اُس کا بیٹا بھی کھانے پہ کیوں آئے
جہاں اُلّو ہو واں اُلّو کا پیٹھا ہو نہیں سکتا

کیا لیڈر نے زیبِ تن تو پھر تن زیب کیا شے ہے
بس اس کھدر سے بڑھ کر کوئی کپڑا ہو نہیں سکتا

سلہ احمد خان ہتھر کو ادبلاٹ چیمپئن طبلہ نواز لیسن میرے بعد انہی کا نمبر ہے۔

الٰہی کیسی شادی ہے یہ کیسا عہد و پیماں ہے
کہ جس کا چیر ترح کے اندر بھی چرچا ہو نہیں سکتا

میرا دلبر ہے ببیا مگر میں یوپی کا بھیا
مرا جھگڑا ہی ہوگا اُس سے لفڑا ہو نہیں سکتا

یہ واعظ اپنے ہی باوا کا آم اور دودھ پیتا ہی
کسی کے باپ کا پیٹ کر تو تگڑا ہو نہیں سکتا

مری چھت پر رہی پچھلی شب جو ہر دن کودتا ہے بس
یہ باگڑ بلا ہے معمولی بلا ہو نہیں سکتا

مرے کھونٹے کی بکری کی طرح ہے جب مری بیوی
میں اُس کی ماں کی قربانی کا بکرا ہو نہیں سکتا

جماعت ختم ہر مسجد میں ہے پھر یہ اذاں کیسی
فسادی مُلا ہو گا میرا مرغا ہو نہیں سکتا

پڑوسن کھیلتی رہتی ہیں جس سے گود میں لے کر
مکمل کتا ہے کتے کا پلا ہو نہیں سکتا

غموں سے قوم کے شیخ اتنا پھولے اب کسی بل میں
کفن کے واسطے تیار لٹھا ہو نہیں سکتا

یہ کتنا پیارا پیارا اہلکا پھلکا نام ہے لیکن
ادا منہ سے تو میرے نجلنگیا ہو نہیں سکتا

یہ اونچی شخصیت ہو ایسی ایسی فرق ہے کافی !
جو میرے دین کا ابا ہو لفنگا ہو نہیں سکتا

ل؎ یعنی معشوق کے لڑسوں کا بھی تو ارادہ ہی نہیں تو پھر کہاں سے ادا ہوگا۔ ؟

مری باتیں صدا کڑوی لگیں دنیا کو حالانکہ
منقیٰ ختم ہو سکتا ہے کڑوا ہو نہیں سکتا

منقیٰ کو جو دیکھا اُن کے منہ میں پانی آیا کیوں
قیامت تک منقیٰ جب کہ کھٹا ہو نہیں سکتا

آمین

رشیدا رلع کے گھر گویں نے مُرغے کافی کھائے ہیں
ادھر مستان مرزا کے بھی کچھ تیتر اُڑائے ہیں
جو پیالے فرنی یوسف کے واں ڈٹ کر دبائے ہیں
تو پھل باسو نے بھی باسی نہیں تازہ کھلائے ہیں

ہے کوئی ایسی نعمت جو مجھے تو نے نہیں بخشی
جہاں جس وقت جی چاہا اسیوقت اور وہیں بخشی
مگر قسمت کا میری رزق جو رزّاق باقی ہے
مرے گھر میرے دسترخوان پر دے بندہ راشی ہے

سفر کتنے ہوائی کر چکا اور کیا نہیں دیکھا
ملایا چین پیرس پورا افریقہ نہیں دیکھا ؟
عدن اور مصر کابل یا سری لنکا نہیں دیکھا
میں تیرا بندہ ہوں بس اس لئے رشیا نہیں دیکھا

مجھے بس اک سفر کا اور پروانہ عطا کر دے
مدینے مجھکو پہونچا کر فنا کر کے بقا کر دے

بجائے سیب آلو بو رہے ہیں
گلوں کا خون سے منہ دھو رہے ہیں
ہزاروں شمر پیدا ہو رہے ہیں
صدائیں آ رہی ہیں کربلا سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

آخ تھو

عدو کا منھ تو تم سا ہو بہو ہے
نہ جانے کیوں یہ چرچہ کو بہ کو ہے

ہمیشہ ساتھ غیروں ہی کے تو ہے
منقّیٰ کو تو سمجھے آخ تھو ہے

بہن بھائی بھتیجہ اور بہو ہے
سبھی ہیں جیب میں گر نقدہ ہے

کبھی ہوگا خدا پر اب تو اے زر
تو ہی تو تو ہی تو ہے تو ہی تو ہے

لگا ہے غیر اُن کے پیچھے ایسے!
کہ جیسے ان کے گھر کا پالتو ہے

عمل میں آج کل ہر بے عمل کے
وہی اِک آیۂ لاتقنطو ہے

سبق خیرات کا دیتا ہے واعظ
مگر خود ما رواڑی کا گرو ہے

جو اس کی بحر پوچھے صاف کہدو
جھولن جھل جھلن جاہلو ہے

تو مر ہو پاس دوزخ بھی ہے جنت
وگر نہ خلد بھی میدان ہو ہے

ترا دیدار اور بزم عدو میں
مئی کی دھوپ ہے گرمی ہے لو ہے

میں حافظ ہوں مگر مجھ سے نہ پوچھو
کہ یہ ہے لن تنا یا و علموا ہے

میں جب محشر میں پہونچا پٹ پٹا کر
تو سب سمجھے یہی اک سُرخرو ہے

نیت پر منحصر ہے شاعری تو
جو اچھی ہے تو شاباش ورنہ تھو ہے

کوئی لے لیگا اس کو تم ہی لے لو
مرا دل چار دن سے فالتو ہے

ابھی جاتے ہیں پھر آئیں گے چھوڑو
مری جاں یہ بھی کوئی گفتگو ہے

ابے او بے تجھے تجھ کو ترا تو
یہ اُن کی خاندانی گفتگو ہے

دعا اس قوم کی پوری ہو کیسے
نمازی تو ہے لیکن بے وضو ہے

وہ پیروں سے رگڑتے پھرتے ہیں یوں
کہ میرا دل نہیں باٹا کا شو ہے

رقیب اور یار میں یہ فرق ہے بس
کوئی فتنہ ہے کوئی فتنہ جو ہے

بہت اچھا ہے ہم سے وہ پرندہ
زباں پر جس کی بس حق سرہ ہے

گنہ گاروں کا لیڈر اے منقّیٰ
فقط تو اون لی تو صرف تو ہے

منقّیٰ جو ڈیر اور ڈارلنگ تھا
خدا کی شان اب وہ ڈیم یو ہے

نہلے پر دہلا

مجاہد کا میں گردہ رہ چکا ہوں ؛ کہ ہر نہلے پہ دہلہ رہ چکا ہوں ؛
تھا سچّے نام کے سائے میں جبتک اُسی دوران سچّا رہ چکا ہوں
نہ کیوں ہو اُنسیت بچّوں سے مجھکو کہ کچھ دن میں بھی بچّہ رہ چکا ہوں
میں تھا نادان پہلے اب ہوں دانا بُرا ہوں پر میں اچھا رہ چکا ہوں
برہنہ دہر میں آیا برہنہ میں سو پردوں کا پردہ رہ چکا ہوں
جہاں پر کھل گئی میری حقیقت معمّہ دو جہاں کا رہ چکا ہوں
کیا پامال بے دردی سے جس نے امیر اُس کارواں کا رہ چکا ہوں
چلا ہوں اُلٹا سیدھا اور ٹیڑھا میں اُس ظالم کا چرخا رہ چکا ہوں
مجھے شیخ و برہمن نے بجایا میں اُس کے گھر کا طبلہ رہ چکا ہوں
مرے منہ کیوں لگے گی گھر کی ہانڈی میں اک مسجد کا مُلّا رہ چکا ہوں
بنایا فوج کا جنرل مجھے یوں گویّوں کا میں قبلہ رہ چکا ہوں
اُٹھو اے عاشقو اور مجھ کو پی لو میں ان کے مُنہ کا حقّہ رہ چکا ہوں
چلایا ہے مجھے ہر دے جگی میں میں ایسے گھر کا چمچہ رہ چکا ہوں
سگلے ہی مرے سکھ ہو گیا جو میں اُس اُلّو کا حقّہ رہ چکا ہوں
جو آنکھیں پھر گئیں مجھ کو گرا کر ؛ میں اُن آنکھوں کا سرمہ ہو گیا ہوں
کبھی تھا دل پکڑ دل پھینک ہوں اب کہ فوّارہ ہوں دریا رہ چکا ہوں

بدل دی جنس آزادی نے میری
ہوں اب کشمش منقّیٰ رہ چکا ہوں

پیش خیمہ

داد دینا ضبطِ غم پر موجدِ بیداد کا ؛ یہ یقیناً پیش قیمہ ہے کسی اُفتاد کا
گر برائی اور نئی کا دیکھنا ہو دم کبھی ؛ گیت سُن کر دیکھ لو گیتا کا اور شمشاد کا
ایک ہو انگلش میں تو اور دوسرا اردو میں نا ؛ ترجمہ تو ایک ہے نوشاد اور ناشاد کا
شیخ کی مجلس کسی کو راس آئے کس طرح ؛ منہ پہ قرآں ہے مگر طرزِ بیاں شدّاد کا
جنتی ہو کر ہر بہشتی فعل سے انکار ہے ؛ اب بتاؤ کیا کریں اس ناخلف اولاد کا
لیڈرِ عشاق ہوں آ ایک تو نعرہ لگا ؛ چاہے زندہ باد کا ہو چاہے مُردہ باد کا
دشمن اور ہم دونوں آبادی میں رہتے ہیں مگر ؛ میں بُینا آباد کا ہوں اور وہ شرآباد کا
پانچ سو پچپن کے ڈبے میں نہ رکھو بیڑیاں ؛ شعر بھی ویسے ہی ہوں گر ہو کمالِ بہزاد کا[۱]
جیل میں جاتے ہی جیلر کا [illegible] جائیگا ؛ ہے چڑی ماروں کے ٹولے میں مکاں صیّاد کا
رام گڑھ کا ہو کے بھی ہوں رام [illegible] ؛ نامرادِ دو جہاں اور ہوں مُرادآباد کا
قومی سوداگر کے واں کتنا بڑا اسٹاک ہے ؛ شرک و بدعت، ارتداد و کفر اور الحاد کا
جو مراقِ لیڈری میں ہو گیا [illegible] ؛ نام تک لیتا نہیں اجمیر اور بغداد کا
پڑھ کے ہم انگلش قواعد [illegible] کے چاند [illegible] ؛ کیا کریں گے پڑھ کے حضرت قاعدہ بغداد کا
بات تو جب تھی کہ شیریں کو [illegible] لیتا [illegible] ؛ نہر لانا کوہ سے کچھ کام تھا فرہاد کا؟
آئے وہ اور عید مل کر چل دیئے [illegible] گھر ؛ تعزیت کا ہے یہ موقع یا مبارکباد کا
ہندی میں مطلب ہے لٹریچر کا بس گُھسیٹر ؛ اور یہاں کو چھیڑ ابُل کلام آزاد کا
اِک منقّی نسخہ کا وہ مرہم ہے نشاں رہتا نہیں ؛ پھُنسی کا خارش کا گرمی کھجلی کا اور داد کا

جُرم جب گننے لگیں تیرے منقّی حشر میں
پہلے بوتل پوچھنا افضال بے تعداد کا

---

[۱] کیونکہ بہزاد لکھنوی کلام اور ترنم دونوں [illegible] طرحی مصرعہ ۔

شعروں کی کشتی

ایک شاعر سے منتقی نے کہا بنگال کے — شعر تیرا لڑ گیا ہے شعر سے اقبال کے
بولا میرا شعر کیا پھر تیرے شعروں سے لڑے — یعنی اک شاہین اور اولاد مجھ سے اڑے
اور بتا شاعر ہی آپس میں نہیں لڑتے ہیں کیا — شعر بھی لڑنے لگے تجھ کو تعجب کیوں ہوا
اور سن اکبر ہوں یا اصغر ہوں یا جوش اور جگر — اپنی کوشش میں بھلا چھوڑی کسی نے کچھ کسر
سر پٹک کر رہ گئے احسان، دانش اور ظریف — قافیہ تھا تنگ ان کا اور رہے تابو ردیف
بوم بھی میرٹھ میں یوما بوم ہی کرتے رہے — مر گئے لاہور میں عاشق یہی حسرت لئے
بیقرار اس ہار پر سیماب اور بہزاد تھے — اور اسی ناکامی پر تو شاد بھی ناشاد تھے
پول مت کھلواؤ مجھ سے میر ہوں یا مصحفی، — ذوق، غالب، داغ، مومن، شیفتہ ہوں یا [illegible]
مرزا سودا میر درد اور اکبر آبادی نظیر — ہوں دیا شنکر نسیم انشا ہوں آتش یا دبیر
میر انیس اقبال حالی فانی سائل اور جلیل — بعد میں ان کے بھی کیا باقی ہے اب کوئی دلیل
اختیارات اپنے اپنے ختم کر کے رہ گئے — پھر بھی یہ حسرت نہ نکلی اپنے منہ سے کہہ گئے
بول ان بس ماں کا لال ایک بھی نکلا کوئی — شعر ٹکراتا کسی کے شعر سے ہمت یہ کی ؟
یہ تو پیارے اپنی اپنی طاقتِ پرواز ہے — دین پر اپنے خدا کی مجھ کو پورا ناز ہے
پھر مرا اک شعر بھی ایسا ہو تو منہ پر کہو ! — اک نہ اک استاد کے جو شعر سے لڑتا نہ ہو!
شکر یہ اسکا ادا کر جو نہ کوئی کر سکا — کام کھلم کھلا وہ منشی منقیٰ نے کیا
شوق کا دنیا میں سب کے کچھ نہ کچھ ہے سلسلہ — اک لڑاتا ہے پتنگ اس کا یہی ہے مشغلہ
مُرغے بکرے اک لڑاتا ہے تو اک تیتر بٹیر — کچھ لڑاتے ہیں مقدمہ خاص کر منشی زبیر
بعض تو ملا لڑانے کا بھی یاں شوقین ہے — جسکا ملا ہر گیا وہ سال بھر غمگین ہے
پالتا ہے اُسکو پھر اگلے محرم کے لئے — پھر بھی ہر جائے تو وہ عید الضحیٰ تک ہی جیے
سن چلے ہاں کچھ الیکشن بھی لڑاتے رہتے ہیں — ہیں نے تو دیکھا نہیں پر لوگ آکر کہتے ہیں

الغرض ڈٹ کر لڑاتا ہے جو جسکا ذوق ہے
کیوں نہ شعر اپنے لڑاؤں میں یہ میرا ذوق ہے

مُرغے کا ظہورا

مِراگم سُم رہنما شیخ ریاضِ دالِ مسُورا ہوتا ہے
لیکن ترا ہر دم چلاّنا مُرغے کا ظہورا ہوتا ہے

پورا تو ہمیشہ ہوتا ہے مت کہئے پورا ہوتا نہیں
کچھ زیر زبر کے فرق سے ٹھیک نیا کا پورا ہوتا ہے

جب جنتا کے ہر خرچ کا پورا ہوتا تھا راج کے صدقے
اب جنتہ کی خیرات اور صدقے میں راج کا پورا ہوتا ہے

سمجھا دیا رندوں نے ورنہ مدّت سے تھا میں اس چکّر میں
کیوں شیخ یہ آخر ساقی کا ہر وار ادھورا ہوتا ہے

وہ بولے شیخ ہے گنجہ لنگڑا لولہ کانا بہرہ ہکلا
خود وہ موا حیدّ اک بڈھے دار تو پورا ہوتا ہے

غیر کا درجہ بزمِ جاناں میں نہیں کچھ بھی اس کے سوا
امریکہ کے گندم میں جیسے رشیا کا دھتورا ہوتا ہے

نہیں امتیازِ حُور و غلمان اِس پاگل دُنیا کی جنت میں
جس کو بھی حُور سمجھتا ہوں وہی ظالم حُورا ہوتا ہے

دیوان مرا بیوی کے ہاتھ میں ایسے ہوتا ہے جیسے !
بندے علیخاں کا بندری کے ہاتھوں میں تمبورا ہوتا ہے

بندروں کی پوری بستی کو یاں ایک بندریا نچاتی ہے
بندر وال کے ہاتھ میں تو صرف ایک جمورا ہوتا ہے

اُسوقت سے دوست اور دشمن کو اللہ بچائے جب الساں
نوّاب غفور احمد صاحب سے صرف غفورا ہوتا ہے

کس فن میں ہیں کامل آخر منشی منقیّ سالی نے پوچھا
بیوی نے کہا ادبی اُن کا تو ہر کام ادھورا ہوتا ہے

قطعات و رباعیات

کبھی عزت کا ملتا ہے کبھی ذلت کا ملتا ہے   مگر مضبوط اور بڑھیا بڑی برکت کا ملتا ہے
تو کیوں بنواؤں موچی سے چماروں سے کرباٹا سے   جمعہ کے دن تو ہر مسجد میں ہر قیمت کا ملتا ہے

اگر مسجد میں تیرے اڑ گئے رہتا ہے کیوں بھیا   وہ کیا واپس ملیں گے اب تری ابھی آہ و زاری سے
مرے بھی لے گیا تھا کل تبرک جان کر کوئی   جبھی میں دوسرے کے پہن آیا ہوشیاری سے

نہ وہ مجھ پہ مائل نہ میں ان کا گھائل   بس اک فتنہ پرور ہے دونوں کے پیچھے
میں جادو رقم ہوں وہ چلتی رقم ہیں   رقم ہی کا چکر ہے دونوں کے پیچھے

دوستو منشی منتقی کا ہے سچا واقعہ   اک گدا ہوٹل کے آگے بولا بابا کچھ کھلا
دوسرا بولا ہے تو ان کو نہیں پہچانتا   یہ تو خود شاعر ہیں بیچارے انھیں چائے پلا

ہر اسی تقریب کے بعد اور بھی تقریب، گر   پھر تو محفل میں مسرت کی فراوانی بھی دیکھ
چاہتا ہے دل منتقی کا کہ اب، تو شادی کی   شان شادی دیکھ لی شان مسلمانی بھی دیکھ

تقدیر تو ہے تقدیر مگر تدبیر بھی لازم ہے پیارے   حرکت ہی میں برکت ہوتی ہے محنت ہی سے رزق بھی بڑھتا ہے
محنت ہی کا دونوں کھاتے ہیں ملا ہو کہ منشی منتقی ہو   اک روٹی پہ فاتحہ پڑھتا ہے اک روٹی پہ غزلیں پڑھتا ہے

اک مرغی فروش سے اک صاحب کہتے ہی جو یہ فقرہ بولے   میاں تم مرغی کے بچے بیچ بولو ٹھیک سے پیسے کیا لوگے
وہ ایک تو تھا لکھنؤ والا پھر منشی منتقی کا سالا   سب چوکڑی بیٹا بھول گئے جب اس نے کہا حضرت والا
سرکار کے دادا مرغی کے جو دیتے تھے ہم لیتے تھے   سرکار کے ابا مرغی کے جو دیتے تھے ہم لیتے تھے
سرکار بھی بیشک مرغی کے جو چاہیں وہ دے سکتے ہیں   یا اپنے باپ کا مال سمجھ کر ایسے ہی لے سکتے ہیں

د بچے کو گرائے خندق میں بچے کو کہاں کب بچائے
کچھ تیری قدرت تیری رحمت کا بھی تمہارا ہے؟ الا اللہ
پہلے منقیؔ سر پہ سوار انساں کے ستارہ تھا لیکن
آج ستارے کے سر پر انسان سوار ہے الا اللہ

جو کچھ بھی نہیں روٹی چٹنی ہی پر منقیؔ کھلاتا تو ہے بھانجوں کو
مگر چند ایسے ماموں بھی ہیں ایک ماموں کسی کو کبھی سوکھا لقمہ دیا ہے؟
سب پہلی دفعہ بھانجے خرچ کر کے گئے ان کا سامان بھی رکھ لیا سب
نہ پانی پلایا نہ روٹی کو پوچھا انھیں مٹی دیکھ کر ہی ٹرخا دیا ہے
بغیر سمجھے بھی بڑھتا چلا گیا میں اسے
منقیؔ بزم تصور بھی رات ایسی سجی
خیالِ زلفِ صنم ہے کلامِ اکبر بس
مری نماز قضا ہوتے ہوتے صبح بچی
سب کہتے تو ہیں یہ منشی منقیؔ بھی اک فلمی ستارہ ہے
پر ہم تو یہ بھی سمجھ نہ سکے کس منزل میں بیچارہ ہے
ناچار کے منہ میں چار مینار اور بس کی کیو میں ہے بے بس
دُم دار ستارہ ہو گا یہ گر مان بھی لیں کہ ستارہ ہے

اس دنیا کا دستور تھا اور اس دنیا کا طور رہے یہ
کیا کیجیے جو قسمت میں ہے وہ کس کے مٹائے مٹتا ہے
جب منشی منقیؔ تھا تو اگر استاد سے پٹتا رہتا تھا
اس دور میں خود استاد بنا تو گردشِ گردوں سے پٹتا ہے

بدلی کا یا چوٹی کا ہمالہ کی ہے کیا ذکر
دنیا تو گئی چاند پہ اور آگے کی ہے فکر
مریخ پہ اس ڈر سے بلیک آؤٹ ہوا ہے
وہ سمجھے کہ بھارت سے کوئی حملہ ہوا ہے
ہر ایک ستارے کو بنائیں گے نشانہ
جاسوس ہوئے بھیس میں راکٹ کے روانہ
کچھ فکر میں سورج کی بھی مدت سے لگے ہیں
پھر اس کے سوا اور ارادے بھی ہوئے ہیں
ہر منشی منقیؔ تو یہی گائے چلا جا
تو کون سی بدلی میں مرے چاند ہے آ جا
گو باسی ہوئی عمر مری پھر بھی مری جاں
تازے ہیں مرے زخمِ جگر ان میں سما جا

کبھی ڈھیلی کبھی تنگ اس کی رہی یوں اچکن
یہ چور بازار سے لاتا ہے ہر اک شے دشمن
برتن اور جھاڑو وہیں کے تو نمک اور گھی بھی
سیکنڈ ہینڈ اس نے منگائی تھی وہیں سے بیوی
کپڑے تو مانگنے میں بھی نہیں شرماتا ہے
اب رہا جوتا سو بن مانگے ہی مل جاتا ہے

اور تو اور جمعہ تک بھی وہ مرقعہ پاکر   چور بازار کی مسجد میں پڑھے گا جاکر

جب میں بیماری سے اٹھا گھور کر ماں نے کہا   میرا بچہ اک روپے میں چودہ آنے رہ گیا
بیوی بولیں تم رہی بیماری سارا کھو گئی   اماں ان کی تو روپے میں پاؤلی[1] کم ہو گئی

عورتوں کو دیکھنے میں حرج کیا ہے پر میاں   ہر نوا می دیکھتا رہتا ہے اک نا نی بھی دیکھ
ہر گھڑی اپنی ہی من مانی نظر آئی تجھے   ایک پل تو اے منفیؔ حق کی من مانی بھی دیکھ

سمجھتی رہتی ہے پبلک حقیقت کیا ہے حالانکہ   شرافت سے کوئی لکھتا ہے اور کوئی کدورت سے
حکومت سے تو سب اخبار والے ڈرتے ہیں لیکن   کوئی اصلی حکومت سے کوئی نقلی حکومت سے

ہندو مسلم سکھ یہودی پارسی   سارے ہی اپنے ہیں کس کو چھوڑ دوں
دل کسی کا توڑ دوں ممکن نہیں   چینی گڑیا تو نہیں جو توڑ دوں۔

کہاں کا مال ہے اور کس گودام میں ہے بھلا   منفیؔ بات نہیں پڑتی اپنے پلے میں
نمازی۔ حاجی۔ مخیر۔ شریف۔ خوش اخلاق   خدا کے بندے[2] ہیں سب ناخدا محلے میں

اک ہیرا کوئلے کی کان میں سمجھئے یا   ہے سچا موتی کسی حبشی کے مصلے میں
منفیؔ نے کہی یوسف پٹیل پر یہ بات   ہے کتنا گورا مگر کولسہ محلے میں

وہ ان کی زلف کو سلجھائے گا غریب بھلا
جو اپنے گھر میں الجھ کر کبھی سلجھ نہ سکا
خدا کو سمجھے گا منشی منفیؔ اور سنو
جو اب تک اسکے کسی بندے کو سمجھ نہ سکا

---

[1] پاؤلی کم کچھ علاقوں میں خواجہ سری کو کہتے ہیں پونے آٹھ اور چھکا بھی کہتے ہیں
[2] بمبئی میں ناخدا محلہ ہے جہاں اتفاق سے شرفا ہی آباد ہیں۔

منقی نے کہا بچپن میں ماں اک بات سمجھا دو   مرے اس فکر میں اوسان گم جان و جگر شق ہیں
جسے دیکھو یہ کہتا ہے وہی حق ہے وہی حق ہے   اگر بس اک ہی حق ہے تو کیا ہم سب ہی ناحق ہیں
کہا ناحق فقط وہ ہیں جو پیشِ حق نہیں جھکتے   جو حق کے سامنے جھکتے ہیں بیٹا وہ تو برحق ہیں

جو بھوکی بڑھیا نے اک توند والے سے یہ کہا   کچھ اسکے نام پہ دے مجھکو اور دے گا خدا
بگڑ کے بولا تجھے کچھ بھی شرم آتی ہے ؟   جو غیر مرد سے تو پیسے لینے آئی ہے
وہ بولی میں نے تو اک مرد ہی سا سمجھا تھا   اگر تو مرد نہیں ہے معاف کر بیٹا

جن سنگھ کانگریس نہ جنتا کو ووٹ دو   امریکہ چین اور نہ رشیا کو ووٹ دو
سچے شریف نیک اگر حق پرست ہو   ان سب سے نوٹ لے کے منقی کو ووٹ دو

حیدرآبادیوں کے بارے میں   کچھ نہ پوچھو کہ کیسے کیسے ہیں
یا مجھی کو ملے ہیں چھنٹ چھنٹ کر   یا سمجھئے کہ سب ہی ایسے ہیں

بے وقوف و بدتمیز آوارہ ہم سب چور ہیں   قلم والے جو بھی کچھ ہیں لکھتے تو ہیں صاف صاف
ان سے ہی جنت کے ٹھیکے دار و کچھ سیکھو سبق   یعنی جو تم ہو وہی لکھواؤ گستاخی معاف
ورنہ دو دو ووٹ یہ القاب آپ کے اخبار میں   کر چکے ہیں آپ کی عظمت کا کافی انکشاف
ہم تو کیا ہیں آپکے رتبے کا تو شیطان نے   بھیج کر لاحول دل سے یہ کیا ہے اعتراف
میری شہرت کے تو پیچھے پڑ گئے میرے سپوت   اب میں پنشن لے کے مسجد میں کروں گا اعتکاف

غم فرقت تو اے نازک بدن تھا میری قسمت میں
خوشی تو اس کی ہے غم بھی ملا تو تیری فرقت میں
مجھے وہ کوہِ غم ملتا تو میرا حشر کیا ہوتا
اٹھانا پڑتا گر یہ غم کہیں ٹن ٹی کی الفت میں

مرا وہ بھی زمانہ تھا کہ جب میلے میں جاتا تھا
خدا شاہد ہے میلہ میرے پیچھے پیچھے آتا تھا
مگر وہ لمحے اک لمحے میں غائب ہو گئے پھر تو
میں جس میلے میں گھوما مجھ سے میلہ گھوم جاتا تھا
ادا حق دودھ کا دنیا میں کر سکتا نہیں کوئی
یہ جس کا قول ہے ایسا مجھے وہ ہے دیوانہ
ادا خود کر رہا ہوں اپنی ماں کے دودھ کا حق یوں
پلا دیتا ہوں میں دودھ ان کو دو آنے کا روزانہ

اک دن تو شکیلہ بانو چل میری بیوی کے سمجھانے کو
پوچھو اُس سے کیا منشی جی تھے دنیا میں الّو بنانے کو
ہے اس کے تو باورچی خانے میں بیس برس کا سٹنڈا
اور ساٹھ برس کی آیا رکھی میری چلم سلگانے کو
کرو اب سجدۂ شکرانہ بیگم
یہ گھر جنت بنا جو تھا جہنم
مجھے ہونے لگی ہے ماہواری
خدا کے فضل سے تو سو کی انکم

مجھے لٹکائے میری قوم گر پھانسی کے پھندے پر
ہے ناممکن میں جاؤں نوکری یا کام دھندے پر
میں عالم ہوں کوئی جاہل نہیں پھر کیوں کروں محنت
کہ میرے علم کی بنیاد ہی رکھی ہے چندے پر

مجھے بھی ہو گئی امید بیوی
مرا بھی پیٹ بڑھ آئے گا جلدی
میں مزدوروں کا لیڈر بن گیا ہوں
یہ لقمہ رنگ دکھلائے گا جلدی

وہی میری جان کی جان ہے مرے دل کا قرار ہے
کبھی خفگی سے بھی جو دیکھ لے مری کائنات نثار ہے
جو گروں تو اُسکے ہی پاؤں پر جو اٹھوں تو اُسکی ہی باہوں پر
جو چلوں تو اسکی ہی راہوں پر تو خزاں بھی رشک بہار ہے
ہے اسکی زلف کی چھاؤں میں کبھی نیند آئے جو مستقل
ملے کسقدر مجھے زندگی کہ نہ جسکی حد نہ شمار ہے
کبھی میری گود میں وہ رہے کبھی اسکی گود میں میں رہوں
میں یونہی جیوں میں یونہی مروں یہی میرے دل کی پکار ہے
ہے مری تو میرے نصیب کی وہ بھی اک عجیب و غریب سی
وہ ہو چاہے میرے رقیب کی مجھے لفظ ماں سے پیار ہے

یہ ایک لڑکے نے اک پیر جی سے عرض کیا
غلام عشق میں دس سال سے پریشان ہے

حسینہ ایسی جو ابتک سنی نہ دیکھی ہے
جو دل جہان میں ہے وہ اسی کا خواہاں ہے
وہ اک کلی جو کسی نے چھوئی نہ سونگھی ہے
غضب ہے حشر ہے قاتل ہے فتنہ ساماں ہے
وہ دو ہی رہتی ہیں ماں بیٹی ایک گھر میں بس
جہاں پہ دفن مرا ایک ایک ارماں ہے
یہ حال دیکھ کے بتلاؤ جسپے مرتا ہوں
ہے کون دونوں میں بیٹی کہ اسکی اماں ہے

غیروں کے آتے ہی ہمیں اٹھنا پڑا مگر
کیوں کہدیں ان کی بزم میں ناکام رہ گئے
اپنے نکلنے کی تو منطقی یہ ہے مثال
اک جام تھا نکل گیا حجام رہ گئے

دھوتڑ مارکر بیوی نے اک دن پیچھے سے بولا
تری نل پہ ہر اک لڑکی کی مٹکی پہ نظر کیوں ہے
کہا میں نے محلے بھر کے نل سب خالی ہیں لیکن
مرے ہی نل پہ آخر ان کا حملہ اسقدر کیوں ہے

اک اس زمانے کے بچے پڑھنے لڑتے ہوئے
وہ لفظ ماں کو سنایا کہ جو سنا ہی نہیں
جو میں نے پوچھا ہی حق ہے دودھ کا تو کہا
پیا ہے ڈبے کا دودھ ان کا تو پیا ہی نہیں

کہتی تو ہو اکثر بیوی مجھے عادت ہے تیری بڑبڑ کی
اب بات مجھے کہنی ہی پڑی کہدیتا ہوں بس وہ بھی جھڑکی
نوکر نہ ملا ابتک تم کو اس گھر کی صفائی کرنے کو
اٹھارہ برس سے کم لڑکا اور ساٹھ برس سے کم لڑکی

کہیں ہوتے ہیں گھر کے جواں جواں نوکر
کہ جنکو بیوی بدلتی ہی رہتی ہیں اکثر
بس اک شریف ہے آیا جو ساٹھ سال سے ہے
اسے تو زندگی میں کیا نہ بدلیں گی مر کر

میں اپنی کمائی کا کھاتا ہوں لیکن
کسی کی وراثت کا پھینٹا نہیں ہوں
کھڑا ہوں بیاباں میں پیروں پہ اپنے
امیدوں کے گلشن میں لیٹا نہیں ہوں
کرم کتنے درجن ہیں مجھ پر خدا کے
میں ایکٹر ہوں ایکٹر کا بیٹا نہیں ہوں

تکبّر میں نخوت میں لالچ میں واعظ — کسی فعل میں تجھ سے ہیٹا نہیں ہوں
جو پوچھا کہ ابّا سبھی آم غائب — کہا باپ ہوں تیرا بیٹا نہیں ہوں
مذاقی نہ سمجھا سکا پارسن کو — کہ منشی ہوں ہٹتا ہوں ہٹّا نہیں ہوں

دعا میری ادھوری ہے اسے پوری خدا کر دے — مری بیوی کو گران ان یا مجھکو گدھا کر دے
گٹر کی ناک پھٹتی ہے زباں میں آتی ہے بدبو — جو تو چاہے مرے مولا اسے عطرِ حنا کر دے

ہے صبر کا پھل بیشک میٹھا کہتے ہے جو خدا فرماتا ہے — جو حسنِ عمل کے قابل ہے اک روز نتیجہ ہی جاتا ہے
صد شکر کہ اب کچھ کچھ بھی دیتے ہے تمام مذاقی کو — کوئی افریقہ لیجاتا ہے کوئی رانی باغ میں لاتا ہے
اے کالج کی پریو یہ کیا بات ہے — کہ کہتی ہو توتا نہ تارا مجھے
جو کشمکش کی نظروں سے دیکھو کبھی — تو پاؤ گی بالکل کنوارا مجھے

تو نہیں منشی مذاقی صرف افریقہ پلٹ — بلکہ ہے لنڈن پلٹ کابل پلٹ لنکا پلٹ
قاہرہ جرمن پلٹ پیرس کا ہر کوچہ پلٹ — آگے چل کر بھی نہ جانے ہوگا تو کیا کیا پلٹ
یہ الٹ اور وہ پلٹ سب سمجھے لیکن یاد رکھ — پھر بھی کچھ بنتا نہیں بن جائے گر دنیا پلٹ
اٹھ اور اس چشمِ کرم کا اک سہارا لے کے اب — مرکزِ طیبہ پہنچ اور پھر نہ ہو طیبہ پلٹ

مسجد مزار کوئیں کی تعمیر کے لیے — کوئی قرآن پاک کی تفسیر کے لیے
لیتا ہے کوئی بھیک بڑے پیر کے لیے — اور ملّا مانگے نعرۂ تکبیر کے لیے
پنڈت سری کرشن مہابیر کے لیے — مانگے نشکیا زلفِ گرہ گیر کے لیے
مورانجھے مانگتے پھریں اک ہیر کے لیے — وید اور حکیم مانگتے اکسیر کے لیے
کچھ یوں بھی بھیک مانگتے ہیں کھیر کے لیے — ہم شیر لیں گے چھوڑ دی شمشیر کے لیے
میں مائی باپ سارے فقیروں سے ہوں الگ — کچھ مانگتا ہوں میر تقی میر کے لیے

…جو دیکھنے میں ملازم حسین ہوتے ہیں — وہ کام کرنے میں پورے کمین ہوتے ہیں
…بس کے منشی منقی نے اور بات، کہی — جوان کو رکھتے ہیں وہ بھی لعین ہوتے ہیں

…س نے قلم اسٹار کہہ کر آبرو بخشی ہے مجھے — اور میں شرمندگی سے پانی پانی ہو گیا
…نی جو اسٹار ہیں وہ آسماں پر ہی تو ہیں — اس کا یہ مطلب کہ میں بھی آسمانی ہو گیا

…س دور کے انسان اور انسانیت کے — دیکھے ہیں وہ کرتب کہ عیاذاً باللہ
…شیطان بھی دیکھے تو یہ کہہ کر بھاگے — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

…میرے مولا اس جہاں سے کب اٹھائے گا مجھے — جس نے جب چاہا وہ یوں کب تک رلائیگا مجھے
…ل ہی بیوی نے کہا مرد دودھ بخشو نگی نہیں — آپ کا بیٹا اگر اتنا ستائے گا مجھے

…سیٹھ نے اک سانس میں سو گالیاں دیں منشی کو — پھر ہوا معلوم منشی کی نہ تھی کوئی خطا
…ب کہا منشی جی میں شرمندہ ہوں کر دو معاف — منشی نے جھٹکا قلم اور چشمہ اوپر کو کیا
…مولا اپنا گالی کھاتا تو کبھی کا صاف ہے — آپنے منہ سے بکیں اور دل سے میں بکتا رہا

…تری دادی نانی ہو بیٹیا کر [illegible] بی بی — بچا ڈاکٹر سے یہ ہے خوش نصیبی۔
…نہیں تو نہا لے بی بی [illegible] نہ سہی بی۔ — ترا خیر کھید لیگا ان سب کو [illegible] بی

تجھے نجدی کہا کس نے وہابی — وہ تجھ سا ہی کوئی ہوگا غضب ابی
غلط فہمی یہ اپنی دور کر لے — وہابی ہم ہیں تو عبدالوہابی
…محفل خطنہ بچی تھی حال سارا بھر گیا — بے بلائے کھانے کے موقع پہ میں اکثر گیا
…ڈٹ گیا خطنہ کی چوکی پر کہ خالی تھی وہی — بعد میں نائی کا دیکھا استرا تو ڈر گیا

[illegible] دنیا میں آسمانی اسے بھی کہتے ہیں، جسکے باپ سے کسی کو تعارف نہ ہو۔

نائی بولا تنے سن میں خیر جلدی کیجیے — اتنا سنتے ہی میں آدھا تو اسی دم مرگیا
میں ابھی کچھ کہہ نہ پایا جھٹ شکنجہ میں لیا — بے چینی تھا یہ جٹلنی کے اب تو میں پورا مرگیا
شرم کی سی بات ہے اب خود سمجھ لو کیا کہوں — جو نہ کرنا چاہیئے تھا ہائے ظالم کر گیا
یعنی کس کی ختنہ کرنی ہے نہیں یہ بھی خبر — کیا یہی تھا فرض اس کا میری سنت کر گیا

حسینو تم خدارا اسکے بہکانے میں مت آنا — عدو تو لے تکی اولاد ہے اور وہ بھی تجر کی
منقیؔ یہ کوئی لڑکی نہ مرتی ہو یہ ممکن ہے ؟ — وہ بات اور ہے کوئی پینسٹھ کی ہو کوئی بہتر کی

ہو بھلا سائنس کا منشی منقیؔ آج بھی — اک ثبوت اپنی خلافت کا یہ تازہ مل گیا
اشرف المخلوق کے پڑ کر جو اٹھے کچھ قدم — مرتبہ کے دب دبے سے چاند پورا ہل گیا

جب مسافر چاند کے سب لوٹ آئے اپنے گھر — پھر ہوا تحقیق واں کچھ زلزلہ سا آگیا
جب سنا منشی منقیؔ نے کہا ایسا نہیں — فکر یہ انساں کی تھی جس سے وہ گھبرا گیا
یہ جہاں پیدا ہوا جب وہ زمیں ہی تنگ ہے — اس زمیں سے میں بہت چھوٹا ہوں یا کیوں آگیا
ہر فساد اور فتنے سے ابتک تو ہوں میں سرخرو — سرخروئی سبز قدموں سے مٹانے آگیا
خونِ ناحق سے نہ کر دے سرخ میری بھی زمیں — چاند کو اتنا خیال آیا وہیں تھرا گیا
چلایا ہے راکٹ کو کس شے نے آخر — یہی مسئلہ آج ہر سو چھڑا ہے
بالآخر یہ سائنس والوں نے بولا — یہ وہ راز ہے جو بہت ہی بڑا ہے
نہ پٹرول وایٹم نہ تھا گیس وایندھن — منقیؔ کی آہوں سے راکٹ اڑا ہے

مرنے پہ شوہر کے ساس مری جب تیس[۲] برس روتی ہی رہی — میں نے کہا جلدی آئیں گے وہ گھر جا کر یہ نئی کھوتی ہی رہی
وہ بگڑیں منقیؔ جھوٹ میں تو شیطان کو تو نے جگایا ہے — کمبخت جو اس دنیا سے اٹھا کیا وہ کبھی لوٹ کے آیا ہے ؟
تب میں نے کہا اللہ کی قسم اللہ ہی نے گل یہ کھلائے ہیں — تین امریکی دنیا سے اٹھے تھے وہ آج ہی لوٹ کے آئے ہیں

ؔ چاند پر زلزلہ آنے کا سبب
ؔ یعنی جو چاند پر گئے تھے وہ اسی دنیا سے تو اٹھ ہی گئے تھے۔ اور واپس آگئے۔

کہا پرجا نے اے راجہ ہمارے — یہ پورا دیش بھوکا مر رہا ہے
کہا اس دیش کی اور اتنی ہمت ؟ — جو اپنی حد سے آگے بڑھ رہا ہے
یہاں پر بھوکے مرنے کی سزا ہے — نہیں واقف جو ایسا کر رہا ہے
اسے سنہا پتی پھانسی چڑھا دو — جسے دیکھو کہ بھوکا مر رہا ہے
یہ جھوٹ ہے اکبر حاشا خراب کوئی نہیں ہے دنیا میں — یہ شعر و سخن کی دولت تو ہر دور میں پیارے بڑھتی ہے
شعروں میں مرے اور اکبر کے کچھ فرق ہے تو بس اتنا ہے — ان شعروں کو میں خود پڑھتا ہوں ان شعروں کو دنیا پڑھتی ہے

اکبر کی ہر اک بات اچھی تھی پر ایک بری عادت بھی تھی — لکھنے میں کری اتنی جلدی جو راز تھے فن کے کھول گئے
اب کوئی بھی شعر اپنا پڑھیئے جھٹ کہتے ہیں برس نے والا — کچھ بات منلقی بول نئی یہ بات تو اکبر بول گئے

میری بیگم عورتوں میں عمر بھر کرتی رہیں — شعر اکبر کے سنا کر پیش اکبر کا کمال
ایک دن سب نے کہا اے بھابی کشمکش آج تو — کچھ منلقی کے سناؤ شعر سب کا ہے خیال
بولیں ان کے شعر اتنے سستے اور آساں نہیں — گیارہ حافظ مل کے مصرع یاد کر لیں ہے محال
ہے رجسٹرڈ ان کا اک اک شعر بس اللہ کے سوا — کون پڑھ سکتا ہے دنیا میں یہ کس کی ہے مجال

انھیں[۱] پر کر بھروسہ قادر مطلق ہے ذات ان کی — وہ تیری اشک باری کو بھی گوہر باری کر دیں گے
منلقی برسی اکبر کی ہوئی جاری تو کیا ہے غم — ترے عاشق تو تیری ماہواری جاری کر دیں گے

کہا وزیر غذا سے جب تلنے کچھ سنا باغبانِ گلشن — کہ آج بھی ایک پورا کنبہ مرا ہے فاقوں میں زہر کھا کر
کہا یہی شان دیش کی ہے مرو تو کچھ کھا کے ہی مرنا — بغیر کھائے جو مر گئے ہوں تو آپ بولو پھر ہم سے آکر

ترجمہ پہلے مجاہد کا تو ناصر دیکھ لے — کس کو مومن کہتے ہیں اور کس کو کافر دیکھ لے
چھوڑ اب بھی اس جہاد فی سبیل المصر کو — کر جہاد فی سبیل اللہ اور پھر دیکھ لے

۱؎ میں اس رنج میں تھا کہ اکبر کی تو یہ قدر کہ برسی ہونے لگی تو دوستوں نے مجھے تسلی دی۔

ایک بولے فلم والوں کا بھروسہ کیا جناب — دوسرے بولے میاں یہ تو پتنگ اور ڈور ہیں
کب تلک اوروں کی کاٹیں کب یہ خود کٹ کر گریں — دو گھڑی شہ زور رہ کر عمر بھر کمزور ہیں
آسماں پر چڑھتے ہی اسٹار کہلانے لگیں — پل میں پھر گر کر زمیں پر زندہ اندر گور ہیں
کیلیے بزنس کیا ہے وعدہ کیا ہے ہاں کیا قول فعل — اس سے کیا مطلب انھیں یہ تو فقط منہ زور ہیں
تب بگڑ کر یہ کہا منشی منقیؔ نے کہ بس — آپ کی بک بک سے ہم کیا بولیں کتنا بور ہیں
فلم والوں جیسا سچا صاف گو ہے یاں کوئی — خود جنھوں نے پوسٹر لگوائے ہم سب چور ہیں[1]

پکڑ کے مسجد میں اک دیہاتی کو جو بھی جاہا بکا سبھی نے — کہ کیوں گھسا بیل تیرا مسجد میں اُلّو پاجی گدھے کمینے
کسی نے گھورا کسی نے ڈانٹا کسی نے بولا کہ چل پولس میں — کسی نے بولا نہیں یہ مارو غرض کہ گھیرا تھا بے بسی نے
وہ بولا ہیں آپ سب نمازی معاف کر دیں کہ میں ہوں حاجی — یہ بیل ہی تھا یہاں جو آیا مجھے بھی دیکھا کبھی کسی نے ؟

گدھوں نے گھوڑوں نے کتوں نے آدمی سے کہا — کہ آج اشرفِ مخلوق مسکرا کے دکھا
خدا کا بارِ امانت اٹھا لیا تو نے — اب آدمی کا ذرا بارِ ٹیکس اُٹھا کے دکھا

اس سبز قدم[2] کی پیشانی جو دیکھتا ہے یہ کہتا ہے — گھر لاکھوں جلے ہوں گے پہلے تب یہ چراغ جلا ہوگا
مرنے کو تو کب کا مر جاتا اس ڈر سے میں ابتک زندہ ہوں — جینے کا ٹیکس تو مرنا ہے مرنے کے ٹیکس کا کیا ہوگا

قافیہ[3] قائم ہوا تو وزن غائب ہو گیا — میری نظمِ زندگی کا تک سے تک ملتا نہیں
جب بدن پر کپڑے کھلتے تھے تو کپڑے ہی نہ تھے — اب ہوئے کپڑے تو کپڑوں میں بدن کھلتا نہیں

کہا جب میں نے دنیا میں ستا لے جتنا جی چاہے — مگر محشر میں تو قاتل ترا دامن نہ چھوڑیں گے
بصد انداز وہ بولے وہاں بھی یہ نوبت نہ آئے گی — تو کیا پکڑے گا۔ ہم محشر میں کرتہ ہی نہ پہنیں گے۔

---

[1] فلم ہم سب چور ہیں کے پوسٹروں میں آرٹسٹوں کے فوٹو تھے نیچے لکھا تھا ہم سب چور ہیں
[2] جب مرار جی دیسائی نے گولڈ کنٹرول کیا تو اخبار میں آیا دو سو سنار خودکشی کر گئے۔ تو یہ قطعہ مرار جی کی شان میں عرض کیا گیا
[3] لندن جاتے ہوئے گرم سوٹ سلایا جب ٹیلر نے پہنایا شیشے میں اپنا منہ دیکھ کر اپنی شان میں یہ قطعہ عرض کیا۔

ناز کرتی ہے سخاوت اس سخی کے حال پر
کیوں نہ ہو بارانِ برکت اسکی جان و مال پر

جو غریب اپنا گزر تو مرغی انڈے پر کرے
اور نیازِ خواجہ کرتا ہے تو پتلی دال پر

یہ انگلش حسینہ سے اردو میں پوچھو
کہ بے تالی تالا کوئی کھولتا ہے

منقیؔ کا حقہ بھی تو دو دار سا ہے
بنا منہ لگائے نہیں بولتا ہے

کبھی خورّم کبھی رنجور بنا جاتا ہوں
آم املی کبھی انجور بنا جاتا ہوں

بھوت ہو کر بھی میں اب حُور بنا جاتا ہوں
شعلۂ نار تھا اور نور بنا جاتا ہوں

آج کشمکش نے یہ کیا کان میں چپ کے سے کہا
پھر منقیؔ سے جو انگور بنا جاتا ہوں

نار کو جھٹ نور کرنا کام ہے تیرا خدا
بدرؔ[2] کی یونہی ضیا باری ہو بہر مصطفیٰ

جس طرح نچے کے ختنہ کی خوشی دکھلائی ہے
کل اسی وقت ادھر ہیں نچے کے ابا کی دکھا

اک بار یہی جب کپٹن بکرا سامنے کل نیفے میں گھسا
بولا کر جوانو ٹم جاؤ میں ڈھیان دھر دنگا پیچھے سے

جب مجھ سا بہادر پیچھے ہے توپوں کی گرج کا خطرہ کیا
ٹم آگے سے اک ڈم حملہ کر دو میں لید کر دنگا پیچھے سے

نیچے سے جو کھڑکی کے دلبر کی ماری چیخ منقیؔ نے
وہ جھانک کے غصے سے بولا کمبخت کو کچا کھا جاؤں

اسنے کہا اوپر اوپر سے کچھ اپنے پلے نہیں پڑتا
یا آپ ہی نیچے آجائیں یا پھر میں ہی اوپر آجاؤں

بیوی بولیں بیڑی پینا چھوڑ دو یہ زہر ہے
میرا بس ہو ساری دنیا ہی سے چھڑوا دوں اسے

میں نے بولا اب مجھے نقصان کیا پہنچائے گی
اب تو ہو سکتا ہے میں نقصان پہنچا دوں اسے

اک حد سے زیادہ مخلص یار نے میرا پکڑ کر ہاتھ کہا
او منشی منقیؔ کے بچے ذرا پانچ روپے تو دیتا جا

نادار ہوں تو پشتوں سے مگر خود دار بھی ہوں سو پشتوں سے
یہ وقت کے چکر ہیں ورنہ کبھی میں اوروں کا سہارا تھا

دس مرتبہ کی یہ بات نہیں برسوں سے عمل تھا اس کا یہ
پتلون میں دیکھا تین ہی تھے اک اسکو دیکر چلتا کیا

کل مجھکو شرارت جو سوجھی میں بولا کہ آج میں مفلس ہوں
کچھ پیسہ آج مجھے تو دے اب تک تو مرا لیتا ہی رہا

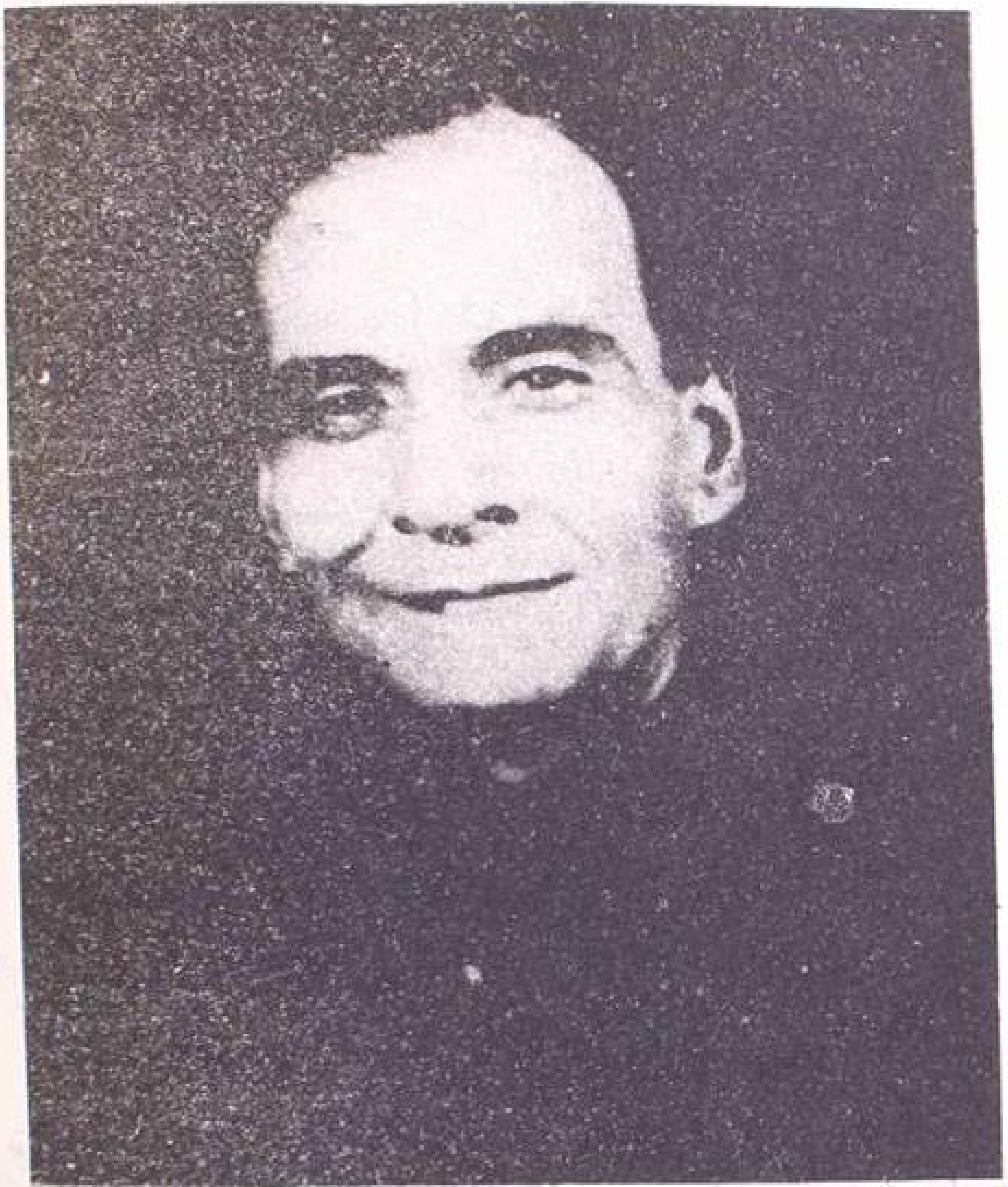
جھٹ بولا میں چونکہ سیدھا ہوں مرا ہاتھ بھی سیدھا رہتا ہے
پھر غیرت دار کا ہاتھ ہے یہ جو اب تک تو پھیلا ہی رہا

یہ سیدھے سے جب بھی اٹھا ہوا میں کاٹ کے ٹکڑے کر دوں گا
یہ کہہ کے نکالا پرس مرا میں اس کا منہ تکتا ہی رہا

---

[1] نور جانی ڈاکٹر کی اہلیہ
[2] بدر جانی ڈاکٹر کا نام ان کی موجودگی میں ڈاکٹر رحمان کے بچے کی کی ختنہ کے موقع پر یہ قطعہ پڑھا تھا۔

ابھی تو میں جوان ہوں ، ابھی تو میں جوان ہوں



جوانی میں بڑھاپا آگیا مجھ پر تو ہنستے ہو
شباب اُن کا اگر بچپن میں ڈھل جاتا تو کیا ہوتا

کل تک جو تھے شباب میں اب ہیں خضاب میں
ہنستے بھی ہیں اداسے ، ادا کی قضا کے بعد

مُنشی منّتیؔ



منشی منقیؔ

۲۸۶
۲۹۲

شرمندگی

سب کی نظریں ہیں آپ پر لیکن
آپ سے شرمسار ہیں آنکھیں

مختار احمد عثمانی کیرانوی

اِنتساب

بحضور مخدوم پاک حضرت علاؤالدین

علی احمد صابر کلیری

اعلی اللہ مقامہٗ

زیر سایۂ رحمت فرشتہ خصلت سراپا شفقت

میری مخدومہ معظّمہ والدہ صاحبہ مدظلہا

بسم اللہ خاتون بنت

حافظ قاضی بشیر احمد صاحب

پیشِ لفظ

یہ کوئی احساس کمتری نہیں کہ یہ عاصی حقیقتاً اپنی لاپرواہی اور غفلت کی بنا پر معمولی پڑھا لکھا ہے۔ جبکہ والد صاحب رحمۃ حکمت پڑھوانا چاہتے تھے۔ مگر افسوس جہاں ان کی بے پناہ خوبیوں میں سے ایک دو بھی نہ اپنا سکا۔ وہاں اس شفقت سے بھی محروم رہا۔

فن شاعری سے بھی جیسا کہ ظاہر ہے واقف نہیں۔ امید کہ آپ اسمیں جو غلطیاں دیکھیں گے ازراہ ادب نوازی درگذر فرما کر ممنون احسان فرمائیں گے

نیازمند :- **مختار احمد**

وجہ تصنیف

اگرچہ ناچیز نے کبھی بھی اپنی شاعری کو اس قابل نہیں سمجھا کہ مشاعروں اور مخصوص نشستوں میں پڑھی کہے یا کتاب کی شکل میں عوام کی خدمت میں پیش کرے۔ مگر اکثر احباب خاصکر شعراء حضرات نے متعدد بار اس کا مطالبہ کیا چونکہ یہ حضرات علم وفن میں خادم سے بہت اونچے ہیں۔ اسلئے کچھ حوصلہ افزائی محسوس ہوئی دوسرے اس حقیر کا دل بھی چاہا کہ جب مقامی اور غیر مقامی سینکڑوں مشاعروں میں شرکت کر چکا تو اس طبع آزمائی کو کتابی شکل دینے میں کیا حرج ہے۔ کم از کم عقائد اور جذبات کو منظر عام پر لانے کا شرف ملے گا۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

احقر : **مختار احمد**

قصبہ کیرانہ شریف

نہ چھیڑ اے ہم نشیں پردیس میں بھولا سا افسانہ ✲ مجھے پہروں رُلاتا ہے میرا گھر میرا کیرانہ

یہ ایک تاریخی قصبہ ہے۔ تقریباً پچاس ہزار کی آبادی پر مشتمل پانی پت کی لڑائی کا جو میدان مشہور ہے۔ وہ پانی پت اور قصبے کی درمیانی زمین ہے۔ یہاں کے مشاہیر میں سے وزیر جہانگیر نواب مقرب خاں عرف مقرب الخاقان کیرانوی جو حضرت مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء قلندر ثالث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ مزار مبارک آپ کا پانی پت شریف حضرت بوعلی شاہ قلندر رح کے احاطہ ہی میں بہت شاندار بنا ہوا ہے۔ قلندر صاحب رح کا مزار مبارک اور اس میں کسوٹی کے ستون نواب صاحب نے ہی بنوائے ہیں کیونکہ کسوٹی کے ستون پہلے نواب صاحب کی بارہ دری واقع کیرانہ ہی میں تھے۔ نیز تخت طاؤس بھی آپ ہی کا تھا۔ جو جہانگیر نے تحفتاً خود طلب کر لیا تھا۔

بعد ازاں نادر شاہ درانی ایران لے گیا جو آج تک وہیں محفوظ ہے۔ پچھلے دنوں شہنشاہ ایران کی تاجپوشی کی رسم اسی تخت پر ادا کی گئی۔ دوسرے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب عثمانی الجلالی مہاجر مکہ جو علم تقویٰ میں لاثانی تھے۔ نیز مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ بھی آپ نے قائم کرکے عربوں کو عربی پڑھائی آج بھی آپ کے پڑپوتے شیخ محمد سلیم عثمانی الجلالی بحیثیت نگراں وہیں مقیم ہیں جو کہ شاہ کی نظروں میں محبوب و معظم ہیں۔ علاوہ ازیں درگاہ شاہ شیخ محمد صاحبؒ و شاہ عبدالرشید صاحبؒ صابری جہاں کے سجادہ نشین میاں خلف پیرجی عبدالحمید ہیں۔ و درگاہ شاہ غریب اللہؒ (جنہوں نے عالمگیر کی موجودگی میں کانٹوں پر قوالی سنی) و درگاہ شاہ ولایت صاحبؒ جن کے سجادہ پیرجی منشی مقصود احمد صاحب عثمانی جلالی ہیں و درگاہ امام صاحبؒ و پیر سراج الدین صاحب و شاہ غلام محمد صاحبؒ و مولوی نیعق اللہ صاحبؒ پیرجی فیاض احمد صاحبؒ صابری چشتی و پیر غائب صاحبؒ جن کے سجادہ پیرجی حاجی بے چین صاحب جو کہ صابریہ سلسلے کے نداف اور پیرجی انوار احمد صاحب صابری کے خلیفہ بھی ہیں۔

ان بزرگوں کے علاوہ کیرانہ میں ایک ہی زمانے میں تین محمد ابراہیم ہوئے ہیں۔ تینوں پائے کے بزرگ ۱۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب شیخ کا پڑی ۲۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب انصاری ۳۔ پیرجی محمد ابراہیم صاحب عثمانی جلالی آخر الذکر ہی کی وجہ سے کیرانہ کیرانہ شریف مشہور ہوا۔ آپ کی درگاہ پر عرس میں پاکستان اور غیر ممالک کے مہمان آتے ہیں۔ سجادہ نشین پیرجی اسرار احمد صابری عثمانی ہیں سجادہ مذکور یہاں کے علاوہ شاہ غلام محمد صاحب پانی پت شریف میں قلندر صاحبؒ و مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا و خواجہ شمس الدین ترک شاہ ولایت لاہور میں شاہ عبدالرزاق مکی (نیلا گنبد) کی درگاہوں کے بھی سجادہ نشین ہیں۔ پیرجی محمد ابراہیم حسنؒ کے خلفاء میں پیرجی اظہار احمد عثمانی (عاشق صابری) پائے کے نعت گو شاعر اور بزرگ ہیں۔ ۱۔ دیگر فنون کے ماہرین میں سید عنایت حسین صاحب جو حیدرآباد ریاست میں پیراکی کے مقابلے میں بین الاقوامی اعزاز کے مالک تھے۔ یعنی دریا میں چٹائی ڈال کر حجام کو لے کر بیٹھ گئے وہ خط بھی بناتا رہا۔ آپ تیرتے بھی رہے۔ نظام کی حکومت کے زمانے تک آپ کے پوتوں کو پانچسو روپے وظیفہ ملتا رہا۔ ۲۔ پہلوان ارشاد احمد نے ۱۰ سال قبل ۲۵ منٹ تنہا شیر سے کشتی لڑ کر جی داری سے اسے مار ڈالا۔ ۳۔ سید کالے صاحب کو منھ سے طبلہ بجانے میں اتنی مہارت کہ ہاتھ سے طبلہ بجانے والے حیران تھے۔ ۴۔ گویوں کا تو یہاں کے بین الاقوامی شہرت کا معاملہ مسلم ہے۔ کیرانہ گھرانہ مشہور ہے یہاں کی راگ راگنیاں سب سے الگ اور افضل مانی گئیں۔ کیرانہ کا نام سن کر بڑے بڑے گویئے احتراماً کان پر ہاتھ رکھتے ہیں دنیائے موسیقی نے آج تک ان سپوتوں کا جواب پیدا نہیں کیا

۱۔ بندے علیخاں بین کار جو ولی صفت انسان تھے۔ بارہ سال کلیر شریف میں چلہ کیا۔ آج بھی جو بینکار یکتائے زمانہ ہے۔ انھیں کا پڑپوتا شاگرد ہے

۲۔ عبدالکریم خان صاحب جن کے ریکارڈ آج تک لوگوں نے بیش بہا سرمایہ سمجھ کر رکھے ہوئے ہیں۔ اپنے دورۂ یورپ کے دوران احقر نے بھی ریکارڈ دیکھے اور سنے۔ موصوف نے پونا میں گھوڑ شاگردوں سے مایوس ہو کر کہہ دیا کہ کتے گا سکتے ہیں۔ مگر آپ میں یہ صلاحیت نہیں۔ چنانچہ عبدالکریم خان نے دو کتوں کو راگ سکھا دیئے جو باقاعدہ پروگرام پیش کرتے تھے۔ ایچ ایم وی کمپنی کے گراموفون ریکارڈ پر جو کتے کو راگ سنتے ہوئے دکھایا گیا۔ وہ عبدالکریم خان کے اعزاز میں ہی ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے آل انڈیا ریڈیو دہلی میں خاص طور پر بڑا مجسمہ بنوا کر نصب کیا ہے۔

مٹہ۔ بھرے وحید خاں آج بھی راگ راگنیوں کے ورلڈ چیمپین امیر احمد خاں صاحب ساکن لوہاری۔ آپ کے ہی شاگرد ہیں۔

موجودہ زمانے میں عبدالشکور خاں سارنگی نواز کو پچھلے دنوں گورنمنٹ نے اپنی طرف سے روس وغیرہ بھیجا تھا کیونکہ آج دنیا میں یکتا ہیں۔

استاد فیاض خاں (مقیم بمبئی) استاد صمد خاں صاحب و شریف خاں صاحب لاکھوں میں یکتا ہیں بھائی نظام الدین بھائی اسمٰعیل بھائی نظیر بے بدل قوال ہیں۔ درویشوں کی جان یہ لوگ ناچیز کے پیر بھائی بھی ہیں

حکیم تو یہاں اتنے اچھے اور زیادہ ہوئے کہ قصبے کا دوسرا نام ہی حکیموں والا ہے۔ سابقہ بزرگ حکماء حکیم نظام الدین عثمانی۔ حکیم اکبر علی عثمانی۔ حکیم پیرجی نجیب الرحمان صاحب۔ حکیم فضل الرحمان صاحب صدیقی حکیم محبوب الٰہی صاحب شمسی حکیم کرم الٰہی صاحب شمسی حکیم نیاز احمد صاحب صدیقی۔ میرے استاد زادے حکیم مولوی محمد صدیق صاحب۔ حکیم پیرجی فخرالحسن صاحب عثمانی۔ حکیم محمد حسن صاحب انصاری حکیم خلیل احمد صاحب صدیقی۔ مولانا حکیم پیرجی محمد صدیق صاحب عثمانی۔

موجودہ دور کے جید اطباء مولوی حکیم ریاض احمد صاحب صدیقی (سابق چیرمین) حکیم مولوی شکیل احمد صاحب علوی۔ حکیم ممتاز احمد و ڈاکٹر نثار احمد و حکیم انصار احمد۔ مصباح صدیقی، خواجہ حکیم محمد علی صاحب۔ حکیم محمد اکرام صاحب شمسی و ڈاکٹر عیوض علی صاحب۔ ڈاکٹر انیس صاحب۔ ڈاکٹر فاضل صاحب۔ قصبے کی ہنس مکھ۔ ظریف الطبع ہستیاں جن کو پورے قصبے والے عزیز رکھتے ہیں۔ چودھری مشتاق احمد صاحب چودھری، محمد اسحٰق صاحب چودھری ابوالحسن صاحب چودھری بانکا۔ حافظ خورشید خاں صاحب حافظ غیاث محمد صاحب۔ حبیب خاں صاحب پنڈت چندربھان شرما صاحب۔ صوفی کیشورام صاحب ایوب خاں۔ منشی رشید احمد صاحب علوی۔ اور آپ کا یہ خادم مختار احمد۔

گذرے ہوئے بہار بداماں لوگ: شاہ جی عباس رضا۔ بشیر احمد خاں۔ متولی محمد صدیق صاحب، پیرجی عبدالصمد صاحب۔ شیخ فضل صاحب شمسی حافظ نیاز احمد معمار۔ کریم الدین پہلوان۔ پیرجی امیر احمد عثمانی۔ حافظ یعقوب خاں صاحب جو سدا باغ و بہار ہی رہے۔ ناچیز ان سب کے سامنے دو فیصد بھی نہیں۔ خاص کر لالہ اہتول اور پیرجی مظہر

میرے لنگوٹیے دوستوں میں بھائی ممتاز بھائی نثار بھائی طیب بھائی شکیل بھائی اعظم بھائی چندربھان بھائی کیشورام۔ بھائی آسارام۔ بھائی رتن۔ بھائی جناردھن۔ حافظ ظہیر مولوی خالد حافظ نانو درباری۔ بھائی بھائی نیاز خاں قوال۔ بھائی ایوب خاں۔ بھائی خواجہ محمود۔ بھائی شوکت ماموں ناجو۔ بھائی متول۔ بھائی آغا۔ حاجی انیس۔ بھائی طیب حلیم بھائی کاکن۔ حاجی حلوائی بھائی سید احلوائی بھائی کرمو حلوائی۔ حاجی مشتاق۔ بھائی رفیق انصاری۔ صوفی شریف کفش دوز۔ بھائی غنی بکر قصاب۔ بھائی رفیق کمنگر اور پورے ہم مکتب خاص کر بھائی پیرجی بھاگو سب سے قابل فخر بات یہ ہے کہ ہمیشہ سے آج تک تمام ہندو مسلمان شیر و شکر رہے اور ان شاء اللہ رہیں گے۔ اور واللہ طبیعتاً یہاں کا ہر فرد دیندار۔ ملنسار۔ ہمدرد۔ خوش طبع۔ باذوق ہے۔ خاص کر شیر فروش صاحبان شریف مودب با لحاظ ہونے میں جواب نہیں رکھتے۔ یہاں کا ہر آدمی گانا بھی سنتا ہے تو حقانی قوالی بھجن وغیرہ فلمی گانے یا اخلاق سوز اشعار سے یہاں کسی کو رغبت نہیں۔ اور خدا گواہ ہے مجھے تو یہاں کا مٹی بھی بھلا لگتا ہے۔ جو میرا ہم وطن ہونے کے علاوہ ابھی تک باادب ہے۔ یہی نہیں یہاں سے بارہ میل کے فاصلے پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا تھانہ بھی۔ شوکت تھانوی نے بھی

یہیں جنم لیا۔ پندرہ میل پر حضرت شاہ محمد حسن صاحبؒ شاہ درویش احمد صاحبؒ قدوسی مولانا حکیم محمد سعید صاحب قدوسی۔ (حکیم اجمیری) وشاہ عبدالرشید صاحب کا گنگوہ بھی ہے۔ یہاں سے ۱۲ میل دور حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کا نانوتہ بھی ہے۔ یہاں سے ۶ میل پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب وبانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح واحسان دانش کا کاندھلہ بھی ہے۔ ۲۸ میل کے فاصلے پر مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ مولانا عظمت علی صاحب صابری۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی و شاعر انقلاب علامہ انور صابری کا دیوبند بھی ہے۔ یہاں سے اگرچہ مولانا احمد رضا خان صاحبؒ کی بریلی تقریباً سوا سو میل پر ہے۔ مگر انکی تعلیم و عقیدت کا غلبہ پورے علاقے پر چھایا ہوا ہے۔ قصبے کی موجودہ ہستیاں مولانا محمد مسیح الزماں صاحب۔ حاجی لئیق احمد صاحب منشی نور محمد صاحب قریشی حافظ ظہور احمد صاحب عثمانی پیرجی شفیق احمد صاحب عثمانی چودھری شاہ دین صاحب چودھری بشیر صاحب جہانپوری۔ چودھری بشیر احمد کھیا چودھری بھوپال سنگھ لالہ منگل لال جوتی۔ غنیمت شمار ہوتی ہیں۔ خاکسار بابو محمود صاحب وکیل و بابو دیپ چند صاحب۔

داغؔ دھلوی

کے شاگرد حضرت ضامن کرانوی اور ان کے شاگرد حضرت عادل کیرانوی موصوف کبھی بھی شہرت کے طالب نہیں ہوئے کلام بھی نہ چھپوایا مشاعروں میں شرکت سے بچتے ہی رہے۔ اس حقیر نے کئی مرتبہ حضرت سے گلستاں بوستاں پڑھی۔ حالانکہ جو انھوں نے پڑھایا اس کا تو ایک صفحہ بھی صحیح معنوں میں آجتک نہ سمجھ سکا۔ اگرچہ خود کو حضرت کا شاگرد کہنا بے ادبی ہے کیونکہ اسوقت شاعری کا شوق تھا نہ حضرت سے کچھ حاصل کر سکا۔ لیکن احقر بے دارث نہ کہا جائے اس سکون قلب کے لئے یہ نسبت فخریہ پیش کرتا ہے کہ میرے استاد محترم قبلہ تائے خواجہ عادل حسین صاحب عادل ہیں جن کا ایک کلام "تبرک" پیش کر رہا ہوں۔

ویسے حضرت کے باقاعدہ شاگردوں میں جناب ہرشچندر صاحب لمبل ایڈیٹر ضرورت اخبار کیرانہ۔ محمود خاں صاحب صفیؔ۔ حکیم شکیل احمد صاحب شکیل پائے کے شاعر ہیں۔ قصبے کے دیگر شعراء میں خواجہ محمد عمر صاحب۔ ڈاکٹر تنویر احمد صاحب علوی (صاحب تصنیف) ماسٹر توصیف احمد صاحب غالبؔ۔ حکیم محمد اعظم صاحب خاموشؔ۔ بابو مظفر احمد صاحب رزمیؔ۔ پیرجی اظہار احمد صاحب۔ عاشق صابری۔ برادر بزرگ قاضی رفیق احمد صاحب۔ شجاعت احمد خاں صاحب۔ بابو فیول سنگھ صاحب وکیل، سید کوثر صاحب، ڈاکٹر نیوس علی صاحب قصبے کے لئے باعث اعزاز ہیں۔ اگرچہ کیرانہ سے جھنجھانہ ۹ میل پر ہے۔ مگر جناب پروفیسر تنویر احمد صاحب تنیر جھنجھانوی جیسے استاد الشعراء کا ذکر کیرانہ کے شعراء کے ساتھ نہ کرنا ظلم ہوگا۔ اور ناچیز کو ان کا عزیز ہونے پر فخر ہے۔

طالب دعا

مختار احمد عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارانِ رحمت

اُٹھ گیا ہر ہاتھ یا رب اب دعا کے واسطے
ہو عطا بارانِ رحمت مصطفیٰ کے واسطے

روسیاہ نکلے سیاہ شب میں بامیدِ کرم
ظلمتوں کو نور کر شمس الضحیٰ کے واسطے

ننگے سر اشکِ ندامت لے کے در پر آ گئے
سب خطائیں بخش یا رب اس ادا کے واسطے

شرم رکھ لے میرے ہم تباہ کاروں کی پھر
حضرت عثمانؓ کی شرم و حیا کے واسطے

ہے بُرائی بات لیکن کتنی اچھی بات ہے
ہم خطا کے واسطے ہیں تو عطا کے واسطے

خاکساروں پہ نظر ہو رحم کی اے بے نیاز
چھا بھی جا ابرِ کرم جود و عطا کے واسطے

قادرِ مطلق تو تیری ذات ہے بندہ نواز
پھر کہاں مجبور جائیں التجا کے واسطے

واسطے سے جس کے آساں مشکلِ آدم کی ہوئی
مشکلیں حل کر اسی مشکل کشا کے واسطے

چارہ سازِ درد مندان ہر مسیحا طبیب
آ گئے بیمار در پہ سب شفا کے واسطے

پہلے تو صدقہ محمدؐ کا خدا سے لیں گے ہم
اور پھر سرکار سے لیں گے خدا کے واسطے

ہر طرح مختار ہو ستار ہو غفار ہو
کھول دو رحمت کے در ہر بے نوا کے واسطے

ایک دفعہ خشک سالی کے موقع پر مشہور مناجات سب ہی قوم کے لوگ پڑھتے
پھر رہے تھے کہ پانی برسا دو محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے۔ حالانکہ شاعر کا مقصد پانی سے رحمت ہی کا پانی تھا
مگر رحمت نہ ہونے سے ناچیز نے یہ مناجات عرض کی۔

پڑھتے تو پھرتے ہیں بارش کی دعا کے واسطے
پانی برسا دو محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

اب اگر اتنا پڑے پانی کہ توبہ بول دو
پھر کہو پانی ذرا رک جا خدا کے واسطے

یہ تو پوچھے مختارؔ احمدؐ سے کہ مولا کے حضور
کیسے چلے جائیں اس مدعا کے واسطے

سر بہ سجدہ قلم

خوشی ہو رہی ہے کہ غم ہو رہا ہے
بہر صورت اُن کا کرم ہو رہا ہے

یہ نامِ محمدؐ رقم ہو رہا ہے
کہ خود سر بہ سجدہ قلم ہو رہا ہے

کسی رنگ کا ہو کسی ڈھنگ کا ہو
علمؔ ہر جگہ اک علم ہو رہا ہے

یہ ہے کونسی راہ اے میرے مالک — جہاں خود بخود سر قدم ہو رہا ہے
کہیں تو خودی سے کہیں بیخودی سے — ہر ایک گھر میں ذکرِ صنم ہو رہا ہے
وہی بن رہا ہے عبادت کا مرکز — نمایاں جو نقشِ قدم ہو رہا ہے
خوشا پر تو پاک مکہ مدینہ — کہ اب ذرہ ذرہ حرم ہو رہا ہے
یہ اُس گل کی حرمت کے صدقہ میں دیکھا — چمن کا چمن محترم ہو رہا ہے
قلم رو دیا جل رہا ہے جو کاغذ — یہ کس کا فسانہ رقم ہو رہا ہے
عدو کو میری قبر پہ بھی وہ لائے — کرم بھی بشکلِ ستم ہو رہا ہے
بلندی کا اُس بزم کی ذکر ہی کیا — جہاں ذکرِ شاہِ اُمم ہو رہا ہے
دیا درد اور مستقل وہ بھی اپنا — کرم پر کرم پر کرم ہو رہا ہے
یہ سر تو اسی رُخ پہ واعظ جھکے گا — کہ جس رُخ پہ کعبہ بھی خم ہو رہا ہے
ہوا اُن کی رحمت کے سائے میں محشر — تو دوزخ بھی باغِ ارم ہو رہا ہے
وہاں کچھ نہیں رحمتوں کے علاوہ — ہمارا ہی ہم پر ستم ہو رہا ہے
ہوئے ہیں جو محشر کے مختار احمدؐ — تو کہیے سبھی پر کرم ہو رہا ہے
وہی تو ہیں محشر میں مختارِ محشر — تو مختار کیوں تجھ کو غم ہو رہا ہے

شرکت

گناہوں کی ادھر مختار کے کثرت ہی کثرت ہے — مگر جود و عطا کے سامنے قلت ہی قلت ہے
سنو مکے میں کیا دیکھا وہاں رفعت ہی رفعت ہے — دیارِ رحمۃ للعٰلمین رحمت ہی رحمت ہے
مرے آقا مرے داتا مرے سرکار کے در سے — مرے سجدوں نے کیا پایا وہ اک عظمت ہی عظمت ہے
سہارے بے سہاروں کے ہو والی غم کے ماروں کے — محمدؐ جلوہ فرماؤ کہ یاں ظلمت ہی ظلمت ہے
زمانے کو ضرورت ہے تیرے فاروق اعظم کی — بجے پھر دین کا ڈنکا کہ اب غفلت ہی غفلت ہے
صدا لا تقنطو کی بارگاہِ ناز سے آئی — کہ جب اشکِ ندامت نے کہا خفت ہی خفت ہے
ہے سب جود و عطا ان کا غلام اُن کے خدا اُن کا — وہ کھوٹے کو کھرا کر دیں الغیض قدرت ہی قدرت ہے

وہ شان بے نیازی ناز والوں نے ہی دیکھی ہے — مدینہ ہو نجف یا کربلا حکمت ہی حکمت ہے

تری محفل بھی تنہائی مری تنہائی بھی محفل — وہاں خلوت ہی خلوت ہے جہاں جلوت ہی جلوت ہے

میں تھا کثرت کی غفلت میں مگر قربان مرشد کے — اٹھا کر میم کا پردہ کہا وحدت ہی وحدت ہے

وہیں مٹتی ہیں تقصیریں پلٹ جاتی ہیں تقدیریں — کراں اکرام لاغر رود میں وسعت ہی وسعت ہے

جھکے جس جا وہی در تھا جہاں پہنچے وہی گھر تھا — کمال عشق ہے یا آپکی وحدت ہی وحدت ہے

ہر اک مردے کو لفظ یا تو ہم کہہ سکتے ہیں لیکن — کہیں زندہ کو یا خواجہ تو یہ بدعت ہی بدعت ہے

نمازوں میں اذاں میں کلمۂ توحید و طیب میں — بچیں ہم شرک سے کس کس جگہ شرکت ہی شرکت ہے

ابلیس سجدہ نہ کرنے کا یہی انجام دیکھا ہے — معلم تھا فرشتوں کا مگر لعنت ہی لعنت ہے

تجھے سمجھاؤں کیا واعظ ہے کیا اس آستانے میں — مجھے جلوے ہی جلوے ہیں تجھے تربت ہی تربت ہے

الٰہی حشر ہو مختار کا دربار صابر میں — کہ جس سے دور رہ کر بے شبہ ذلت ہی ذلت ہے

حبیب اللہ

جہاں کے رہنما آئے عرب کے تاجدار آئے — جہاں کیا چیز ہے کونین میں با اختیار آئے

سکون خستہ گاں اور بیقراروں کے قرار آئے — مبارک ہو مبارک ہو رحمت پروردگار آئے

دیار اقدس پہ ان کے آج مستی میں گزار آئے — وہ سجدہ جسکو لینے رحمت حق بے قرار آئے

کیا ابر کرم طیبہ سے اور سیراب کر ڈالا — سیہ کاران عالم حشر میں جب اشک بار آئے

ں اس قربانی پر قربان اے کربل کے شہزادو — کہ جو پانی کو ترسائے اسی قاتل پہ پیار آئے

فرشتے صف بصف ارض و سما قندیل نورانی — جھکیں پیغمبروں کی گردنیں جب شہ سوار آئے

فرشتوں کے جہاں جلتے تھے پر وہ ظل سبحانی — وہاں کے مرتبہ پہنچے نہ جانے کتنی بار آئے

گلستاں کی بہاروں کا تو ہو کچھ اور ہی عالم — جب ان کا نام لے کر ہر بیاباں میں بہار آئے

خاتون جنت آپکے لالوں کے سر سہرا — کریں قربان ہونے کو تو ان پر بے شمار آئے

ھی اللہ کلیم اللہ و روح اللہ ذبیح اللہ — حبیب اللہ کی سرکار میں سب جاں نثار آئے

ا جسنے اغثنی یا محمد جس مصیبت میں — مرے حامی مرے سرکار میرے غمگسار آئے

وہ رومی ہوں کہ تبریزی جنیدی ہوں کہ اجمیری
اٹھے اس بزم سے بے ہوش جتنے ہوشیار آئے
صدائیں آرہی ہیں رحمتِ کونین کے در سے
میں ہوں مختارِ کل آتے وہ جو بھی شرمسار آئے

سیّد والا

صاحبِ لولاک و شرحِ والضحیٰ جانا تو ہی
منزلِ والنجم و سبحان الذی اسریٰ تو ہی
جانِ جاں صدر العلیٰ پنہاں تو ہی پیدا تو ہی
یارسول اللہ حبیب خالقِ یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

حاملِ توریت و انجیل و زبور کا میاب
اس سمندر ہی سے اٹھکر مٹ گئے مثلِ حباب
تیری منزل کو کوئی کیا پہنچیگا عالیجناب
در شبِ معراج بودی جبرئیل اندر رکاب
یا نہادہ بر سرِ گنبدِ خضریٰ توئی

طائرانِ باغِ طلعی ہند میں ہو جائیں بند
بیکے خیرانِ جہاں ہیں زیرِ منت گوسفند
تیرے ہی کہلائینگے بے ہوش ہیں یا ہوشمند
یارسول اللہ تو وا نی آمتانت عاجزند
عاجزاں را رہنما و پیشوائے ما توئی

ہے کمندِ جان و دل جاناں تری زلفِ دوتا
روئے انور کعبۂ جاں چشمِ روشن حق نما
مختارِ کل اسرارِ حق اظہارِ ذاتِ کبریا
شمس تبریزی چہ داند نعتِ تو پیغمبرا
مصطفےٰ و مجتبےٰ و سیدِ والا توئی

جب چلے معراج کو شاہِ اُمم
اللہ اللہ رب کی وہ شانِ کرم
عرشِ اعظم جھک گیا آؤ صنم
اے بتِ طناز قربانت شوم
دے سراپا ناز قربانت شوم
حکم آیا کھول دو خلدِ بریں

اس مکاں کا آرہا ہے اب مکیں
بولا رضواں دوڑ کر رکھ کر جبیں
صد ہزار انداز داری در یکیں
من بہر انداز قربانت شوم

نوٹ: مقطع میں اتفاق سے ہم تینوں بھائیوں کے نام آگئے مختار احمد۔ اسرار احمد۔ اظہار احمد

بندگی کی شان

کون و مکاں ملے دلِ دردآشنا ملا
اس کو نہ کیا ملا جسے تجھ سا پیا ملا

یکتا ہوں میں خطا میں عطا میں وہ ایک ہے
جس جس کو جو ملا وہ نپا اور تُلا ملا

نام محمد آتے ہی اک دنِ اذان میں
بندہ کی شان دیکھ کر مولا سے جا ملا

زاہد کو مانگنے پہ بھی اب تک ملا نہ کچھ
اور ہم کو بے طلب ہی طلب سے سوا ملا

جو مرتے ہیں اُن پہ وہ مٹتے نہیں کبھی
حسنین سے یہ رازِ فنا اور بقا ملا

علم و عمل کا فرق سمجھتا ہو گر کبھی
صحرائے نجد سے یہ چمن کربلا ملا

دل کون سی ادا پہ گیا یہ خبر نہیں
ہاں اتنا یاد ہے وہ سراپا ادا ملا

کیا کھو کے کیا ملا یہ زمانہ بھی دیکھ لے
صدقے تری نظر کے نظر تو ذرا ملا

دل ان کو ڈھونڈتا تو ہے لیکن خبر بھی ہے
جس کو ملے وہ کب اُسے اپنا پتہ ملا

ناچار تھا میں کیوں مجھے مختار کر دیا
لغزش تھی کون سی کہ یہ جس کا صلہ ملا

جانِ بہار

خوان پر نفس خوار ملتے ہیں
دار پر جاں نثار ملتے ہیں

اُن سے اپنی خوشی سے کون ملے
ہو کے بے اختیار ملتے ہیں

تیرے بدلے میں ایک بھی تو نہیں
میرے بدلے ہزار ملتے ہیں

چاند کیا ہر گماں سے آگے
شانِ پروردگار ملتے ہیں

پوچھو منصور اور سرمد سے
کیسے جانِ بہار ملتے ہیں

دیر و کعبہ ہو یا کلیسا ہو
ہر جگہ ہر دوار ملتے ہیں

ایسی ڈولی میں جائیں گے اک دن
مفت جس کے کہار ملتے ہیں

غیرتوں کے محافظوں کے گھر
غیرتوں کے مزار ملتے ہیں

خود بیں اور جہاں ہو مدہوش
ایسے بھی بادہ خوار ملتے ہیں

کونسا گل چمن سے چھوٹ گیا — خار تک سوگوار ملتے ہیں
رُخ و گیسوئے یار کا صدقہ — کافر و دیندار ملتے ہیں
دیکھ افتادگانِ عالم کو — ان میں بھی شہسوار ملتے ہیں
ہوش والو یہ میکدہ ہے یہاں — مست ہی ہوشیار ملتے ہیں
ان کی چلمن سے تیری آہوں کے — کبھی مختار تار ملتے ہیں

رضائے محبوب

شب معراج حق نے کہہ دیا ہے — مرے محبوب جو تیری رضا ہے
یہ کہہ کر خلد میں رضواں نے چھوڑا — سگِ کوئے محمدؐ مصطفٰے ہے
تپش خورشید کی خالی نہیں ہے — کسی نے اسکو بھی دھوکا دیا ہے
کبابِ دل جلا ہے زندگی بھر — کہیں تب جا کے ان کے منہ لگا ہے
بنایا پہلے عاشق کو خدا نے — مگر پھر ان کی محفل میں بنا ہے
بنانا[عہ] اور مٹانا پھر بنانا — ترے قرباں اچھا مشغلہ ہے
میں کیا شے ہوں مگر اے میرے مالک — بڑی شے ہوں کہ تو میرا خدا ہے
وہی مختار ہیں دنیا و دیں کے — یہی ہے وہ بھید جو سب پر کھلا ہے

خُلق سراپا

خود ہے اونچا پر نظر میں نیچا اونچا ایک ہے[عہ] — لاکھ انسانوں میں وہ خُلق سراپا ایک ہے
کوئے دلبر ہو حرم ہو دیر ہو یا دار ہو — جلوہ گاہیں مختلف ہیں اور جلوہ ایک ہے
آفتابِ حسن وہ میں ٹمٹماتا سا چراغ — ایک جا ہوتے ہی دونوں کا اجالا ایک ہے
یاں خطاؤں پر خطائیں واں عطاؤں پر عطا — عبد اور معبود کی ہستی کا منشاء ایک ہے
اجنبی تھا ہر بشر اور کوئی ہمسایہ نہ تھا — پھر جو دیکھا غور سے تو سب پہ سایہ ایک ہے
جس کا خود سایہ نہ ہو اور زیرِ سایہ کائنات — گھر میں فاقہ جگ کا داتا شانِ مولا ایک ہے

عہ انسان و نیز اربیجا ہوتا ہے۔ مگر تکمیل حضور کی غلامی سے ہے
عہ پیدا کر کے ناپید کیا پھر میدان حشر میں حاضر کرے گا۔

دو جہاں کی اُلجھنوں سے شیخ و پنڈت ہوں بری
ایک ہی اعلان کردیں سب کا داتا ایک ہے

جذب کرلے رفعتِ کونومکاں مختار اب
ان کا در بھی ایک ہے اور سر بھی تیرا ایک ہے

مرے ساقی

صراحی کیا ہے کیا جام و سبو ہے
مرے ساقی سے سب کی آبرو ہے

کرم ان کا نسیمِ صبحِ محشر
غضب مت پوچھئے میدانِ ہو ہے

نہ تھا جب میں تو سمجھا میں ہی میں ہوں
ہُوا میں تب یہ سمجھا تو ہی تو ہے

یہ کیا عالم ہے ایجادِ دو عالم
خبر یہ بھی نہیں میں ہوں کہ تو ہے

زہے حسن و جلال روئے زیبا
اسی کی آب سے ہر آبرو ہے

وہی ہے جانِ قاتل آب خنجر
سرِ مقتل جو بسمل سرخ رو ہے

وہ دل دل ہے ہو جس میں درد تیرا
خوشا وہ درد درماں جس کا تو ہے

حریمِ پاک میں کوئی نہیں جب
تو کس کی ہر زباں پر گفتگو ہے

نظر آئے نہیں جب وہ کسی کو
تو کس کی ہر نظر کو جستجو ہے

وہ اس انداز سے محفل میں بیٹھے
جسے بھی دیکھتا ہوں قبلہ رو ہے

خیالِ روئے اطہر کا ہے صدقہ
ترا مختار ہر دم با وضو ہے

اپنی منزل

مجھے عشق ہو گیا ہے انہیں حسن ہو گیا ہے
غرض اپنی اپنی منزل سے ہر ایک کھو گیا ہے

جو کبھی ڈبو گئے تھے میری کشتی کو بھنور میں
اُسے ڈھونڈتے ہیں کیوں اب وہ بھنور ہی کھو گیا ہے

نہ سُنے گا اب زمانہ مرا منتشر فسانہ
تری بے رُخی کے صدقے وہ تو ختم ہو گیا ہے

وہ کھڑے ہیں کھوئے کھوئے اور ہر اک سے پوچھتے ہیں
کسی نے سلا دیا ہے کہ یہ خود ہی سو گیا ہے

میں چلا بھی جاؤں مانا مجھے یہ بتانے جانا
اسے کوئی در ملا ہے ترے در سے جو گیا ہے

مجھے بھول جانے والے تجھے کیسے میں بھلا دوں
اسی دل سے تو بھلاتا ترے ساتھ جو گیا ہے

کرو خود کو نذر مختار اسی شاہ کی نظر پر — جو تمہارے داغِ عصیاں کو نظر سے دھو گیا ہے

ناچار

تری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں — تو ہر محفل میں ٹھکرایا گیا ہوں
جن آنکھوں کا کبھی نورِ نظر تھا — انھیں آنکھوں سے گروایا گیا ہوں
نہ رہزن سے نہ چور اور ڈاکوؤں سے — میں اک رہبر سے لٹوایا گیا ہوں
ہیں یکجا زلف و رخ پر کفر و ایماں — انھیں نظروں سے سمجھایا گیا ہوں
میں جاتا بھی کہاں اس انجمن سے — یہیں ہوں لاکھ بھٹکایا گیا ہوں
صنم ہر گھر میں دیکھا تم ہی تم ہو — تو کب قدموں سے ہٹوایا گیا ہوں
مرے بے کیف سجدوں پر نہ جانا — ابھی تو ہوش میں لایا گیا ہوں
مری بےہوشیوں کا ہوش دیکھو — جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں
ہو صد بر قدسیاں اور ایسی لغزش — بڑی الجھن میں الجھایا گیا ہوں
کہاں شیطاں نے بہکاتا ہوں سب کو — مگر میں کیسے بہکایا گیا ہوں
نہ شیخ اس خلد کے وعدے پہ بہکا — جہاں پہلے ہی بہکایا گیا ہوں
پھر آئی جوش میں وہ شانِ رحمت — پھر اس محفل میں بلوایا گیا ہوں
کیا ناچار کو مختار کس نے — چلا میں جیسے چلوایا گیا ہوں

ابرِ کرم

کیا ہے وہ زلفِ سیہ فام تمہیں کیا معلوم — عام ہے ابرِ کرم عام تمہیں کیا معلوم
واعظو کیوں نہ پکاروں انہیں ہر مشکل میں — میرا بن جاتا ہے ہر کام تمہیں کیا معلوم
مرکعبہ حاجیو جاؤ جو میسر ہے عبا ؤ — اس حرم کا ہے احرام تمہیں کیا معلوم
لے گئی بارِ امانت جگرِ ناز کی شئے — اور مرے سر پہ ہے الزام تمہیں کیا معلوم
جب سے دیکھا ہے تمہیں دیر و حرم والوں نے — کس کے ہیں بندے میدام تمہیں کیا معلوم

موت کے ساتھ ہی آئے جاں نہ تمہیں آنا تھا — تم پہ آجائے گا الزام تمہیں کیا معلوم
دامِ گیسو کا کسی کے ہوا جب سے سودا — میرے کیا ہو گئے ہیں دام تمہیں کیا معلوم
چشمِ مخمور سے ہے نبضِ دو عالم ساکت — جام تک ہو گئے ہیں جام تمہیں کیا معلوم
لذتِ سوزِ دروں لطفِ غمِ کیفِ جنوں — منزلِ دردِ دل آرام تمہیں کیا معلوم
چشمِ گریاں دلِ سوزاں غمِ دوراں جاناں — تم نے کیا کیا لٹے انعام تمہیں کیا معلوم
رونے والو مرنے پہ مناؤ خوشیاں — ہے یہ کس بزم کا پیغام تمہیں کیا معلوم
نام کو اپنے مٹا کر بھی تماشہ دیکھو — اِسی گمنامی میں ہے نام تمہیں کیا معلوم
سامنا حشر میں گر حشر کے مختار کا ہو — فردِ عصیاں کا پھر انجام تمہیں کیا معلوم

مندرجہ ذیل نظم صرف میرے خاندان سے متعلق ہے والد صاحب رح کو بچپن میں جتنا ستایا تھا وہ یاد کر کے اس عمر میں معصوم بچوں کی طرح بلک کر روتا ہوں اور دعا کرتا ہوں جو باپ کے سائے میں ہیں۔ اسکی قدر کریں اللہ کا بڑا انعام ہے

یا جلال الدین کبیر الاولیاء سوئیم ببیں — قبلۂ حاجاتِ ہر شاہ و گدا سوئیم ببیں
اِک بار آکر دیکھئے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا — ابا ہمیں یوں چھوڑنا کیسے گوارا ہو گیا
اے پیکرِ صدق و صفا آئے قبلہ و کعبہ مرے — روٹھے رہو گے کب تلک مونسِ میرے ابا مرے
کس دیس جا کر بس گئے ہو کتنی دور آقا مرے — کچھ تو خبر بھیجو کبھی کب آؤ گے ممتا بھرے
کہہ دو ذرا اتنا نہ روٹھے بیٹھے تجھے کیا ہو گیا — اِک بار آکر دیکھئے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
شرم و حیا کی مجلسیں وہ معرفت کی بارشیں — ہو حق کی وہ کیفیتیں یعنی مسلسل رحمتیں
ہر اک پہ بے حد شفقتیں اک دم سے سب کی ہمتیں — جو ہوتیں میری لغزشیں فوراً ہی سب کی بخششیں
ہیں یاد ساری لذتیں دلِ پارہ پارہ ہو گیا — اِک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
بالکل فرشتہ نیک خو شفقت میں تم سی ہو بہو — وہ میری ماں یعنی بہو[1] صدقے مِرا ان پہ لہو
دھوئے ہیں جن کے موت کو لٹنے لڑتے وہ در بدر — ہیں اسکے چرچے کو بکو وہ سب کی پہلی سب گرا
لٹھ مار سب کی گفتگو کیا زمانہ ہو گیا — اِک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
میں خود بھی کب ان سے دبا بے بات بھی ہر دم لڑا — گانا بجانا بھی کیا ہر جلسہ میں نعرہ لگا

---

[1] ہم سب بہن بھائی والدہ مدظلہ کو بہو کہتے ہیں۔

کہنا پڑے گا برملا میرا اثر سب پر ہوا
خاصہ زمیدار ابھی تھا جو خراب جلیسا ہو گیا
ماں بہنیں بھائی بچوں کی خدمت سے تو شرمندہ ہوں
لیکن خدا رکھیے انھیں ان سے ہی اب تک زندہ ہوں
خدمت کا جذبہ نہ لیس ہے گر لطف اس کا ہو گیا
اصرار اور اظہار ہیں جو بال سنچے دار ہیں
ماما کو وہ ہشیار ہیں میرے بھی تابعدار ہیں۔
تا موت کو تکرار ہیں اللہ یہ کیا ہو گیا
دنیا ہی میں آئی نہ تھی جیسے حمیدہ چل بسی
اور چھوٹی سب کی لاڈلی نانا کے دل کی چاندنی
تینوں کی یہ تقدیر تھی جو رب نے چاہا ہو گیا
کیسی بلائیں لیتی تھیں آنسو بھری وہ پھوپھیاں
پل پل میں صدقہ ہوتی تھیں دکھ سکھ میں کو ٹھریاں
کس کس کو اب روتا رہوں چھلنی کلیجہ ہو گیا
لاہوری کچھ تو بن گئے کچھ بیڑ[1] والے جا بسے
دکھ درد میں اک دوسرے کے چار گھر ہی رہ گئے
ماموں نے تو ہم سب کو تھوکا اک زمانہ ہو گیا
گھر شیخ جی اور چودھری اسحاق کا آباد ہو
بھائی شفیق اور سلیلہ کا بچہ بچہ شاد ہو
ہم ڈوبتوں کو چند تنکوں کا سہارا ہو گیا
کھانا نہ چھوڑوں گا کبھی حصہ نہ پھیروں گا کبھی
بیڑی بھی چھوڑوں گا ابھی ماں سے نہ جھگڑوں گا کبھی
ہنس مکھ نہ پھیروں گا کبھی سب کچھ گوارا ہو گیا

بے پردہ زمانہ اور تھا سر پر تھا سایہ آپ کا
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
البتہ ان سے لڑنے میں پہلے ہی جیسا گندہ ہوں
سنتا ہے میری التجا جس کا میں بیکس بندہ ہوں
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
اور آج تک بیکار ہیں قرضے سے بس بیزار ہیں
عزت کے پہرے دار ہیں اس عمر میں غمخوار ہیں
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
اک جیتے جی ہی مر گئی شادی ہوئی اور لٹ گئی
اس دکھیا کو دیکھو کبھی اک زندہ میت رہ گئی۔
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
دیکھا ہمیں اور پھولیاں خوشیوں کے جھولے جھولیے
کندھے کو ترسی تھیں بھلی تو قسمت کی ہیں یہ خوبیاں
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
یاں اک بھتیجہ آپ کا اور بھانجے دو رہ گئے
اب والدہ کے سایے میں شاداب یہ گلشن رہے
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
بھائی سلامت خاں پہ بھی انعام بے تعداد ہو
اور سب کا سجدہ آخری اجمیر یا بغداد ہو
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
گھر سے نہ بھاگوں گا کبھی ابا نہ روٹھوں گا کبھی
غصہ کو تھوکوں گا ابھی چھوٹوں کی سہہ لوں گا سبھی
اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا

[1] بیڑ والا ناچیز کا خاندانی قبرستان

آکر تسلی دو مجھے میں آپ کا مختار ہوں ۔ — اک بار صورت دیکھ لوں بس طالب دیدار ہوں
بکنے بھی جتنے چاہیے دو پٹنے کو بھی تیار ہوں — کس منہ سے آؤں عرس میں اب بہت ناچار ہوں
روحانی کنبہ کو جمع دیکھے زمانہ ہو گیا — اک بار آکر دیکھتے جب کیا تھا اب کیا ہو گیا
سن کر مری آہ و بکا کس نے اشارہ کر دیا — دربار صابر ہے کھلا چل سر کے بل کر التجا
آئے بادشاہ ذوالعطا بحرِ کرم کان سخا — جامے بدہ مستی نما از لطفِ بندہ پرور
آ رے آفتاب چشتیاں مخدوم صابر کلیری

پیمانہ

پیمانہ اٹھایا یہ میں کیسے کہوں — نظروں سے پلایا یہ میں کیسے کہوں
اب سامنے آیا یہ میں کیسے کہوں — کر حشر بپا یا یہ میں کیسے کہوں
میرے دونوں جہاں کی رہزن ہے — یہ زلفِ دوتا یہ میں کیسے کہوں
مری بھول یہ سب ہی بھول گئے — ہاں تو نہ بھلا یہ میں کیسے کہوں
محبوب ہیں بندوں کے آپ مگر — محبوبِ خدا یہ میں کیسے کہوں
مرے ظلمت خانے میں آکے کبھی — والشمس پڑھا یہ میں کیسے کہوں
مرا آئینہ کیا ہر آئینے میں — اک جلوہ دکھا یہ میں کیسے کہوں
کبھی قدموں پہ اپنے فنا کر کے — دے مجھکو بقا یہ میں کیسے کہوں
ترے در کے بھکاری ہیں شاہنشہ — ہوں تیرا گدا یہ میں کیسے کہوں
اب اپنا تماشہ بنا کے سجن — دنیا کو ہنسا یہ میں کیسے کہوں
کبھی سنگِ در پہ گرا کے صنم — گرتے کو اٹھا یہ میں کیسے کہوں
مرادیں بھی دنیا دیکھ لے اب — پردہ تو اٹھا یہ میں کیسے کہوں
مختار کا نزع میں در پہ ترے — ہو سجدہ ادا یہ میں کیسے کہوں

جگ کے کھویّا

منجدھار میں نیّا ہے یوں ہائے تباہ کُن   اب کا سے کہوں جگ کے کھویا کہ پیا سُن
کرپا سے کرو پار نہیں پاس پیا گُن   اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کُن

رحمے بمن سوختۂ بے سروپا کُن

وہ مجھ کو پلائے جو کبھی ہوش نہ آئے   گر آئے بھی وہ ہوش کہ جو ہوش اڑائے
ہر ذرہ کو اک آن میں مدہوش بنائے   دارو دلِ درویش تمنائے نگاہ ہے

زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ دوا کن

جس چشم نے عرفان کے چشمے ہیں بہائے   شبلی کہیں سرمد کہیں منصور بن آئے
جو کھوٹے سے کھوٹے کو کھرا پل میں بنائے   دارو دلِ درویش تمنائے نگاہ ہے

زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ دوا کن

رفتار ہے گل ریز تو گفتار ہے گلقند   تو حسن کا مختار ہے میں عشق کا پابند
اب سامنے آ وار دوں یہ تن من مرے دلبند   شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمعند

اے دوست بیا رحم تنہائی ما کن

مختار ہے اک آن میں لاکھوں کو سنوارا   قربان دل و دیں ہاں ذرا اک اور اشارہ
ہر حال میں ہے جب تو ہی گر توں کا سہارا   مشنو سخن دشمن بدگوئے خدا را

با حافظ مسکین خود اے دوست وفا کن

شرف

دیر و حرم ہو یا کلیسہ ہم نے دیکھا جس طرف   ہر جگہ تیرے عکس پُرانوار سے پایا شرف
اب یہ بتا جانِ جہاں ہو میرا سجدہ کس طرف   دی شب کہ میرفتی بتا رو کردہ آزما یکطرف

افگندہ کاکل یکطرف زلفِ چلیپا یکطرف

پُر کیف ہیں کون و مکاں روشن زمین و آسماں   بل بل ملائک حور و غلماں اور سب ہی پیغمبراں

مہمانِ عرشِ کبریا آقا شفیع عاصیاں　　سلطانِ خوباں میرود گرد ہجومِ عاشقاں
چابک سواراں یکطرف مسکیں گدایاں یکطرف

غارت گرِ ایمان ہے جانا تری ترچھی نظر　　تسبیح و تقویٰ ہیں فدا حور و ملک جن و بشر
سجدے میں ہیں دیر و حرم شیخ و برہمن بے خبر　　تا بر رُخِ زیبائے تو افتادہ زاہد را نظر
تسبیح زُہدش یکطرف مانده مصلیٰ یکطرف

ہیں آن کی بزم ناز میں مستی و مینا بے خبر　　شبلی دمِ سر بے خبر منصور و مُلّا بے خبر
بلبل فدا گل بے خبر ہر علم والا بے خبر　　نوشیں شرابِ لعل او شد مجلسِ ما بے خبر
جام و صراحی یکطرف مستانہ رسوا یکطرف

مختار بزم بے خودی میں ہے کوئی خنجر بدست　　ذوقِ شہادت سے کفن بردوش ہے ہر ایک مست
سالارِ ملک چشتیاں مست ہے مئے جامِ الست　　بیچارہ خسرو خستہ را خوں ریختن فرمودہ است
خلقے بمنت یکطرف واں شیخ تنہا یکطرف

مخدوم عالم

اے آفتابِ چشتیاں صابر بیا سویم ببیں　　مخدومِ عالم چشمۂ صبر و رضا سویم ببیں
دیوانۂ تو شد غریقِ بحرِ عصیاں جانِ من　　اے درد مندِ بے نوا لال بحرِ خدا سویم ببیں
چشمے جہانِ بر درت دارِ امانے در گہت　　عالم فدائے بر رخت نور الہدیٰ سویم ببیں
آقا سخی ابن سخی و ما گدا ابن گدا　　اے ناظمِ ملکِ محمد مصطفیٰ سویم ببیں
من کیستم من چیستم تا گویمت مخدومِ من　　مخدوم شمس الدین شمس الاولیا سویم ببیں
صبر و قرارِ جانِ من دین و دل و ایمانِ من　　ایں کاشنا تم یک نگاہت را بہا سویم ببیں
من بندہ ات صابر شہا مختارِ عاجز بینوا　　از صدقۂ ہند الولی با نوا سویم ببیں

سرِّ مصطفیٰ

اے طالب فضلِ خدا بزمِ صابر رقص کن　　تا یابی سرِّ مصطفیٰ بزمِ صابر رقص کن

چوں کرد رقصے قطب عالم زیر تیغ ناز او
برخیز قدوسی گدا برنام صابر رقص کن

در دل ببیں آں ترک را ہم یک شدہ دیر و حرم
خواہی کہ باشی باصفا برنام صابر رقص کن

گردیدہ آم در کل جہاں دیدم نا بچوں دلبرے
ہست آں رئیس الاولیا برنام صابر رقص کن

برسر بنہ شاہی کلاہ در دست زنبیل گدا
کن رقص از ہر ادا برنام صابر رقص کن

مختار خاکی گفتہ آں مولوی عظمت مگو
من بندہ ام صابر خدا برنام صابر رقص کن

چشم خون افشاں

نہیں واقف تھا کوئی ہائے میرے راز پنہاں سے
مگر رسوا ہوا ظالم میں اپنی چشم گریاں سے

حریم حسن میں بھی زلزلہ پیدا ہوا اک دم
کسی کو بیڑیاں پہنائے لائے جبکہ زنداں سے

خدا حافظ ترا بلبل اسیر غم خبر بھی ہے
وہ تنکے بھی اٹھائے جا چکے ہیں تیرے بستاں سے

ہزاروں نخل الفت بارور ہو جائیں گے بیشک
یہ دریا بہ کے جب نکلے گا چشم خون افشاں سے

زہے قسمت ہوا آزاد ہر غم سے بحمد اللہ
اسیر عشق کو باندھا گیا زلف پریشاں سے

ادھر نرگس ادھر ساحر نبچے مختار کس کس سے
سناں سے تیر مژگاں یا ہلال عید قرباں سے

بندگی

جو بندگی میں آپ کو شامل نہ کر سکے
وہ کیف بندگی کبھی حاصل نہ کر سکے

جلوے تو ہر طرف سے پکارا کئے ہمیں
اپنی نظر ہی دید کے قابل نہ کر سکے

انکار سجدہ پر اسے طوق کر دیا
پر علم کائنات سے قائل نہ کر سکے

جس سر پہ تیرے عشق کا جن چڑھ گیا اسے
قبضے میں دو جہان کے عامل نہ کر سکے

ان حاجیوں نے نفلیں پڑھیں فرض چھوڑ کر
سجدہ جو پائے ناز پہ غافل نہ کر سکے

کشتی جنوں نے تیرے سہارے ہی ڈال دی
تغیر کس بھنور میں وہ ساحل نہ کر سکے

مختار فیض یہ در ہند الولی کا ہے
اصنام خلد بھی تجھے مائل نہ کر سکے

شانِ مولا

نہ زہدِ پاک بازاں اور نہ تقویٰ لے کے آیا ہوں
نہ علم و فضل اور طاعت کا دعویٰ لے کے آیا ہوں
میں ہوں بیہوش پھر بھی ہوش اتنا لے کے آیا ہوں
کہ ان قدموں پہ جینے کا قرینہ لے کے آیا ہوں
یہ تیرا فیض ہے دنیا میں عقبیٰ لیکے آیا ہوں

مرے شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ خیر الوریٰ آقا
حسنؓ آقا حسینؓ آقا علیؓ شیر خدا آقا
امام عسکری و مہدیِ جلوہ نما آقا
مِرا منصب تو دیکھو ہوں سگِ ہندالولی خواجہ
میں قطرہ ہوں مگر پیروں کا دریا لیکے آیا ہوں

محمدؐ شافع محشر علیؓ ہیں قاسم کوثر
جناب فاطمہؓ کی ہوگی واں سایہ فگن چادر
کہ روتوں کو ہنسائیں گے وہاں شبیرؓ اور شبرؓ
کوئی منگتا نہ خالی لوٹے۔ دیں گے علی اصغر
مری قسمت تو دیکھو کیا سہارا لیکے آیا ہوں

نمازیں کیسے ہوتی ہیں ادا حسنین سے پوچھو
بلندی عرش تک پہونچے ہوئے نعلین سے پوچھو
محمدؐ کی حکومت کی حدیں کونین سے پوچھو
مگر کونین سے کیا خالق دارین سے پوچھو
اسی دربار میں ٹوٹا سا کاسہ لیکے آیا ہوں

خطا بخشی گئی اُن کے ہی صدقہ سے تو آدم کی
بچی عزت جناب یوسفِ نور مجسم کی !
یہیں تعلیم پاتے ہیں فرشتہ اسمِ اعظم کی
یہاں خود ڈھونڈتی ہیں رحمتیں غفارِ عالم کی
یہاں کوتاہی دامن کا شکوہ لیکے آیا ہوں

شفیع المذنبین ہو رحمت اللعالمین تم ہو
خدا تو ہے خدا لیکن خدا کے ہمنشیں تم ہو
یہ کوئی کیا کہے کن کن مکانوں کے مکیں تم ہو
سرورِ بندگی سجدہ نوازِ ہر جبیں تم ہو
میں کچھ بے کیف سجدوں کا جنازہ لیکے آیا ہوں

کہا جبریلؑ نے بالائے افلاک و زمیں تم ہو
جمیلوں مہ جبینوں نازنینوں کے حسیں تم ہو
ہے فاقہ گھر میں اور مختارِ احمد بالیقیں تم ہو
بس اس کملی کے صدقے واقفِ عرشِ بریں تم ہو
مری حد ہے یہی اے شانِ مولا لیکے آیا ہوں

حسین دھوکہ

مری بے کمالی کا اے سخی یہ بھی کتنا اونچا کمال ہے
جہاں ہر جہاں کی ہو پرورش اسی در پہ دست سوال ہے
مرا سر ہے لائقِ سنگِ در کہوں کیا یہ میری مجال ہے
مگر اس بلندی پہ آ گیا تو اب اس کا گرنا محال ہے

تمہیں اپنے حسن پہ ناز ہے میں ہوں اپنے عشق پہ مطمئن
نہ اُس کی کوئی مثال ہے نہ اسکو کوئی زوال ہے

یہ جو گل چمن میں ہیں خندہ زن یہ جو لاشے دشت میں بے کفن
یہ بھی اُن کی شانِ جمال ہے یہ بھی اُن کی شانِ جلال ہے

دل سوختہ ہے ملول کیوں وہ ہیں پورے باغ کے باغباں
اُنہیں خشک کانٹوں کا بے خبر گلِ تر سے پہلے خیال ہے

وہیں صدقہ ہو گئے نامِ پاک جو آیا اُن کا اذان میں
جو وہ شانِ حسن رسولؐ تھی تو یہ شانِ عشق بلالؓ ہے

جہاں بال بھر بھی اگر بڑھیں جلیں جبرئیل کے بال و پر
ملے اپنے رب سے وہ بے جھجک یہ محمدؐ ہی کا کمال ہے

کہا جبرئیل نے سرورا یہی سدرہ ہے میری انتہا
تو پھر اس کے آگے کہوں میں کیا کہ یہ کس سے کس کا وصال ہے

مختارؔ تارِ نفس کا کیا کہاں ٹوٹ جائے مدینہ چل !
کہ تو جس جہاں پہ ہے مبتلا یہ حسین دھوکے کا جال ہے

وظیفہ

حق محمدؐ یہ وظیفہ سبھی کا ہے
اُونچا مقام اس لئے ہر اک نبیؐ کا ہے

بے شک انعام سب ہی کو حق کا ہی کا ہے
جو جس کے ضبط کا تھا اُسے وہ بتا دیا

اور حق کو بھی سمجھنے کا حق آپ ہی کا ہے
حق یہ ہے آپ کیا ہیں یہ حق ہی کو ہی خبر

جز تیری ذاتِ پاک نہ کوئی کسی کا ہے
سب تھے مرے میں سب تھا پر حشر میں کھُلا

محشر میں اُنہیں سایۂ داماں اُسی کا ہے
دامن بچائے پھرتے تھے دنیا میں جس سے جو

اعلیٰ سے پوچھیئے کہ جو رتبہ علیؓ کا ہے
دنی ہوں مجھ سے پوچھئے ادنیٰ سوال ہی

ہے چشتی صابری کہ نظامی جمالی یہ
مختارؔ خانہ زاد ہے بہر حال اُسی کا ہی

راز

پہلے روداد الم تو کہہ لوں — شوق سے پھر جو سزا ہو سہ لوں
کیا کہا دل ابھی لے لے واپس — لے کے بھی جو نہ رہے کیوں لے لوں
کیوں بضد ہیں کہ تری جاں لیں گے — میری جان آپ ہیں کیسے دیدوں
میں تمہارا ہوں کہ تم میرے ہو — تمہیں کہہ دو بھلا میں کیوں کہہ دوں
غم دنیا غم عقبیٰ کیا ہے — آپ چاہیں تو میں ہر غم سہ لوں
کہاں پہونچے گا قدم پھر میرا — ذرا ان قدموں میں دو دم رہ لوں
زلف دیکھوں کبھی دیکھوں مکھڑا — رات دن دیر و حرم سے بہلوں
شب غم اس پہ خیال گیسو — آخر ان کالوں سے کب تک کھیلوں
غیر کو دفن کیا خود جا کر — کیا ہے باقی جو ستم اب جھیلوں
شیخ اک پل ہی میں ہاریں بازی — چشم جاناں سے اگر میں شہ دوں
غرق ہو جائے گا قصر باطل — اشک کہتا ہے ذرا میں بہہ لوں
سرخ رو ہو گئے وہ پیش حق — رنگ لایا وہاں میرا ہی خوں
جنت و دوزخ اُنہیں کے ہیں جب — مطمئن کس پہ ہوں کس سے سہموں

یہ ہے مختاری کہ ہے مجبوری
راز مختار یہ کس سے پوچھوں

احتشام

وہ جس سے ہوئے ہم کلام اللہ اللہ — نہ پوچھو پھر اس کا مقام اللہ اللہ
کیا جذب دل نے وہ کام اللہ اللہ — چلے آئے بالائے بام اللہ اللہ
محمدؐ کا یہ احترام اللہ اللہ — خدا کا درود و سلام اللہ اللہ
حکومت کا حق کی قیام اللہ اللہ — محمدؐ کا اُس پر نظام اللہ اللہ

میں قربان ہوں اُس کے قدموں پہ جسنے　لیا دستِ ساقی سے جام اللہ اللہ
تھی والشمس و واللیل کی ہی تلاوت　مدینے کے وہ صبح و شام اللہ اللہ
اجازت سے جبرئیل بھی آئیں جائیں　یہ بیت النبی کا مقام اللہ اللہ
جو بخشش ہوئی سب کی منظور حق نے　کیا اُن کو خیر الانام اللہ اللہ
تمام انبیاء وجد میں آ کے بولے　وہ آئے ہمارے امام اللہ اللہ
میری موت پر رونے والو یہ سمجھو　کہاں سے یہ آیا پیام اللہ اللہ
جدھر دیکھئے خاص رحمت کی بارش　یہ معراج کا اہتمام اللہ اللہ
خدا اور حبیب خدا ہیں سبھی کے　یہ سرکار کا اِذنِ عام اللہ اللہ
بلالی ادا پر قضا بول اُٹھی !　کہانی کا یہ اختتام اللہ اللہ
تھا بیدام بندہ مگر ان کا بنکر　مرے ہو گئے کتنے دام اللہ اللہ
ہزاروں قدم رحمتیں آگئیں خود　بڑھا جب میں دو ایک گام اللہ اللہ
قیامت پہ ڈھائیں گے وہ کیا قیامت　جب آئیں گے مست خرام اللہ اللہ
مٹا ڈالا نام و نشاں جب سے اپنا　ہوا میرا پھر کتنا نام اللہ اللہ
کلامِ خدا اور زبانِ محمدؐ　نہ کیوں دونوں عالم ہوں رام اللہ اللہ

یہ مہنہ اور نعتِ حضورِ معظمؐ
یہ مختار کا احتشام اللہ اللہ

تضمین بر کلام بہادر شاہ ظفرؒ

قصرِ عالی

زہے قصرِ عالی خوشا بارگاہے　بایں بے نیازی رشہ ذی پناہے
برنگِ دگر جلوہ در ہر نگاہے　بتے سرکشے کافرے کج کلاہے
بہ رُخ آفتابے بہ رخسار ماہِ

حبیب خدا ہر خطا را خطا پوشے — مرض را دوائے دوا را شفائے
پھر اُن کے سوا کون بگڑی بنائے — نہ در خاکساری چو من بے نوائے
نہ در ناز و تمکیں چو او بادشاہ

تری شان ہر شے میں شانِ دو عالم — حیاتِ جہاں تجھ سے جانِ دو عالم
نگاہِ کرم پاسبانِ دو عالم — معطر کُن مغزِ جانِ دو عالم
بعنبر فشانی زلفِ سیاہ

وہ ہر بے سہارے کہ ملجا و مامن — میں کیا اور کیا ہے مرا تن مرا من
وہ رحمت سراپا میں عصیاں بدامن — برم تحفۂ پیشِ او از کجا من
نہ در دیدہ اشکے نہ در سینہ آہے

وہ میدانِ محشر ہو یا کنج تربت — بشر کو ہے خیر البشر کی ضرورت
وہ سب کے لئے بن کے آئے ہیں رحمت — بہر گام در راہِ مہر و محبت
دو دیدہ بد مبالِ او داد خواہے

انہیں سے ہے یہ عظمت و جاہ خوباں — انہیں سے ہے روشن گذرگاہ خوباں
ہیں مختارِ خوبی شہنشاہِ خوباں — نگندا از سر لطف آں ماہِ خوباں
ظفر بر من بے بضاعت نگاہے

لطفِ مجسم

جز سایۂ رحمت وہ آخراے لطفِ مجسم کیا ہو گا
سب جانتے ہیں یہ محشر میں سرکار کا پرچم کیا ہو گا
جب نامِ مبارک آپ کا ہو بے دیکھے نقش ہر اک دلبر
پھر دیکھنے والوں کا نقشہ اے جانِ دو عالم کیا ہو گا
جب نامِ محمد سے روشن ہیں کون و مکاں سبحان اللہ
خود جانِ رُسل رب کا پیارا وہ نورِ مجسم کیا ہو گا

محشر میں اپنا حشر جو ہوا اس کو تو نمٹ لیں گے لیکن
جب آپ نقاب اُٹھا دیں گے پھر حشر کا عالم کیا ہوگا

دن رات تڑپتا ہوں لیکن اس ڈر سے دور ہی رہتا ہوں
جب مجھ سے وہ مل کر بچھڑیں گے پھر نظم دو عالم کیا ہوگا

جس در کے تصوّر سے ہر سو چھا جاتے ہیں رحمت کے بادل
اُس در پہ پہونچ کر صلّی اللہ علیہ وسلم کیا ہوگا

جو اپنا بھید سمجھ نہ سکا کیا بھید پیا کیا پائے گا وہ
محتاج کا محرم بن نہ سکا مختار کا محرم کیا ہوگا

فیضان

کیا ساقی کا یہ فیضان نہیں اب دل میں کوئی ارمان نہیں
عرفان خدا ہو کیسے اُسے خود اپنا جسے عرفان نہیں
بند اُس پہ ہے بس درِ میخانہ سب جان کے جو انجان نہیں
جاناں کی جو بو پہ ہو نہ فدا اس جان میں کچھ بھی جان نہیں
جسے چاہے میری قوم فقط یہ میرے خدا کی شان نہیں
سو جاں سے فدا ہوں کیسے کہوں قبضے میں مرے اک جان نہیں
ہے شیخ کے قابو میں ہر درباں قابو میں بس اک رضوان نہیں
ہیں سب کے مسیحا آپ فقط بے جان تو ہوں انجان نہیں
ساقی کے قدم پر سب کے ہیں سر مست ایک بھی بے اوسان نہیں
اک روز یہاں سے جائیں گے سب
مختار کو اب تک دھیان نہیں

تضمین بر مصرع

بہاریں ساتھ لاؤنگا اگر پلٹا بیاباں سے

ہے نفرت باب زنداں سے نہ رغبت ہے گلستاں سے
سکوں چاکِ گریباں سے نہ دِل کو چشمِ گریاں سے
پیامِ رسمِ نو بادِ خزاں لائی بیاباں سے
سبق اب لوں گا تسلیم و رضا کا نوکِ مژگاں سے
ملے گا زخم پھر ہنس ہنس کے ہر خارِ مغیلاں سے بہاریں ساتھ " "

میں اپنی جان کو جب جان کر بے جان کر دوں گا
تو اپنی زندگی کا مستقل سامان کر لوں گا ؛
نثارِ زلفِ جاناں دین اور ایمان کر دوں گا
میں اُن کی اک ادا پر ہر ادا قربان کر دوں گا
اِشارہ پر ذرا سا ہو تو جائے بزمِ جاناں سے بہاریں ساتھ " "

اُٹھانے کا نہیں جو غم خوشی سے وہ اُٹھا لوں گا
تڑپتی کوندتی بجلی بھی سینے میں دبا لوں گا ؛
مرے مٹنے پہ گر میرا بنے کوئی بنا لوں گا
رقیبوں کے قدم جب اپنی آنکھوں سے لگا لوں گا
تو اُٹھ جائیں گے پردے خود بخود ہی روئے تاباں سے بہاریں ساتھ " "

کرم کرنا تو اُن کا کام ہے ہر ایک حیلے سے
اُنہیں کے لطف اور بندہ نوازی کے وسیلے سے
یقیناً سُرخ رو ہو جاؤں گا اپنے سجیلے سے
ملوں گا ابنِ آدم بن کے جب پورے قبیلے سے
مرے صحرا کی حد مل جائے گی اُن کے گلستاں سے بہاریں ساتھ " "

بجائے شہرۂ آفاق بے نام و نشاں بن کر
امیر کارواں سے ہٹ کے گردِ کارواں بن کر
عزیزِ آستاں کے بدلے خاکِ آستاں بنکر
گِروں گا آشیاں پر اپنے برقِ بے اماں بن کر
چمن میں روشنی ہو گی مری شمع فروزاں سے بہاریں ساتھ " "

مے لب ہائے ساقی کا رہوں مئے خوار اچھا ہے
بنوں اس نرگسِ بیمار کا بیمار اچھا ہے
عبادت کے لئے عکسِ رُخِ دلدار اچھا ہے
مگر میرے لئے تو شغل یہ مختار اچھا ہے
نہ فرصت ہو میرے سجدوں کو نقشِ پائے جاناں سے بہاریں ساتھ " "

تضمین بر کلام خواجۂ خواجگان حضور عثمانؒ ہارونی

پلا جو مئے کرنے ساقی مجھے سرشار او رہیدم
صدائے نغمۂ وحدت پہ ہیں قربان دو عالم
سُنا پھر لَاۤ اِلٰہَ کی نرالے یار وہ سرگم
تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

تمہیں ہر گھر میں پاتے ہیں حریمِ ناز کے محرم
درِ نظارہ لیکن کچھ عجب ہو جاتا ہے عالم
کہ پاسِ زہد و تقویٰ اور نہ ہے ناموس کا کچھ غم
نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بآں ذوقے کہ پیشِ یار می رقصم

بنا عالم کو دیوانہ دکھا کر وہ رُخِ تاباں ::
عجب انداز سے تیرا گدا آیا شہِ خوباں ::

بشانِ بے سروسامانی بھی لایا ہے کچھ ساماں
بیا جاناں تماشہ کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازاری رقصم

رضائے حکمِ جاناں پر یہی تھے مست کے نعرے
مجھے شکوہ نہیں ناشاد رکھ یا شاد اے پیارے
مری بربادیاں بھی کردیں گی آباد گھر سارے
اگرچہ قطرۂ شبنم نپاید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بنوکِ خار می رقصم

مجھے لالچ نہ دے واعظ بہشتی خوشنمائی کا
گدائے کوئے صابرؒ ہوںؒ نہ بندہ بادشائی کا
درِ صابرؒ پہ دامن چھٹ گیا ہے پارسائی کا
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبّہ و دستار می رقصم

منم مختارِ عثمانی زجامِ چشت مخمورم
غمِ جاناں چو دارم از غمِ کونین مہجورم
زقولِ شیخ ہر لحظہ بحالِ وجد مسرورم
منم عثمانِ ہارونیؒ کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

تضمین بر کلامِ حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پتی چشتی

ہے بس کونین میں چرچا اُسی سروِ خراماں کا
دو عالم میں بجا ڈنکا سریر آرائے خوباں کا

ہوا مضطر دلِ شیدا کہ دیکھے جلوہ جاناں کا
اگر بینم شب ناگہ من آں سُلطانِ خوباں را
سرے در پائے او آرم فدا سازم دل وجاں را
مقامِ امن کعبہ دافعِ رنجن و محن کعبہ
بلاشک مرکزِ انوارِ رب ذوالمنن کعبہ
مگر میں اُس پہ صدقے ہے یہ جس کی انجمن کعبہ
بگردِ کعبہ کے گردم کہ روئے یارِ من کعبہ
شوم طوّافِ مئے خانہ ببوسم پائے مستاں را
مری آنکھوں سے واعظ دیکھ لے گر یار کا جلوہ
تو روشن ہوگا روشن ہے کہاں سے دیر اور کعبہ
کہے میری طرح وہ بھی جو دیکھے اُن کو بے پردہ
روم در بُتکدہ نشینم بہ پیشِ بُت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارے فروشم دین وایماں را
اگر مولا سے ملنا ہے درِ صابرؒ پہ ہو حاضر
یہ فرمانِ خدا ہے میں وہیں ہوں جہاں صابرؒ
صفائی کر کے تو باطن کی آ ہو جائے گا ظاہر
مگوئی کلمۂ کفرست اگر گوئی شوی کافر
برو اے مدّعی ناداں چہ دانی سرِّ مستاں را
درِ جاناں پہ جو بھی آگیا ہے وجد میں رقصاں
جنید و شبلی و مُلّا بقیدِ کاکُل جاناں
زباں پر نغمۂ مختارِ مستاں حافظِ قرآں
سرم پیچاں دلم پیچاں منم پیچیدۂ جاناں
شرفؒ چوں مار می پیچم چو بینم زلفِ پیچاں را

مرکزِ انوار

اب تو آ اور واقفِ اسرار کر — دِل کو جانا مرکزِ انوار کر
یا تو بن انمول اور اس گھر میں آ — مول ورنہ آ سرِ بازار کر
ساری دنیا ہو ترے در پر ابھی — پہلے دنیا سے مجھے بیزار کر
ہوش میں آجائے گا سارا جہاں — اپنی چشمِ مست سے سرشار کر
یہ طواف کعبے کی تکمیل ہے — آ طوافِ خانۂ دِل دار کر
اُن کی خاکِ پا تو خود مل جائیگی — خود کو خاکِ کوچۂ اغیار کر
بندہ پرور وہ ہیں اُن پر چھوڑ دے — بندگی میں سر تو خم اکبار کر
بات والے کی جو ناصح کی ہے بات — بس اُسی اک بات کی تکرار کر
راز حسن و عشق خود مل جائے گا — حسن پیدا عشق میں اکبار کر
اُن کا جلوہ اُن کا پرتو ہر طرف — سب سے مِل کر بیٹھ پھر دیدار کر
پیشِ حسن اب آہ وزاری کب تک — اُٹھ مزاجِ عشق کو تلوار کر
پہلے آدابِ نظارہ سیکھ لے — شوق سے پھر حسرتِ دیدار کر
جیت کر دنیا نہ پایا وہ مزہ — جو مزہ پایا ہے اُن سے ہار کر
دار پر کر سجدۂ شکرانہ اب — دو جہاں اُن کی رضا پر وار کر
رحمتیں خود آکے لیں آغوش میں — ایسی توبہ بھی کبھی مختار کر

پھر برس اے ابرِ رحمت پھر برس
پھر اسی ناچار کو مختار کر

مکمّل شفاء

شہِ انبیا ہو خدا کی قسم — کہ نورالہدیٰ ہو خدا کی قسم
اِدھر مصطفےٰ ہو خدا کی قسم — ادھر جلنے کیا ہو خدا کی قسم

ذرا رخ سے پردہ جو سرکار اُٹھے — تو پھر کیا ہے کیا ہو خدا کی قسم
کہاں حشر میں حشر کرتے پھرو گے — یہیں فیصلہ ہو خدا کی قسم
اگر ہوش موسیٰ کو رہتا تو کہتے — کہ کس کس جگہ ہو خدا کی قسم
مسیحا بھی آئے ہیں بیمار بن کر — مکمل شفا ہو خدا کی قسم
خدا تو خدا ہے مگر آپ بھی — حبیب خدا ہو خدا کی قسم
جو بیت المقدس پہ مٹ جائیں ہم — فنا بھی بقا ہو خدا کی قسم
ہے کوئی عبادت نہ ہوں آپ جس میں — تو کیسے جدا ہو خدا کی قسم
جو سیراب کرتا ہے کون و مکاں کو — وہ ابرِ سخا ہو خدا کی قسم
ہو اوّل پر آخر میں تشریف لائے — کہ بس انتہا ہو خدا کی قسم
خطاکار جو مانگتے ہیں خدا سے — وہی تو عطا ہو خدا کی قسم
سیہ کار آئے ہیں اور جانتے ہیں — پناہِ خدا ہو خدا کی قسم

ہو مختارِ کونین اب دیر کیا ہے
اشارہ ذرا ہو خدا کی قسم

بُنیادِ میخانہ

جب کہا میں نے کہ جانا عشق تو ہرجائی ہے
ناز سے بولے کہ تیرا عشق کب یکجائی ہے

آج تو اُس نے بھری محفل میں سب کچھ کہہ دیا
شمع اک جلوائی پہلے پھر وہی بجھوائی ہے

بات ناصح تیری میں سمجھا نہیں شرمندہ ہوں
پر ذرا یہ تو بتا کس کی سمجھ میں آئی ہے

تھی امانت ساتھ میرے ایک مستِ ناز کی
لاش ساقی نے مری مستوں سے یوں اُٹھوائی ہے

ٹھوکروں ہی میں رہا ہوں ٹھوکروں ہی میں رہوں
میکدے کے در پہ یوں میت مری دفنائی ہے

حشر میں جب پیش داور میں نے چاہا کچھ کہوں
بولے وہ اب امتحانِ قوتِ گویائی ہے

ہوگیا جب مطمئن وہ ساقئ بادہ فروش
پھر تو ہر ذی ہوش سے میری ہنسی اڑوائی ہے

جو کسی کی جان لے وہ ہے سزا کا مستحق
جس نے دیدی جان اُس کی کھال کیوں کھنچوائی ہے

ست سے گستاخ واعظ جس جگہ بھی اُڑ گیا
یار نے بنیادِ میخانہ وہیں رکھوائی ہے

میں ترا محتاج رہوں یا تو مرا محتاج رہے!
چپ رہوں جلتا رہوں بولوں تری رسوائی ہے

لوٹے مزار

نہ جانے کتنا اونچا درہے اُن کے خاکساروں کا
ہما تک سر پہنچ پایا نہ اب تک تاجداروں کا

چلے جب دفن کر کے سب خموشی گور کی بولی
بھرم اب کھل گیا دنیا میں اغیاروں کا یاروں کا

اُلجھ کر رہ گئے ہیں کفر و ایماں کے مسائل میں
رُخ و گیسو سے ہی یہ حال تیرے جاں نثاروں کا

یہاں پر فکر اک اُن کے سوا کس کا کرے کوئی
وہاں پر تذکرہ ہوتا ہے مجھ ایسے ہزاروں کا

نگاہِ رحم کُن یا رحمت للعالمیں برما
نہیں پُرساں ہے کوئی آج ہم آفت کے ماروں کا

جہاں پر دفن ہیں اُنکی نگاہِ ناز کے مارے
ہے زندہ آج تک بھی ذرّہ ذرّہ اُن مزاروں کا

سماعت ہو بصیرت یا دلِ ہمدرد کی ہمّت
نہ کر مختارؔ احمد ذکر اُن ٹوٹے مزاروں کا

سراپا پیار

طالبِ دیدِ یار رہیں آنکھیں
پُر ضیا پُر بہار رہیں آنکھیں

پیار کس کا سما گیا ان میں
کہ سراپا ہی پیار ہیں آنکھیں

آج پھر مشقِ حشر ہوتی ہے
آج پھر اُس سے چار ہیں آنکھیں

ذرّہ ذرّہ ہے آج بے پردہ
کس کی یہ پردہ دار ہیں آنکھیں

نقشۂ طور سامنے ہے مگر
پھر بھی اُمیدوار ہیں آنکھیں

جنے بھی آنکھیں دیکھیں ہوں انکی
میری اُس پر نثار ہیں آنکھیں

کبھی ہیں رشکِ عیسیٰ مریم
کبھی پیغام دار ہیں آنکھیں

دیدِ جاناں سے ہیں مشرف گر
نور ہیں ورنہ نار ہیں آنکھیں

آپ کا منہ ہی تکتی رہتی ہیں
کیوں نہ ہو دین دار ہیں آنکھیں

اُن کا ہر وار فی سبیل اللہ
حیدری ذوالفقار ہیں آنکھیں

سب کی نظریں ہیں آپ پر لیکن
آپ سے شرمسار ہیں آنکھیں

اک اشارہ پہ بخششِ عالم
رحمت کردگار ہیں آنکھیں

ظلمت و نور اُن کے قبضہ میں
یعنی لیل و نہار ہیں آنکھیں

ہو کے محروم دید حیرت ہے
محرمِ رازِ یار ہیں آنکھیں

مار ڈالیں کہ زندگی بخشیں
کتنی با اختیار ہیں آنکھیں

آپ مختارِ روزِ محشر ہیں
اتنی تو ہوشیار ہیں آنکھیں

مقدّر

ئی ہے محتاج تجھ سے کمتر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے
ہے کون مختار تم سے برتر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

مناب رُخ کیوں پلٹ دیا تھا اور اذنِ نطق کیوں دیا تھا
یں خود ہوا کیا ہے مضطر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

جو تم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا جو میں نہ ہوتا تو کیا نہ ہوتا
یہ بات سچ یا غلط ہے دلبر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

رے عمل اور مرے تدبّر ہی سے جو ہونا تھا حشر میرا
تو پھر یہ کیا چیز ہے مقدّر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

ہر ایک گھر پر تمہارا قبضہ ہر ایک در پر تمہیں کو سجدہ
مجھے بھی ہے کوئی دوسرا در کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

رے تو ہاتھوں سے چھُٹ گیا ہے تمہارا دامن میں رو رہا ہوں
تمہارا دامن ہوا ہے کیوں تر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تم یہاں تھے نہ تم وہاں تھے نہ تم چنیں تھے نہ تم چناں تھے
تو کون تھا پھر یہ شعبدہ گر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

تمہارا نامہ بہ پیشِ داور رکھو حضورِ حبیب داور
جو تم سے مختارِ خاک بر سر کسی نے پوچھا تو کیا کہو گے

رضا و تسلیم

ولایت آئی امامت آئی شجاعت و ذوالفقار آئی
غرض بہر حال اس گھرانے میں رحمتِ کردگار آئی

علیؓ کے گھر میں حسینؓ آئے نبیؐ کے گھر میں بہار آئی
یہ وہ مکمل بہار ہے جو نبیؐ پہ ہونے نثار آئی

جو دائی نے گود میں اُٹھایا تو رحل پر جیسے مصحف آیا
جسے سبھی نے پڑھا پڑھایا قرۃ کے فن میں بہار آئی

وہ گل کھلا ہاشمی چمن میں کہ جس کی خوشبو ہر انجمن میں
کہ جو ہوا بھی جدھر سے آئی معطّر و خوشگوار آئی

یہ میرے آقا ہیں میرے آقا ہیں میرے آقا ہیں میرے آقا
یہ قدرتی بات تھی جو سب کی زبان پر بار بار آئی

قیام میں ہیں جو عرش والے تو سر بسجدہ ہیں فرش والے
یہ آپ کی ذاتِ پاک آئی کہ شانِ پروردگار آئی

ہر اہلِ دل کی زبان پر تھا یہ آئے ہیں کربلا کے دولہا
کہ گر بتائے ثنا بقا کا رضا و تسلیم یار آئی

کرم یہ آبا کا تھا منقبتؔ جو میرا مختار نام رکھا
اسی کی برکت سے مرگھٹوں میں یزیدیوں کے بہار آئی

رشکِ مسیحا

کیوں کہوں مجھ پہ کرم رشکِ مسیحا نہ کیا | کوئی پوچھے میں بُرا کب تھا جو اچھا نہ کیا
کبھی آنکھوں میں چھپایا کبھی دل میں ہم نے | پردۂ در یہ تو بتا کب ترا پردہ نہ کیا
تیرے قربان بھرم رہ گیا قاسمِ ازل | اُنہیں مجنوں نہ کیا اور مجھے لیلیٰ نہ کیا

۱؎ مصرعہ طرح۔ علیؓ کے گھر میں حسینؓ آئے نبیؐ کے گھر میں بہار آئی

۲؎ ۔ حضرت مختار نے دشمنانِ اہلِ بیت سے زبردست انتقام لیا تھا۔

اس نے تو سجدے سے انکار کیا جھک مار کی | میں نے اقرار بھی کر کے کوئی سجدہ نہ کیا
ہو کے بے پردہ بھی ہوں آجتلک پردے میں | تم نے پردے میں بھی رہ کر کبھی پردہ نہ کیا
نور بخشِ دل و جاں جلوہ فروشِ دو جہاں | میرے ظلمت کدہ میں آکے اُجالا نہ کیا
اچھے لفظوں میں کوئی یاد جو کر لیتا کبھی | ایک بھی کام تو مختار نے ایسا نہ کیا

کام اُن کا تو ہے بُت خانے کو کعبہ کرنا
تُو نے مختار مگر کعبے کو بُت خانہ کیا



کوچۂ قاتل

آپکی منزل تو سب ہی جانتے ہیں دل میں ہے | کچھ خبر دل کی تو دو آخر وہ کس منزل میں ہے
جس طرف بھی دیکھئے ہے گرم بازارِ جنوں | اور مزہ یہ ہے کہ لیلیٰ آجتک محمل میں ہے
جو بھی ہے وہ اپنے ہی گھر میں سمجھتا ہے اُنہیں | یہ نہیں معلوم ہر گھر کوچۂ قاتل میں ہے
تیری محفل سے ترا دیوانہ نکلا جب کبھی | جس جگہ پہونچا تو یہ دیکھا تری محفل میں ہے
اپنے سر کو دیکھکر قدموں سے خود ہی دور ہوں | ورنہ سب کچھ خاکِ پائے مرشدِ کامل میں ہے
جذب کر لے ہوش سارے ہوشیاروں کے ابھی | ہو اشارہ تو یہ جرأت بھی ترے غافل میں ہے
سجدہ شکرانے کا ارمان باقی ہے ابھی | اس لئے اتنی تڑپ ابتک سرِ بسمل میں ہے
ایک انگلی کے اشارے نے دکھائے کام دو | داغ اور پھر کیا کشش دیکھو مہِ کامل میں ہے
ایک شے دل سب کی طرح اے کاش کہدیں آپ بھی | درد کتنا اس صدائے دلکشِ سائل میں ہے

مطمئن ساحل پہ ہے مختار لیکن کیا خبر
کب تلک ساحل پہ ہے وہ اور کب ساحل میں ہے



حافظ قرآن

بلاشک جبیہ[1] اور جب رحمتِ رحمٰن ہو جائے
وہ اُن کو دیکھ لے اور حافظِ قرآن ہو جائے
یقیں گر صحبتِ صالح ترا صالح کند یر ہو
تو پھر کونین کے سلطان کا عرفان ہو جائے
اسی عرفان سے انسان بن جاتے ہیں حیوان تک
نہیں تو قدسیوں کا صدر بھی شیطان ہو جائے
ہے کتنا فرق نورِ احمد اور نورِ الٰہی
جو موسیٰ کی طرح سمجھے تو بے اوسان ہو جائے
تری نعلین کے بوسوں میں وہ اقبال ہے پنہاں
ترے در کا بھکاری فخرِ صد خاقان ہو جائے
محمد احمد و محمود کیا کیا نام ہیں اُن کے!
حلاوت دو جہاں کی پھر نہ کیوں قربان ہو جائے
چہ باک آں را ابگردِ اب بلا پیدا شود ساحل
کھِویا جس کی کشتی کا شہِ ملتان ہو جائے
شہا خاتونِ جنت اور شہزادوں کے صدقہ میں
منقؔہ بھی جو تو چاہے تو پھر انسان ہو جائے

قطعات و رُباعیات

تمہاری کلمک کے وعدے پر مری محرومیاں صدقے قیامت بھی گوارا اب اسی اُمید پر ہو گی
یہ مانا ابتدا ہی سال کی میرے محرم سے تو کیوں گھبراؤں اس کی انتہا تو عید پر ہو گی

---

[1] محترم قبلہ حاجی محمدؐ صالح صاحب کے صاحبزادے کی شادی میں کیا گیا ...... بھائیوں سلطان عرفان نور احمد - محمد احمد نور الٰہی کے ناموں کے علاوہ والدہ محترمہ کا نام خاتون جنت بھی موجود ہے۔

خوشا یہ مومنوں کا جذبۂ ایمان کیا کہنا   جو ہر حالت میں ہر غم کھیلتے ہنستے اٹھاتے ہیں
محرم تو ہر اُن کا پہلے ہی قربانی کا منظر   مگر یہ عید بھی قربانیاں دیکر مناتے ہیں

خوشی سے واسطہ کیا پیار کر ہر ایک غم سے   کہ درد و غم تو ہیں قائم فقط ترے دم سے
قسم ہے عظمتِ کرب و بلا کے ذرّوں کی   ترے برس ہی کی ہے ابتدا محرّم سے

جہان میں کوئی ہنستا ہے کوئی روتا ہے   بقدرِ ظرف ہی تقسیم جام ہوتا ہے
مجھے نہ راس ہے نو روز اور نہ دیوالی   کہ سنہ شمار محرم سے میرا ہوتا ہے

کبھی کبھی میں وہاں بھی پہنچ گیا کہ جہاں   جہان بھر کے بُرے بھی بھلے ہوئے ہیں مجھے
یہ کیسے کہدوں کہ بس مرا خدا ہے فقط   کہ تیرے بندے تو ہر قوم میں ملے ہیں مجھے

زہے[1] نصیب اور خوشا یہ جذبہ کہ برق کے ہوش اُڑ گئے ہیں
سمندِ عقل و نظر کی عقل و نظر پہ پردے گرا گئے ہیں
یہ فیضِ عشقِ محمّدی ہے کہ بھائی سلطان اور عاصم
جمعہ کو حج تھا جمعہ کو جاکر جمعہ کو واپس بھی آگئے ہیں

خدا کو مشورہ کیوں دوں مجھے یہ دے مجھے وہ دے
مرا کیا منہ ہے بس اتنا بتا دے کوئی بھی عاقل
وہ جنّت دے تو دینے دے اسی لائق ہے ذات اسکی
جو دوزخ دے تو بے شک دے کہ میں خود ہوں اسی قابل

---

[1] دو مخلص دوستوں کی حج سے واپسی پر اتفاق سے بھائی سلطان احمد صاحب و بھائی محمد عاصم صاحب جمعہ کے روز حج پر حاضر ہوئے جس روز واپس آئے جمعہ تھا حج بھی جمعے ہی کو ہوا تھا۔

ایسے ایسے بھی حسیں دیکھے ہیں جن کو دیکھ کر لذتیں دونوں جہاں کی اک نظر میں گھر لیں
موت سر پڑھ کر مگر دیکھا نہیں کوئی حسیں اس سے نظریں کیا ملیں دنیا سے نظریں پھر لیں

یار کے جلووں کے بارے میں یہی طے پا گیا دیکھنے والا ہے گونگا جو نہ دیکھے کور ہے
ناچتے ہیں ہم نچانے والے ہی کے روبرو خیر ہو اُس ہاتھ کی جس میں کہ اپنی ڈور ہے

محوِ جلوہ

لحد سے نکلے ہیں پاک زائر کہ خاک چھو بھی نہیں گئی ہے
نہیں کفن تک کسی کا میلہ اگر کی بو بھی نہیں گئی ہے

کھُلے ہیں مرقد صحابیوں کے حذیفہؓ جابرؓ کے لاشے نکلے
عجب جلالت عیاں ہے رُخ سے ضیائے رو بھی نہیں گئی ہے

یہ فیضِ دینِ محمدی ہے کہ روح جنت میں ہے مشرف
ضوابطِ رحمت سے جسمِ خاکی کی آبرو بھی نہیں گئی ہے

وہی طراوت دہن میں گویا وہ زیرِ لب مسکرا رہے ہیں!
کہ جس میں جنبش نہ ہو زباں کو وہ گفتگو بھی نہیں گئی ہے

وہ رونقِ گیسوئے مجعّد اک بال بھر بھی ہوئی نہیں کم
وہ نور افشاں خطِ مجلّی کی تابِ مو بھی نہیں گئی ہے
خبر ہی لاتی جو بار پاتی کبھی تو کچھ ہم سے کہہ سناتی
مگر حریمِ نبی میں اب تک نسیم تو بھی نہیں گئی ہے

شرابِ عشقِ نبی میں سرشار ہو کے کب سے وہ سو رہے ہیں
ہنوز نشہ ہے سر میں تازہ دہن سے بو بھی نہیں گئی ہے

جو تجھ کو عشقِ نبی ہے حاصل تو موت میں بھی ہے زیست کا بل
وگرنہ مُردوں میں تو ہے شاملِ حیات چھو بھی نہیں گئی ہے

درِ محمدؐ ہے بابِ رحمت مُدام مامن ہے حسرتوں کا
یہاں سے مایوس کے ہرگز اک آرزو بھی نہیں گئی ہے

ہوئی زیارت سی کامرانی ہے پھر بھی آنکھوں سے خوں فشانی
وہ دل کے ناصور کی روانی پس از رفو بھی نہیں گئی ہے

لقائے احمدؐ کے جام پی کر بھی العطش ہی رہی زباں پر
یہ آگ کیسی ہے میرے اندر کنارِ جو بھی نہیں گئی ہے

یہی تقاضائے دردِ پنہاں کہ آہ بے تاب ہو کے نکلے
جو میرے دل میں خلش ہے غم کی تو ہاؤ ہو بھی نہیں گئی ہے

میں راہِ طیبہ میں مر مٹا ہوں رہے گا جولاں غبار میرا
جو حسرتِ دل نہیں بر آئی تو جستجو بھی نہیں گئی ہے

سنہ ۱۹۳۲ء میں حاکمِ عراق نے خواب دیکھا کہ دو بزرگ فرما رہے ہیں کہ ہمارے مزاروں کی جگہ پانی آنے والا ہے اس لئے ہمیں دوسری جگہ دفنا دو شاہ نے علماء سے فتویٰ لے کر جو جسد مبارک نکالے تو تمام جنگل منوّر و معطر ہو گیا کفن تک میلا نہ تھا آنکھوں کی چمک مکمل تھی ریش مبارک کے بال سب تھے۔ بادشاہ نے بڑے احترام کے ساتھ نماز پڑھوا کر دوسری جگہ مزار مبارک بنوا دیئے اس وقت تمام اخباروں میں تفصیل سے یہ خبر مع تصویر آئی تھی ناچیز کے پاس ابتک ایک اخبار محفوظ ہے یہ جسد مبارک صحابۂ رسولؐ حضرت حذیفہ و جابر رضوان اللہ کے تھے یہی واقعہ نظم فرمایا۔

یہ صفحہ میں نے فوٹو کے لئے رکھا تھا
بعد میں خیال آیا کہ فوٹو تو اسلام میں حرام ہے